Total........................

Progressive Total........................

TIFICATE

chers have been received by the undersigned o

yments agreed with the original purchase bill.

ture Centre I[illegible]charge

vt. Food D[illegible]rtment

heat Purchase Centre

Signature Booth Incharge

United Bank Ltd.

............Booth/Branch

زبانِ خلق

ممتاز دانشور اور معروف مصنف و مؤرخ منشی عبدالرحمٰن خان کا سوانحی خاکہ
... برِ پاک و ہند کے قلم حقیقت رقم سے جو اہلِ قلم ... نشانِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے

چند لکھنے والے

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد
شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی
مولانا احمد بن عبدالعزیز المبارک قاضی القضاۃ سعودی عرب
علامہ سید سلیمان ندوی اعظم گڑھ
مولانا قاری محمد طیب دارالعلوم دیوبند
مولانا مناظر احسن گیلانی حیدر آباد
مولانا عبدالباری ندوی — لکھنو
مولانا سعید احمد اکبر آبادی علی گڑھ
مولانا مفتی محمد شفیع مفتیِ اعظم پاکستان
مولانا ظفر احمد عثمانی ڈھاکہ
مولانا شبیر علی تھانوی حیدر آباد
مولانا احتشام الحق تھانوی کراچی
مولانا مفتی کفایت اللہ دہلی
مولانا احمد علی لاہوری
مولانا شاہ معین الدین ندوی
مولانا عبدالماجد دریا بادی
مولانا ماہر القادری

جنرل محمد ضیاء الحق صدر مملکت پاکستان
مسٹر جسٹس ایس انوار الحق چیف جسٹس
مسٹر جسٹس ایس اے رحمان 〃
مسٹر جسٹس محمد شریف جج سپریم کورٹ
مسٹر جسٹس بدیع الزماں کیکاؤس
مسٹر جسٹس سجاد احمد جان جج ہائیکورٹ
مسٹر ج... جاوید اقبال 〃
مسٹر جسٹس ذکی الدین پال 〃
مسٹر قدرت اللہ شہاب سیکرٹری جنرل پاکستان
مسٹر مختار مسعود سیکرٹری جنرل آر سی ڈی
انعام اللہ خان 〃 موتمر عالم اسلامی
سید نصرت حسن چیئرمین کاٹن کارپوریشن پاکستان
محمد اسد خاں اسد ملتانی ڈپٹی سیکرٹری 〃
میجر جنرل اعجاز عظیم ڈی۔ ایم۔ اے
علامہ غلام شبیر بخاری لاہور
سید تاج الدین کرمانی سیکرٹری حکومت سندھ
سید ابن حسن برنی لندن

مولانا مفتی محمد حسن امرتسری
مولانا خیر محمد جالندھری ملتان
حمید نظامی مدیر نوائے وقت لاہور
نسیم حجازی مدیر کوہستان راولپنڈی
علامہ طالوت —— ملتان
نواب جمشید علی خان یار غارِ قائدِ اعظم
پروفیسر حمید احمد خان وائس چانسلر
پروفیسر الطاف علی قریشی 〃
پروفیسر عرش صدیقی رجسٹرار یونیورسٹی
پروفیسر عاصی کرنالی ملتان
پروفیسر ڈاکٹر اسد اریب اسلام آباد
ڈاکٹر سید عبداللہ پرنسپل لاہور
محمد منصور الزماں صدیقی کراچی
سید خالد جامعی — کراچی
مس شہناز اختر ایم اے مری
پروفیسر خورشید احمد پرنسپل
پروفیسر اسلم انصاری ملتان

○ آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت ○ سائز $\frac{23 \times 18}{8}$، حجم ۳۵۲ صفحات ○ قیمت بیس روپے ۲۰/-

ملنے کا پتہ:- عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ۔ چہلیک ملتان

INTROD
BOOK

راہِ طلب میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ!
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

زبانِ خلق

سوانحی خاکہ

منشیٔ دَوراں، منشی عبدالرحمٰن خان

مشاہیرِ پاک و ہند کے قلم سے

ترتیب و تدوین

خلیل الرحمٰن خان

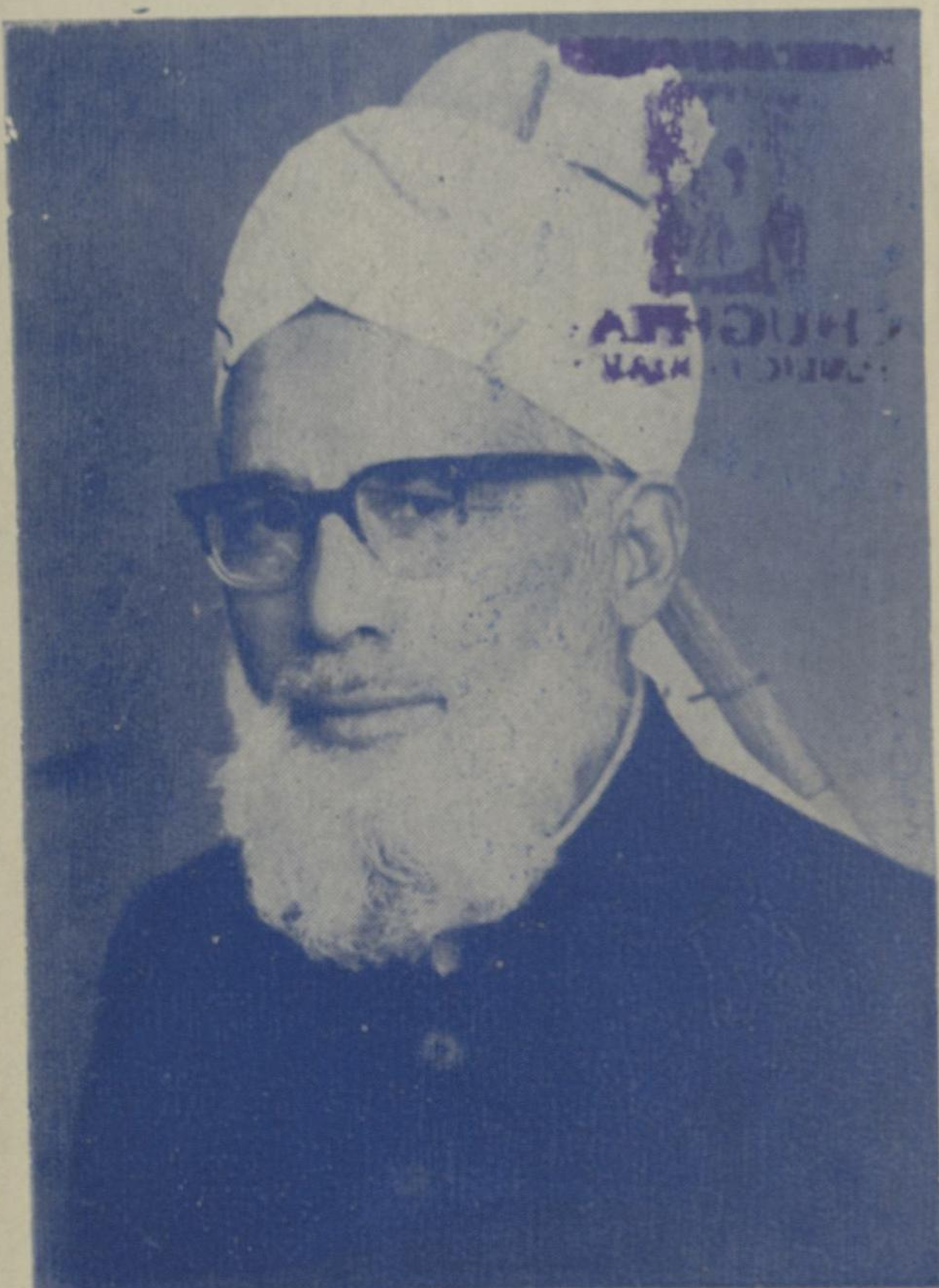
عالمی ادارہ اشاعتِ علومِ اسلامیہ چہلیک ملتان
فون ۷۲۶۷۵
بہ اعانت:۔ جاوید اکیڈمی۔ چہلیک ملتان

طبع اوّل ———— ۱۹۷۹ء
مطبوعہ ———— سیال پرنٹنگ پریس ملتان
قیمت ———— ۱۰/- روپے

کتابت :- سلیم شاہد
ملتان

ممتاز دانشور

منشی عبدالرحمن خان



خدا کی راہ میں جو ہو کے سر بکف نکلے
اسی کو مسندِ عز و وقار دیتے ہیں



ابوظہبی کے فرمانروا اور متحدہ عرب امارات کے صدر
الشیخ زید بن سلطان النہیان سے منشی عبدالرحمٰن خان کی یادگار ملاقات

درمیان میں فریدالدین احمد ڈپٹی کمشنر اور ہمایوں فیض رسول کمشنر ملتان کھڑے ہیں



منشی عبدالرحمن خان اپنے والد ماجد خان اللہ یار خان کی گود میں،
ان والد کے ہمراہ ان کے دوست
امیر ہزار خان ٹھیکیدار بلدیہ بیٹھے ہیں ۔ فوٹو ۱۹۱۳ء


منشی عبدالرحمٰن خاں، تنکو عبدالرحمٰن وزیر اعظم ملائشیا سے
مصافحہ کر رہے ہیں۔ ایس ایم نسیم ڈپٹی کمشنر ملتان اُن کا تعارف کرا رہے ہیں



منشی عبدالرحمن خان کی مقبول تصنیف "بہارِ رفتہ" کی تقریبِ رونمائی، جسکی صدارت ڈاکٹر محمد جمال بھٹہ فرما رہے ہیں

محترمہ ثریا بانو ایم اے اپنا مقالہ پڑھ رہی ہیں



منشی عبدالرحمن خان، مجموعہ عبدالرحمن و نذیر — عظیم سلسلۂ اشاعت

نذر

علم وادب کے بازار میں —
منشی عبدالرحمٰن خان نے جو سرمایۂ حیات
لگایا، اور انہوں نے اہلِ نظر سے جو
قدر و قیمت پائی —
وہ نذرِ قارئین کرام ہے!
(ادارہ)

ترتیب

تقدیم

تعارف

آوازۂ خلق

متنوع شخصیت

فانوسِ زندگی

سرمایۂ حیات

طلب واشتیاق

رشک و حسرت

اعترافِ خدمات

نقوش و تاثرات

عمائد کی نظر میں :-

تعارفِ قرآنی - بصائرِ قرآنی - احکامِ قرآنی

سیرتِ اشرف

"عورت انسانیت کے آئینہ میں"

انداز سخن

اقبالؒ اور مسٹر

کچہری کی دنیا

صحابۂ کبار حضرت علیؓ کی نظر میں

جرائد کی نظر میں

رحمانی سیٹ

داستانِ عمل

آداب و اخلاق

فتنۂ پرویز و حقیقتِ حدیث

مشاہدات و واردات

حقائق معارف

خضر و مسیحا

اقبال اور مسٹر

تعمیر پاکستان اور علماء ربانی

انسانیت حیوانیت کی راہ پر

عورت انسانیت کے آئینہ میں

سیرتِ اشرف

صحابۂ کبار حضرت علیؓ کی نظر میں

بسم اللہ

اہم ترین خدمت — روزنامہ "امروز" لاہور

بہت بڑی خدمت — روزنامہ "نوائے وقت" لاہور

تاریخی حقائق — البلاغ کراچی

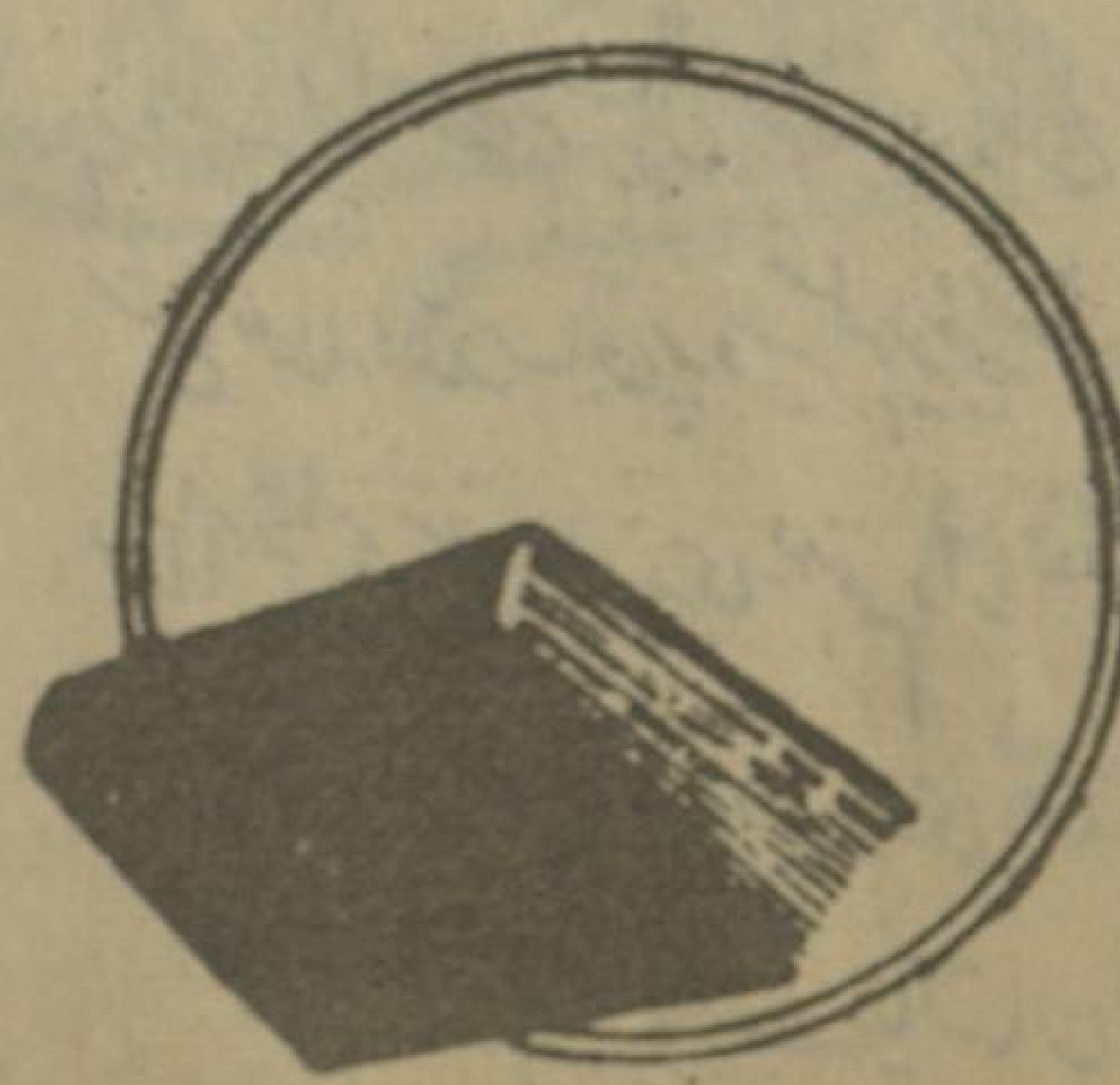
دیباچوں کے آئینہ میں

مقالات کی روشنی میں

تبلیغ کے میدان میں

اعترافِ افادیت

حسنِ کارکردگی



تقدیم

نقوشِ عظمت

بیں فقط اس شخص کی عظمت کو کرتا ہوں سلام
جو صلاحیت میں اپنے ابُ وجد سے بڑھ گیا

شامِ غریباں کے بعد جب سے شام ادیباں منانے کا رواج چلا ہے معروف و محبوب ادیبوں یا شاعروں کیساتھ شام مناکر ان کی عزت افزائی کے لیے ان کا کلام سُنا جاتا ہے اور ان پر تعریفی و توصیفی مقالے پڑھے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم نے ایم۔اے اسلامیات کے طلباء کیساتھ شام منانے کے لئے منشی عبدالرحمٰن خانصاحب کو دعوت دی۔ چونکہ کسی کے منہ پر اس کی تعریف و توصیف کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ اس لئے منشی صاحب نے یہ دعوت قبول نہ کی۔

دسمبر ۱۹۷۸ء میں پروفیسر فرخ دُرانی اور ان کے دوست ایم اے ہادی نے اپنے مخصوص حلقہ میں منشی صاحب کیساتھ شام منانی چاہی تو منشی صاحب نے انہیں بھی اس "تکلف" کی اجازت نہ دی۔

اور فرمایا ——

" نہ صرف میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ بلکہ مجھ پر پاک و ہند میں لکھا بھی بہت کچھ گیا ہے —— اس لئے بہتر ہو گا کہ آپ اُن سے استفادہ کریں اور جب وقت چاہیں۔ گھر بیٹھے ان کے مطالعہ سے میرے ساتھ شام منائیں"۔

اس لئے ــــــ

میں نے ان تمام تحریروں کو مختلف مطبوعہ کتابوں، مقالوں، تبصروں اور خطوط سے تلاش کر کے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ جن سے انکی زندگی اور قلم کاری کے اتنے پہلو اجاگر ہو گئے ہیں جو ایک شام میں بیان ہونے ممکن نہ تھے۔ نہ ہی ایک شام میں اتنے مشاہیر جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اتنے سامعین مہیا ہو سکتے ہیں۔ جتنے قارئین اب ان نقوشِ عظمت کا مطالعہ کریں گے۔

تقریبِ شام، عام طور پر نشستند و گفتند و برخاستند تک محدود رہتی ہے۔ اور وقتی طور پر ذہنی تفریح کا سامان پیدا کرتی ہے۔ لیکن تقریر کھو جاتی ہے اور تحریر باقی رہتی ہے۔ ــــــ اسی لئے ان منتشر نقوش کو کتابی شکل دیدی ہے تاکہ یہ ایک مستقل نشانِ راہ کا کام دے۔ اور جو جس وقت چاہے اس کے مطالعہ سے لطف اٹھائے اور اس طرح منشی صاحب کیساتھ شام منائے۔

اس انتخاب کی اشاعت پر بھی منشی صاحب راضی نہ تھے۔ مگر مخلصین کے تقاضا پر انہوں نے اس کی اجازت دے دی ــــــ جس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں۔

خلیل الرحمٰن خان

رائیٹرز کالونی۔ ملتان



ڈاکٹر سیّد زاہد علی واسطی (ایم بی بی ایس - ڈی پی - ایچ)

قومی سرمایہ

ایک غیر معروف خاندان کے معروف صاحب قلم اور عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ملتان کے بانی — منشی عبدالرحمان خان — نے گزشتہ پچاس سال میں ۵۷ کتابیں تصنیف و تالیف کر کے ملتان میں ایک قابل فخر ریکارڈ قائم کیا ہے۔ جن میں سے اس وقت تک چالیس ۶۵ مستند کتابیں شائع بھی ہو چکی ہیں اور بطور حوالہ بھی استعمال ہو رہی ہیں۔ دیگر گوناگوں مصروفیات کے علاوہ وہ چودہ ۱۷ سال سے بڑی محنت، عزم، تسلسل اور استقامت کیساتھ اپنے اس ادارہ کو چلا رہے ہیں اور ہر مہینہ باقاعدگی کیساتھ اسکی طرف سے نہایت مفید اور فکر انگیز لٹریچر شائع کر کے اندرون و بیرون ملک پھیلا رہے ہیں۔ اس قحط الرجال میں اس کی مثال چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی ملنی ممکن نہیں۔ منشی صاحب کی تخلیقات پر کم و بیش ہر مکتب فکر کے اہل نظر نے تحسین و آفرین کے جو سدا بہار پھول برسائے وہ قومی سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہیں حسن ترتیب کیساتھ اس گلدستہ میں اسلئے سجا کر محفوظ کر دیا گیا ہے تاکہ یہ آنیوالی نسلوں کیلئے راہ عمل کا کام دے سکے۔

اس پیش کش کا مقصد — منشی صاحب ایسے صاحب کردار، مخلص، بے غرض اور ایثار پیشہ صاحب قلم کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرنیکے علاوہ ان ارباب کرم کا دلی شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً اپنے رشحات قلم سے ادارہ کی سرپرستی اور بانی ادارہ کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

۱۰ر جنوری ۱۹۷۹ء — زاہد واسطی رکن مجلس ادارت ادارہ



نقوشِ قلمِ اربابِ کرم

جن کے سدا بہار گل ہائے عقیدت و محبت اور تبریک و تہنیت
اس گلدستہ کی زینت ہیں ——— اگرچہ ہر ایک کی لطافت و نزاکت
اور خوشبو جدا جدا ہے۔ مگر بحیثیت مجموعی ان مختلف رنگوں اور
خوشبوؤں نے مل کر اس کے حسن کو دوبالا اور ——— منشی عبدالرحمٰن خان صاحب
کے جمال و کمال کو نمایاں کر دیا ہے ؎

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبرؔ پھول پتوں میں نہاں ہو کر



جنرل محمد ضیاء الحق

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر و صدر مملکت پاکستان

اسلام آباد

مسٹر جسٹس ایس انوار الحق

چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان

راولپنڈی

مسٹر جسٹس ایس اے رحمان

سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان

لاہور

مسٹر جسٹس محمد شریف

جج سپریم کورٹ آف پاکستان

لاہور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ

CHIEF OF THE ARMY STAFF

General M. Zia-ul-Haq

General Headquarters
Rawalpindi

مکرمی منشی عبدالرحمٰن صاحب - السلام علیکم

PAKISTAN
SUPREME COURT

MR. JUSTICE
S. ANWARUL HAQ
Chief Justice

Rawalpindi
September 20,
197

My dear Munshi Sahib,

With kind regards,

Yours sincerely,

(S. Anwarul Haq)

PAKISTAN
SUPREME COURT

JUSTICE
S.A. RAHMAN, H.Pk.

مکرمی منشی صاحب - السلام علیکم

3. Lawrence Road
Lahore
28. 11. 6560

MUHAMMED SHARIF
RETD JUDGE
SUPREME COURT OF PAKISTAN

مسٹر جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس

سابق جج سپریم کورٹ آف پاکستان

مسٹر جسٹس سجاد احمد جان

جج ہائیکورٹ پنجاب ۔ لاہور

مسٹر جسٹس جاوید اقبال

جج ہائیکورٹ پنجاب ۔ لاہور

مسٹر جسٹس ذکی الدین پال

جج ہائیکورٹ پنجاب ۔ لاہور

چوہدری نیاز علی خان

بانی تحریک دارالاسلام

پٹھانکوٹ حال جوہر آباد

مجید نظامی

مدیر و سردبیر روزنامہ "نوائے وقت"

لاہور

خلق

بسم اللہ

B. Z. KAIKAUS
RETD. JUDGE, SUPREME COURT OF PAKISTAN

5-7-78

JUDGE HIGH COURT
WEST PAKISTAN

JUDGE
LAHORE HIGH COURT
LAHORE

JUDGE
LAHORE HIGH COURT
LAHORE

دارالاسلام - جوہر آباد - مغربی پاکستان

مورخہ ... ۱۲ ... اپریل ۳۷

PAKISTAN'S PREMIER INDEPENDENT NATIONAL DAILY

Daily Nawa-i-Waqt Lahore

PUBLISHED SIMULTANEOUSLY FROM LAHORE & RAWALPINDI

قدرت اللہ شہاب
سیکرٹری جنرل - حکومت پاکستان
کراچی

محتار مسعود
سیکرٹری جنرل آر۔سی۔ڈی طہران

صاحبزادہ فاروق علی
سپیکر نیشنل اسمبلی پاکستان
اسلام آباد

سید وہاج الدین کرمانی
سیکرٹری محکمہ جنگلات و جنگلی حیوانات ۔ حکومت سندھ
کراچی

PRESIDENT'S HOUSE
RAWALPINDI

مکرمی و معظمی

۳۰ / دسمبر ۱۹۵۹

السلام علیکم

نیاز مند قدرت اللہ شہاب

پاکستان

Secretary General
Regional Cooperation for Development

Tehran

NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

Islamabad, The **4th September, 1974**

SPEAKER **My dear Abdur Rehman,**

Yours sincerely,

(Sahibzada Farooq Ali

W. A. Kermani
SECRETARY TO THE GOVERNMENT OF SIND
WILDLIFE & FOREST DEPARTMENT
KARACHI

محترم و معظم و مکرم قبلہ منشی صاحب۔ سلام علیکم

نیک دعاؤں کا طالب و محتاج

احقر
تاج الدین

انعام اللہ خان
سیکرٹری جنرل مؤتمر عالم الاسلامی
کراچی

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی
صدر جمعیت مسلمانان عالم پاکستان
کراچی

مولانا احمد بن عبدالعزیز المبارک
قاضی القضاۃ - ظہران
سعودی عرب

محمد انور قریشی
جنرل منیجر واپڈا الیکٹرسٹی
لاہور

بشیر احمد خان
افسر تعلقات عامہ - صدارتی سیکرٹریٹ
مظفر آباد - آزاد کشمیر

بسم الله

مؤتمر العالم الاسلامي

MOTAMAR AL-ALAM AL-ISLAMI

—WORLD MUSLIM CONGRESS—

جمعية مسلمي العالم، باكستان

برادر مکرم جناب منشی عبد الرحمان خان صاحب زید مجدہ

۲۵/۸/۱۳۸۸

قاضی الجہراں - مملکہ سعودیہ -

احمد بن عبد العزیز المبارک -

محمد انور قریشی (جنرل سیکرٹری)

منشی محمد عبد الرحمن صاحب

۱۱۹۲/ ۱۰ / ۷۲

صدارتی سیکرٹریٹ

مظفرآباد

میجر جنرل اعجاز عظیم
ڈپٹی مارشل لا، ایڈ منسٹریٹر
ملتان

سید نصرت حسن
ڈپٹی کمشنر
ملتان

ڈاکٹر سید عبداللہ
پرنسپل اورینٹل کالج
لاہور

غلام رسول ازھر
اینٹی کرپشن جج ۔ پنجاب
لاہور

ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی
اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیلتھ ۔ ملتان ڈویژن
ملتان

Major General Ejaz Azim, ndc, psc
HEADQUARTERS 1 ARMOURED DIVISION
Multan Cantonment 24 September 1977

Dear Munshi Sahib,

With warm regards

Sincerely,
Ejaz Azim

NUSRAT HASAN C.S.P.

مکرمی منشی صاحب، تسلیم

نصرت حسن

۲۰ اپریل

ڈاکٹر سید عبداللہ، ایم اے، ڈی لٹ

یونیورسٹی پروفیسر، صدر شعبۂ اردو، پنجاب یونیورسٹی

(پرنسپل، اورینٹل کالج، لاہور)

۲۰ جنوری ۱۹۶۰ مکرمی محترمی السلام علیکم — سید عبداللہ

غلام رسول ازہر

پی - سی - ایس

Dr. Syed Zahid Ali Wasti
M.B.B.S., D.P.H.
Assistant Director :
Health Service Multan Division MULTAN.

محترم منشی صاحب دام اقبالہٗ

السلام علیکم

زاہد واسطی

مولانا قاری محمد طیب

وائس چانسلر دارالعلوم دیوبند

بھارت

○

علامہ سید سلیمان ندوی

مدارالمہام ندوۃ المصنفین ۔ اعظم گڑھ

بھارت

○

مولانا مناظر احسن گیلانی

صدر شعبہ اسلامیات ، عثمانیہ یونیورسٹی

حیدر آباد ۔ دکن

○

مولانا عبدالباری ندوی

پروفیسر فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی

حیدر آباد ۔ دکن

○

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

صدر شعبہ اسلامیات ، مسلم یونیورسٹی

علیگڑھ

دارالعلوم دیوبند (یو.پی.)

انه من سلیمان وانه

بسم الله الرحمن الرحیم

دارالمصنفین اعظم گڈھ

۱۹ اریل ۶۵ء

مکرم السلام علیکم ورحمة الله

بسم الله الرحمن الرحیم

کرم گسترا! محبی فی الله ...

سپاس گذار

DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY

MUSLIM UNIVERSITY

ALIGARH

Dated 21 — 1 — 1967

Chairman

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی

مفتی اعظم پاکستان، رکن دستور ساز اسمبلی پاکستان و
مہتمم دارالعلوم۔ کراچی

مولانا ظفر احمد عثمانی

صدر شعبۂ عربی و اسلامیات۔ ڈھاکہ یونیورسٹی

مولانا احتشام الحق تھانوی

صدر رویت ہلال کمیٹی پاکستان و مہتمم دارالعلوم اسلامیہ
ٹنڈو اللہ یار

مولانا عبدالماجد دریا آبادی

مفسرِ قرآن و مدیر صدق جدید۔ لکھنو، بھارت

مولانا خیر محمد جالندھری

مہتمم جامعہ عربیہ خیر المدارس۔ ملتان

سید ابن حسن برنی

جائنٹ پریذیڈنٹ یونائیٹڈ بنک پاکستان
کراچی

بسم اللہ

Mufti Mohd. Shafi
President Executive Committee,
DARUL-ULUM KARACHI-1.
Member Board of
TALIMAT-E-ISLAMIAH
Constituent Assembly of Pakistan.

مفتی محمد شفیع
مجلس نظما دار العلوم کراچی
رکن مجلس تعلیمات اسلامیہ مجلس آئین ساز پاکستان

مکرمی — السلام علیکم و رحمۃ اللہ

DEPARTMENT OF ARABIC & ISLAMIC STUDIES
UNIVERSITY OF DACCA
Ramna P. O.

TRUTH SHALL PREVAIL

گرامی قدر

السلام علیکم۔

EHTISHAMUL HAQ THANVI

١٢ - جولائی ١٩٥٨ء

ہفتہ وار صدق جدید
دریاباد ضلع بارہ بنکی
مورخہ ۲۵ ... ١٩٥٥ء

دفتر مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان شہر پاکستان
١٣٢٩ھ

مخدومی و محترمی مفتی صاحب
السلام علیکم

I. H. Burney
EXECUTIVE VICE PRESIDENT
UNITED BANK LIMITED

مولانا مفتی کفایت اللہ
مفتی ہند و مہتمم مدرسہ امینیہ
دہلی


مولانا شبیر علی تھانوی
مہتمم خانقاہ امدادیہ - تھانہ بھون
یو-پی

نواب حافظ جمشید علیخان
آف باغپت
یارِغار قائد اعظم

خان بہادر نواب سر مخدوم مرید حُسین قریشی
ممبر سنٹرل اسمبلی
مُلتان

حمید نظامی
مدیر شہیر روزنامہ "نوائے وقت"
لاہور

بسم اللہ


باب القریش
ملتان شہر
۳۰ شعبان المعظم
۱۳۶۲ھ
NAWA-I-WAQT PUBLICATIONS LIMITED

مولانا احمد علی لاہوری

مفسر قرآن و بانی انجمن خدام الدین۔ شیرانوالہ دروازہ

لاہور

پروفیسر حمید احمد خان

وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی

لاہور

سید نصرت حسن

چیئرمین کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن پاکستان

کراچی

پروفیسر عرش صدیقی

رجسٹرار۔ ملتان یونیورسٹی

ملتان

پروفیسر عاصی کرنالی

گورنمنٹ علمدار حسین اسلامیہ کالج

ملتان

خلق

بسم اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

از دروازہ شیرانوالہ

بخدمت عبدالرحمن خان صاحب

پروفیسر حمید احمد خان، (ستارۂ امتیاز)،
ایم اے، ایم لٹ (کینٹب)،
وائس چانسلر

سینٹ ہال، لاہور

۵ جنوری ۱۹۶۸

مکرمی منشی صاحب

مخلص
حمید احمد

COTTON EXPORT CORPORATION OF PAKISTAN LTD.

PAKISTAN

NUSRAT HASAN
CHAIRMAN

مکرمی و محترمی جناب والسلام

منشی عبدالرحمن خان نصرت حسن

From
I. R. Arsh Siddiqui,
REGISTRAR
UNIVERSITY OF MULTAN

منشی عبدالرحمن خان صاحب

عاصی کرنالی

اسسٹنٹ پروفیسر

گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان

خان محمد اسد خان اسد ملتانی

ڈپٹی سیکرٹری حکومت ۔ پاکستان

سیّد خالد جامعی

معتمد اعلیٰ آغا شورش کاشمیری ۔ یادگاری ادبی انجمن ۔ کراچی

مولانا عبدالشکور دین پوری

صدر مرکزی مجلس تحفظ حقوق اہل سنت والجماعت ۔ پاکستان

علّامہ طالوت مُلتان

رُکن ادارہ، روزنامہ زمیندار ۔ لاہور

اطہر حسین

ڈپٹی مینجنگ ڈائریکٹر نیشنل بنک آف پاکستان ۔ کراچی

ایم، ایم جوہر

ڈائریکٹر سٹاف کالج ۔ لاہور

پروفیسر ڈاکٹر الطاف علی قریشی

وائس چانسلر مُلتان یونیورسٹی ۔ مُلتان

بسم اللہ

مخلص

عزیز مکرم

خالد

معتمد اعلیٰ

آغا شورش کاشمیری

یادگاری ادبی انجمن

مرکزی مجلس تحفظ حقوق اہل سنت وجماعت پاکستان

National Bank of Pakistan

International Division
Head Office:

ATHAR HUSAIN
Senior Executive Vice President
Member, Executive Board

National Bank of Pakistan

STAFF COLLEGE

M. M. JAUHER
Director

پروفیسر ڈاکٹر محمد الطاف علی قریشی

وائس چانسلر یونیورسٹی ملتان ـ پاکستان

محترم منشی صاحب ! سلام مسنون

محمد منصور الزماں صدیقی

مہتمم و متولی صدیقی ٹرسٹ

کراچی

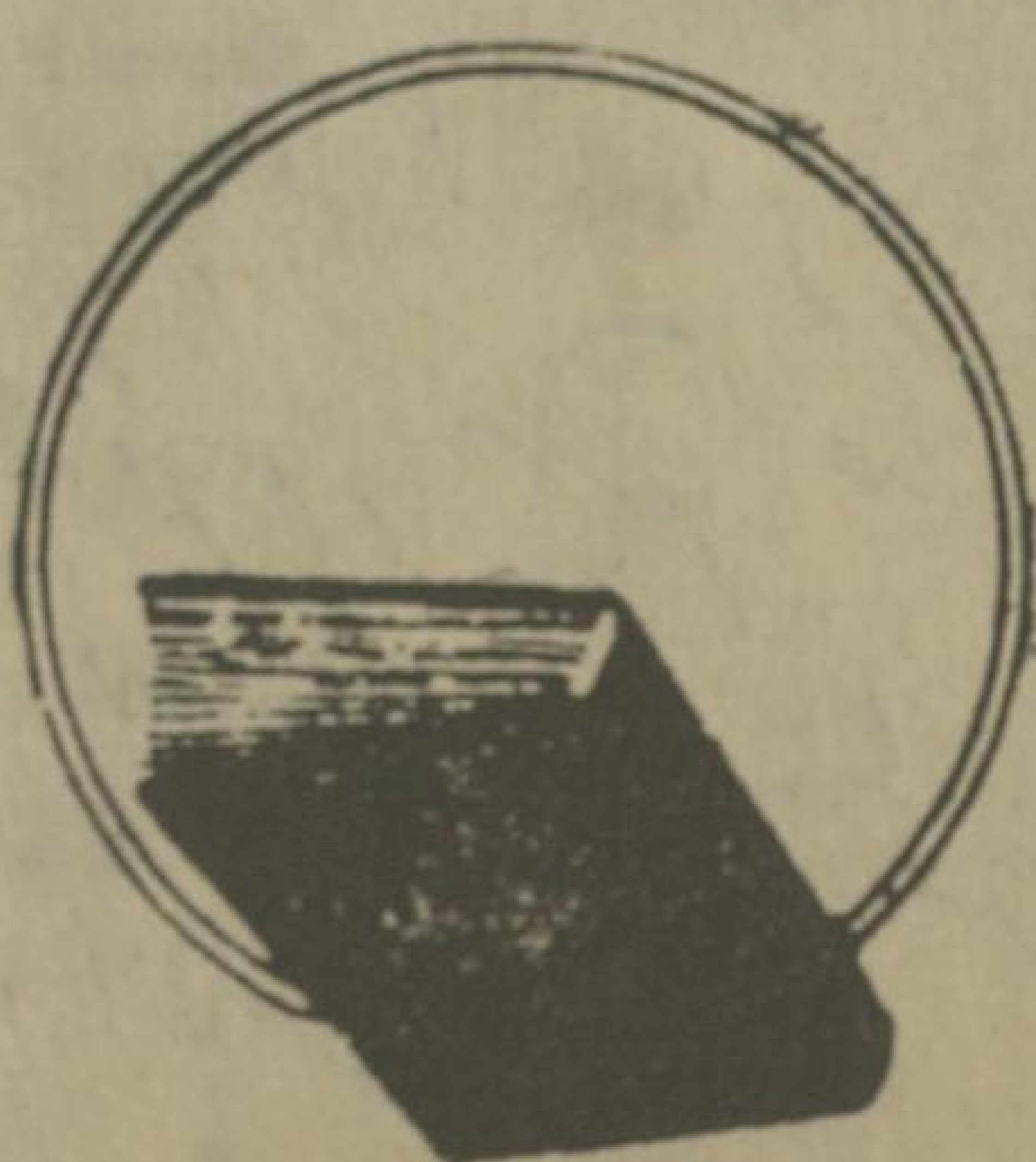
مولانا محمد حسین

صدر مؤتمر علمار شیعہ پاکستان

سرگودھا

پروفیسر ڈاکٹر اسد اریب

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۔ اسلام آباد



بسم الله

تبلیغی - اصلاحی - تعلیمی - فلاحی اور سماجی خدمات کا

صدیقی ٹرسٹ کراچی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم — بسم اللہ الرحمن الرحیم — و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین

مؤتمر علماء شیعہ پاکستان

معرفت کوٹ فرید
سرگودھا.

فون نمبر
نشان چھٹی

ڈاکٹر اسد اریب
پی۔ایچ۔ڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توفیقاتِ الٰہی

دلِ دانا بھی دیا، دیدۂ بینا بھی دیا!
میرے اللہ نے مجھ پر کئے احساں کیا کیا

میرے عزیز دل اور مخلصوں کا ایک عرصہ سے تقاضا تھا کہ جہاں میں نے مختلف النوع کتابیں لکھ ڈالیں۔ وہاں ایک آدھ کتاب اپنے متعلق بھی لکھیں تاکہ دُنیا کو آپ کا علمی، ادبی، دینی اور تاریخی حدود اربعہ معلوم ہو جائے، جو آپکو کسی یونیورسٹی کا گریجویٹ یا کسی دارالعلوم کا عالم فاضل سمجھتی ہے۔

چونکہ ——— میری بعض کتابیں آٹھویں، دسویں اور ایم اے اسلامیات کے اضافی نصاب میں ایک عرصہ تک پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ اس لئے مجھے عام طور پر ایک گریجویٹ یا عالم فاضل تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ میں صرف نویں جماعت پاس ہوں۔ اس کے بعد تعلیمی سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا۔ اور کسی کے سامنے زانوئے ادب نہ کرنے کی نوبت نہ آئی۔

میری تحریروں میں جو دینی چاشنی پائی جاتی ہے۔ وہ تمام تر اہل اللہ کا

فیضِ نظر ہے کیونکہ بقول اکبر الہ آبادی ؎

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

مگر یہ نظر اسی وقت مؤثر ثابت ہوتی ہے، جب توفیقِ ایزدی بھی شاملِ حال ہو۔ استاذِ مکرم و محترم حضرت اسد ملتانیؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

حسنِ عمل کی سعی ضروری تو ہے مگر
اس کیلئے خدا سے بھی توفیق چاہیئے

یہ اسی توفیقِ الٰہی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت تک میری چالیس تخلیقات تصنیفات اور تالیفات منظرِ عام پر آکر اربابِ علم و فضل سے خراجِ تحسین پا چکی ہیں۔ ان میں سے ہر کتاب مختلف نوعیت کی ہے اور مختلف موضوع پر ہے۔ اس تعداد اور تنوع کی بنا پہ اہلِ علم مجھے جن تصور کرتے ہیں۔ اور اہلِ قلم الہ دین کا چراغ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ میں نہ جن ہوں اور نہ الہ دین کا چراغ! —— البتہ میرا معین و معاون ایک جن ضرور ہے۔ جسے سب جانتے اور پہچانتے ہیں، وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں۔ وقتی طور پر اس کی کارکردگی سے سب متاثر ہوتے ہیں۔ مگر بہت جلد اسے بھلا کر مکروہاتِ دُنیا میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہوں اور اسے اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتا۔ اس کی معیت ہر وقت بزبانِ حال اس امر کی یاد دہانی کراتی رہتی ہے کہ ——

"تم نے جو کچھ کرنا ہے جلد کر لو۔ کیا عجب کہ یہ سانس تمہارا آخری سانس ہو اور یہ لمحہ تمہارا آخری لمحہ —— اِتمہیں رات کو سونا اور دوسرا دن دیکھنا نصیب ہی نہ ہو۔ اس لئے اپنا وقت ضائع مت کرو

یہ خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا ضیاع یعنی اسے اپنے خالق و مالک کی مرضی و منشا کے خلاف خرچ کرنا بہت بڑی خیانت ہے۔"
اس لئے میں ہمہ وقت دُنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اسی دُھن اور دھیان میں لگا رہا کہ حق تعالیٰ نے پڑھنے اور لکھنے کی جو صلاحیتیں مجھے بخشی ہیں۔ وہ اسی کی راہ میں خرچ ہو جائیں۔ تاکہ اس کی امانت میں خیانت نہ ہو۔ موت کے احساس کا یہی وہ جن ہے۔ جس نے میری زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دیا اور میں نے وقت کی دولت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

دوسرے مرحلہ پر مجھے اس ارشادِ نبوی سے رہنمائی حاصل ہوئی کہ:۔

"اللہ اس آدمی کو تر و تازہ رکھے۔ جس نے میری بات سُن کر یاد کی۔ پھر اسے ان لوگوں تک پہنچایا۔ جنہوں نے نہ سُنی تھی۔ کیونکہ بہت سے مسئلہ جاننے والے بھی پورے سمجھدار نہیں ہوتے اور بسا اوقات لوگ ایک مسئلہ کو ایسے شخص تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے۔"

میں نے اس فرمانِ نبوی کو اصولِ زندگی بنا لیا۔ اور ۱۹۲۶ء سے اب تک اس پر عامل چلا آرہا ہوں اور میری ہر کتاب اس امر کی شاہدِ عدل ہے۔ تر و تازگی کی اس ضمانت پر میں نے دولت اور شہرت کو مقصودِ زندگی نہ بنایا اور نہ ہی اپنی تصنیفات و تالیفات سے دوسروں کی طرح کوئی مالی مفاد اٹھایا۔ "کچہری کی دنیا" کے سوا میری تمام کتابیں فری آف رائلٹی ہیں، کسی کا حق بحق مصنف یا ناشر محفوظ نہیں ہے۔ جو چاہے ان کو چھاپ سکتا ہے اور مالی مفاد اٹھا سکتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ میں پاکستان کا پہلا قلم کار ہوں جس کی کتابوں پر کوئی رائلٹی نہیں تاکہ ان کی اشاعت بڑھے اور لوگ ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں۔

تیسری بات جو میرے کان میں پڑی وہ یہ تھی ؏

"تُو خدا کا ہو کر ہو جائے خدا تیرے لئے"

جس کی تائید اس بات سے ہوئی کہ ؏

جے توں ہو دیں میرا تے سارا جگ تیرا"

اِن دو باتوں نے بسرعت تمام میرے دل و دماغ سے غیر اللہ کو نکال باہر کیا اور اس میں اللہ کے تصور کے سوا کچھ باقی نہ رہنے دیا۔ دُنیا کی گوناگوں مصروفیات اور مکروہات میں پھنسے اور اُلجھے رہنے کے باوجود، میں ہر سانس پر، ہر بات پر، ہر گام پر، ہر کام پر اور ہر مقام پر اپنے خالق و مالک کی خوشنودی اور رضاجوئی کے لئے کوشاں رہا اور ذکر و فکر کا عادی ہو گیا ؎

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

کچہری کی دُنیا میں پہنچنے کے بعد کم و بیش ہر شخص خدا و رسول کو بھول جاتا ہے مگر وہاں بھی مجھے یہ خدائی سگنل ہر قدم پر سنائی دیتا رہا۔

ھو معکم این ما کنتم

"تم جہاں بھی جاتے ہو۔ میں تو تمہارے ساتھ ساتھ ہوتا ہوں۔"

جس کی قرآنی سگنل یوں تائید کرتا رہا:-

ان ربک لبالمرصاد (الفجر ۱۴)

"بلاشبہ تیرا پروردگار تو تجھے ہر دم جھانک رہا ہے۔"

ان ارشادات کی بدولت میں کچہری کی مروجہ خرابیوں سے بفضلہ تعالیٰ بچا رہا۔ اس حزم و احتیاط کی بدولت ہر مرحلہ پر توفیقاتِ الٰہی شاملِ حال رہیں۔ — اور

بفضلہٖ تعالیٰ میں ہر لمحہ اللہ کا حضور، اس کا لمس اور اس کا اتصال اس طرح محسوس کرنے لگا کہ دل میں جو بھی خواہش پیدا ہوتی وہ زود یا بدیر پوری ہو کر رہتی اور مجھے اپنی ایسی کوئی خواہش یاد نہیں جو پیدا ہوئی ہو اور پوری نہ ہوئی ہو۔ جس کی تفصیل میری زیرِ قلم آپ بیتی میں انشاء اللہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

مجھے جن یا الہ دین کا چراغ یا میری تخلیقات و تالیفات کو میری کرامات قرار دینے والے وہ اربابِ نظر ہیں۔ جن کی نظریں صرف اسباب کی سرحد تک پہنچتی ہیں مسبب الاسباب تک نہیں پہنچتیں۔ جو کسی کو قابلِ نفرین مقام پر بٹھا کر اس سے قابلِ تحسین و آفرین کام لے سکتا ہے۔ جیسا کہ اس ارشادِ ربانی سے ظاہر ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ (النور)

"اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا۔ تو تم میں سے کوئی بھی نہ سنورتا۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے سنوارتا ہے۔"

اندریں حالات میری قلمی کرامات کسبی نہیں تمام تر وہبی ہیں۔ جب اہل اپنا فرض بھول جاتے ہیں تو صاحب کُن فیکون مجھ ایسے نااہلوں کو توفیقاتِ خاص سے نواز کر ان سے کام لے لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کبھی کوئی کتاب اپنی مرضی و منشا سے نہیں لکھی۔ ورنہ وہ سٹائلش رائٹرز کی طرح ایک ہی نوعیت کی ہوتیں مختلف النوع نہ ہوتیں۔ جب بھی مجھے کچھ القا ہوتا میں اسی وقت وہ کام شروع کر دیتا۔ اس کے لئے مجھے کسی کے پیچھے دوڑنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ ہر چیز مجھے اپنی لائبریری سے ہی مل جاتی۔ مجھے کبھی کسی لائبریری سے کوئی کتاب مستعار

لینے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی جب بھی کسی کتاب کی ضرورت پڑتی تو الماری کھولتے ہی نظر اسی کتاب پر پڑتی۔ کتاب اٹھاتے ہی وہ صفحہ کھلتا۔ جس پر مطلوبہ حوالہ درج ہوتا جب لکھنے بیٹھتا تو زیادہ سوچ بچار کی ضرورت نہ پڑتی، قلم خود بخود رواں دواں رہتا یہ کام عام طور پر رات کے دو بجے شروع ہو کر صبح کی اذان پر ختم ہو جاتا۔

دنیاوی جھمیلوں سے فارغ ہو کر جب شام کو اپنے گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر گزشتہ رات کے لکھے ہوئے مضمون کا جائزہ لیتا۔ تو ارباب علم و قلم کی طرح میں بھی ششدر و حیران رہ جاتا اور سوچنے لگتا کہ کیا واقعی یہ میرے قلم کی تحریر ہے، اس طرح میرا مہینوں کا کام دنوں میں اور گھنٹوں کا کام منٹوں میں مکمل ہوتا رہا۔ اسی لئے میری جن ضخیم کتابوں کے متعلق اہل علم و فضل کا اندازہ ہے کہ وہ کئی سالوں میں مکمل ہوئی ہوں گی وہ فی الواقعہ کئی مہینوں میں لکھی گئیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اسی طرح جب بھی میری کوئی کتاب مکمل ہوئی تو غیب سے اس کی فوری اشاعت کے اسباب بھی پیدا ہو گئے اور وہ بلا تاخیر منظر عام پر آگئی۔ جسے کسی نے حیرت اور کسی نے رشک سے دیکھا۔ اور جماعت اسلامی کے نقیب مولانا ماہر القادری مدیر ماہنامہ "فاران" — کراچی کو بدوران تبصرہ ان الفاظ میں اپنی حیرت کا اظہار کرنا پڑا کہ —

"منشی صاحب کی کتاب یہ کتاب بازار میں آ رہی ہے"

ان کی یہ حیرت تھی بھی بجا۔ کیونکہ زر پرستی، خود غرضی اور فریب کاری کے اس دور میں ناشرین نے ایسے حالات پیدا کر رکھے ہیں کہ کوئی کتاب چھپوانا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ یہ کس طرح مصنفین کا خون چوستے ہیں۔ اس کی تفصیل

اگلی کتاب میں ملاحظہ فرمائیے گا۔

غرض کہ —— میری ساری قلم کاری توفیقاتِ الٰہی کا نتیجہ ہے۔ جو ہر مرحلہ پر میرے شامل حال رہیں اور دوسروں کو ورطۂ حیرت میں ڈالتی رہیں۔

ان توفیقات کی دوسری کڑی میرا عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ہے ایک رات جب مجھے اس سلسلہ میں اشارہ ہوا تو میں نے حسب عادت اسی وقت اٹھکر عالمی تبلیغی منصوبہ کا خاکہ تیار کیا۔ اسے چلانے کے لئے ادارہ کا نام تجویز کر کے ایک تعارفی خط لکھا۔ جس کا مسودہ صبح کو مسٹر ایم، ایم جوہر منیجر نیشنل بنک ملتان کو دکھایا۔ جو صرف نام کے جوہر نہ تھے بلکہ جوہری بھی تھے۔ مگر تھے تہذیب جدید کا ماڈل۔ دینداری کے ان پر بظاہر کوئی آثار نظر نہ آتے تھے —— انہوں نے میرے مسودہ کو پڑھتے ہی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک معقول رقم نکال کر میرے سامنے رکھدی کہ یہ تعارفی خط میرے ان پیسوں سے چھپوا کر تقسیم کر دیں۔ حالانکہ میں نے ان سے اس کے اخراجات کے لئے نہ کوئی ذکر کیا تھا۔ اور نہ ان سے بظاہر کوئی ایسی اُمید تھی۔

اس اقدام کو میں نے تائیدِ ایزدی پر محمول کیا اور وہ تعارف نامہ چھپوا کر "دیندار حلقوں" اور مغرب زدہ طبقوں میں تقسیم کر دیا۔ "دیندار حلقوں سے تو کسی نے دستِ تعاون نہ بڑھایا اور وہ بزبانِ حال اس شعر کا مصداق نکلے ؎

گر جان مے طلبی مضائقہ نیست

گر زر مے طلبی سخن دریں است

مگر میں نے توکل علی اللہ اخراجات کا بندوبست کئے بغیر پہلا مجلہ —— "مغرب میں مذہب" —— چھپنے کے لئے دیدیا۔ چند دنوں بعد اس کا ۹۹/۴-/ روپے کا بل آگیا تو اس وقت مجھے اپنی کوتاہی کا احساس ہوا۔ کہ اس بل

کی ادائیگی کیسے ہو۔ اتنے میں دروازہ پر دستک ہوئی۔ اسی سوچ وبچار میں میں باہر نکلا تو چٹھی رساں ایک رجسٹری لئے کھڑا تھا۔ اسے بڑی بے اعتنائی سے وصول کر کے کھولا تو اس میں سے پانچ سو روپے کا ڈرافٹ اور میرے نام صرف اس قدر لکھا ہوا ایک رقعہ برآمد ہوا :-

" آپ نے جو تبلیغی سلسلہ شروع کیا ہے یہ اس ضمن میں بھیج رہا ہوں "

بھیجنے والے کو میں نہیں جانتا تھا۔ اس کا نام محمد علی یا احمد علی تھا۔ اور وہ چٹاگانگ سابق مشرقی پاکستان کا رہنے والا تھا۔ اس غیبی امداد سے میری ہمت بڑھی۔ ۴۹۹/- روپے پریس والے کے حوالے کئے اور ایک روپیہ تانگے والے کو دیکر پانچ ہزار رسالہ اٹھا کر واپس آیا۔ اور دوسرا رسالہ ـــــ خدا اور سائنس ـــــ چھپنے کے لئے پریس میں بھجوا دیا۔ اس مرتبہ بھی طباعت وغیرہ کے اخراجات کا کوئی انتظام نہ کر سکا ایک ماہ بعد جب اس رسالہ کے چھپنے اور بل ادا کرنے کی اطلاع آئی تو مجھ پر کچھ گھبراہٹ سی طاری ہونے لگی کہ اب کیا کیا جائے۔ اسی فکر میں باہر نکلا تو ڈاکیے نے پھر ایک رجسٹری دی۔ کھولی تو اس میں سے سفیر پاکستان متعینہ ہالینڈ جناب قدرت اللہ شہاب کی طرف سے پانچسو روپے کا ڈرافٹ اور اس تبلیغی تحریک کے متعلق پروانۂ خوشنودی نکلا۔ میں سجدۂ شکر بجا لایا اور اس عقیدہ پر پختہ ہو گیا کہ ؎

خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے
کہ ہیں عارضی زور سارے کے سارے

اور میں حیران رہا کہ ملتان یا مغربی پاکستان سے اس نیک مقصد میں اعانت کی کسی کو توفیق نصیب نہ ہوئی۔ اگر اس کے لئے قرعہ پڑا تو ایک ہزار میل دور یا سات سمندر پار رہنے والوں کے نام۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اللہ کی گڈ بک میں

زیادہ تر دہی لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو بظاہر دینداری کا دعویٰ یا مظاہرہ نہیں کرتے جیسا کہ گذشتہ چودہ سال کے عرصہ میں بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا۔ کیونکہ اس ادارہ کو چلانے کے لئے ایسے گوشوں سے بر وقت امداد پہنچتی رہتی ہے جو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں انسان جب حصولِ رضائے الٰہی اور خدمتِ دینِ متین کا ارادہ کرتا ہے تو توفیقاتِ الٰہی اسی طرح اس کا محاصرہ کرتی رہتی ہیں۔ جو بعض کے لئے حسرت، بعض کے لئے حیرت، بعض کے لئے حسد اور بعض کے لئے رشک کا باعث بنتی ہیں۔

میری مذکورہ بالا وضاحت سے ان دانشوروں کی تو کچھ تسلی ہوگئی۔ جو اسباب کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ جن کی نظر اسباب کی سرحد کے پار مسبب الاسباب اور صاحبِ توفیقات تک نہ پہنچ رہی تھی اور جو مجھے انسان کی بجائے جن تصور کرتے تھے۔ لیکن اس سے ان حضرات کی تشفی نہ ہوئی۔ جو میرے ماضی میں جھانکنا چاہتے تھے اور میری قلم کاریوں کی نوعیت و تفصیل جاننا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر میں نے "نقوشِ زندگی" کے نام سے ایک کتاب لکھنا شروع کی۔ ابھی اپنے ماضی کی کچھ جھلکیاں قلم بند کی تھیں کہ خود نمائی، خود ستائی اور خود ثنائی کے طعنوں کے خوف سے اسے نامکمل چھوڑ دیا۔ جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک پولیس افسر نے اس نام سے اپنی کتاب چھپوا دی۔ جو اس نے مجھ سے سن رکھا تھا۔ دیدہ دلیری اور سینہ زوری کی اس واردات کے بعد میں نے کتاب مذکور چھپوانے کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔ کہ یہ اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے۔ یہ خبر سن کر میرے محسن جناب محمد منصور الزمان صاحب صدیقی نے کراچی سے اس بنا پر مذکورہ بالا کتاب چھپوانے کی تحریک شروع کر دی کہ وہ نشانِ راہ اور درسِ عمل کا کام دیگی۔

راقم ان کے اس مخلصانہ مشورے کو بدیں وجہ ٹالتا رہا کہ اپنی آپ بیتی لکھنا بڑا دشوار

کام ہے۔ اگر انسان اپنی برائی کرے تو برا لگتا ہے۔ اگر تعریف کرے تو یہ اکثر پڑھنے والوں کو ناگوار گزرتی ہے۔ ابھی میں اس سلسلہ میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے پروفیسر ڈاکٹر اسد اریب کی طرف سے یہ تجویز موصول ہوئی کہ ــــــ " اگر سر دست آپ اپنی آپ بیتی شائع نہیں کرنا چاہتے تو آپ کے متعلق ارباب علم و فضل اب تک جو کچھ اپنے خطوں، تبصروں، تنقیدوں، دیباچوں اور مقالوں میں لکھ چکے ہیں وہی جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے تا کہ اس کے آئینہ میں ہم دیکھ سکیں کہ

" کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا "

ادارہ کی مجلس ادارت کے معزز رکن ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی نے اس کی ان الفاظ میں تائید کی کہ:" انسان اپنے متعلق اتنا نہیں جانتا جتنا دوسرے اس کے متعلق جانتے یا رائے رکھتے ہیں اس لئے ۱۹۳۳ء سے ۱۹۷۸ء تک مشاہیر پاک و ہند جو کچھ آپ کے متعلق لکھ چکے ہیں اور جو مختلف کتابوں اور جریدوں میں شائع ہو چکا ہے وہ بعد تلاش ہمارے حوالے کر دیں ہم اسے ادارہ کی طرف سے چھاپ دیں گے۔ اور یہ تاریخی سرمایہ ضائع ہونے کی بجائے آپکی زندگی میں ہی محفوظ ہو جائے گا تا کہ آنیوالی نسلوں اور مؤرخوں کے کام آ سکے "۔

ان تقاضوں کے پیش نظر میں نے اپنے نواسہ خلیل الرحمٰن خان سلمہٗ کو اپنی لائبریری سے ضروری مواد تلاش کرنے کی اجازت دیدی اور ادارہ نے اسے کتابی جامہ پہنا کر آپ تک پہنچا دیا۔ جو صرف میرا سوانحی خاکہ ہی نہیں۔ بلکہ اہل نظر کے نظریات کی تصویر اور اس دور کی ایک گونہ تاریخ بھی ہے۔

احقر العباد

منشی عبدالرحمٰن خان

چہل بیک۔ ملتان ۶ جنوری ۱۹۷۹ء

سید خالد جامعی
معتمدِ اعلیٰ آغا شورش کاشمیری
یادگاری ادبی انجمن، کراچی

نذرانۂ عقیدت و محبّت

منشی عبدالرحمٰن خان صاحب، جس انداز سے اسلام کی خدمت فرما رہے ہیں اس کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس دَور میں جب کہ ہر طرف ظلمت کی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ نیکی شرما رہی ہے۔ بدی دندنا رہی ہے۔ اس ظلمت میں۔ اس تاریکی میں۔ اس سیاہی میں، اس اندھیرے میں۔ آپ کا ادارہ، آپ کا ارادہ آپ کا قلم، آپ کا قدم۔ آپ کی ہمت، آپ کی استطاعت۔ آپ کا کا ولولہ، آپ کا حوصلہ، آپ کی جوانمردی، آپ کی پامردی۔ آپ کا جوش آپ کا جذبہ، آپ کی لگن، آپ کی دُھن ....

سوچتا ہوں کہ ——— کس انداز سے تعریف کروں۔ ایک حقیر شخص کا حقیر سا نذرانۂ عقیدت و محبت قبول ہو!

آپ کا نیازمند

خالد

مس شہناز اختر ایم اے
مری

عظیم شخصیت

اس پُرفتن دور میں جب کہ انسانیت برق رفتاری سے حیوانیت کی راہوں پر گامزن ہے قدم قدم پر اخلاق، کردار اور غیرت کے یوں جنازے اُٹھتے اور شریعت کے اصول و قوانین کا یوں قتل عام ہوتا نظر آتا ہے کہ بے اختیار لب پکار اُٹھتے ہیں کہ اے قادرِ مطلق : یہ مناظر دیکھ کر تیرا غضب کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا؟ تیرا عرش کیوں نہیں کانپ اُٹھتا؟ قیامت کیوں نہیں آجاتی؟ اور پھر ایسے ہی کچھ لمحوں میں افقِ ذہن پر قوتِ ایمانی کے نور سے منوّر خال خال چہرے نمودار ہونے لگتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ذہن میں کلبلانے والے سوال کا جواب یوں مِل جاتا ہے کہ :—

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

جن کے دل خشیتِ الٰہی سے معمور اور عشقِ رسول میں سرشار ہیں۔ جن کے اذہان خیر و شر اور حق و باطل کے امتیاز کی صلاحیت کا خزینہ ہیں۔ اور جن کا کردار اعلیٰ و ارفع اقدار کا حامل ہے انہی فرزندانِ توحید اور جاں نثارانِ رسالت کو دیکھ کر قدرتِ کاملہ اپنے مجرمین کی رسّی ڈھیلی کئے جاتی ہو گی کہ اپنے نام لیواؤں پر آنچ نہ آنے پائے۔ کچھ ایسی ہی عظیم اور واجب الاحترام شخصیات میں سے ایک شخصیت میرے ذہن میں معروف مصنف — جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب — کی ہے۔ جن کی بے شمار تصانیف حق و معارف کا مہکتا ہوا دبستان ہیں۔ سارا دن کچہری میں گزارنے کے باوجود جن کی ذات بیک وقت ملتان کے چودہ اداروں میں مختلف حیثیتوں سے سرگرمِ عمل ہے خالی ادارہ اشاعتِ علومِ اسلامیہ ہو یا مدرسہ عربیہ خیر المدارس، گونگے بہروں کے مفاد کی سوسائٹی

ہو یا پرنٹرز ایسوسی ایشن، حاجی حمید الدین کا ٹرسٹ ہو یا انجمن خدام اسلام۔ مکتبہ اشرف المعارف ہو یا عالمی تبلیغی ادارہ، قرآنی لائبریری ہو یا میونسپل کمیٹی، رائٹرز گلڈ ہو یا ایوانِ ادب، مجلس اقبال ہو یا ملتان آرٹ پریس ہر جا خانصاحب ادارے کے روحِ رواں کی حیثیت سے آپکو ملیں گے۔ فخر و غرور سے سربلند کئے نہیں بلکہ سراپا عجز و انکسار اور مرقعِ سادگی بن کر، نمود و نمائش سے گریزاں غمِ جاناں اور غمِ دوراں کی ان گنت مصروفیات جو یہ حیران کن طور پر بھگتاتے نظر آتے ہیں انہیں دیکھ کر دل و دماغ کے نہاں خانوں میں یہ شبہ ضرور رینگتا ہے کہ کوئی مافوق الفطرت طاقت، کوئی چراغِ الہ دین ضرور ان کے قبضہ میں ہے۔ اس راز کا پردہ چاک کرنا چاہتے ہوں تو ذرا چوبیس گھنٹے ان کی حرکات و سکنات پر نظر رکھیئے عقدہ کشائی ہو جائے گی۔ بھلا جو شخص دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چار گھنٹے کے لئے تھکے ماندے اعصاب کو آرام پہنچانے کی غرض سے بستر کا رُخ کرتا ہو، جب دُنیا پڑی خوابِ خرگوش کے مزے لوٹتی ہو یہ شخص زمانے بھر کا درد اپنے دل میں سموئے کبھی خداوند کے حضور سجدہ ریز ہوتا۔ اور کبھی تصنیف و تالیف کے میدان میں سرپٹ گھوڑے دوڑاتا ہو۔ دن کی روشنی میں جب کہ ہم جیسے انسان گھنٹوں کے حساب سے وقت بیکار مشاغل، دوستوں سے گپ بازی اور سیر و تفریح میں گزارتے ہیں۔ اس ہستی کو ایک ایک لمحہ کائنات کی ہر دولت کے مقابلہ میں اتنا عزیز ہو کہ سامنے رفیقۂ حیات کی نعش ہو۔ عزیز و اقارب تجہیز و تکفین کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہوں اور دائمی جدائی کے غم میں نڈھال ہوئے جا رہے ہوں۔ یہ بیٹھے اپنا کام نپٹانے میں مصروف ہوں۔ دُختر عزیزہ کا خطرناک قسم کا آپریشن ہو رہا ہو اور یہ آپریشن تھیٹر کے باہر بیٹھے قلم چلا رہے ہوں۔ مطالعہ کئے جا رہے ہوں۔ اللہ کی ذات پر اتنا توکل اور وقت کا ایسا رسیا آج کی دُنیا میں کم ہی ملتا ہے۔ انسان جو وقت کو خدا اور بندوں کی امانت سمجھتا ہو۔ اور جسے ایک لمحہ کو بھی ضائع کرنا گوارا نہ ہو۔ جو وقت کی طنابیں اپنے ہاتھ میں ہمہ وقت رکھتا ہو۔ اس کے درجنوں کام بغیر کسی جنی طاقت کے آن کی آن میں کیونکر پایۂ تکمیل کو نہ پہنچیں، بقول منشی صاحب :-

"وقت میرا نہیں۔ جس کا ہے، اسی کی راہ میں۔ اسی کے بندوں کے لئے خرچ ہونا رہتا ہے۔ اسی لئے وہ اس میں برکت پیدا کر دیتا ہے کہ وقت پھیل جاتا ہے"

اور کام سمٹ آتا ہے "

کامیابی کا گُر ان کے نزدیک جو ہے انہی کے الفاظ میں سنیئے :۔

" دراصل ؎

زندگی کا راستہ تھا بے نیازِ پیچ و خم
آرزوں نے ہزاروں پیچ وخم پیدا کیے

آرزوں کی دُنیا اگر کنٹرول ہو جائے اور زندگی کا متعین راستہ ہی سختی سے اختیار کر لیا جائے تو پھر بفضلہٖ تعالیٰ ہر کام آسان ہو جاتا ہے ، ہر راستہ کھُل جاتا ہے اور کامیابی آگے بڑھ کر استقبال کرتی ہے "

کسی پر غم کا پہاڑ ٹوٹتا ہے، تو ہم رسمی طور پر تسلی و تشفی کے لئے " صبرِ ایوب " کی مثال دیتے اور اس کی تاکید و دُعا کرتے ہیں ۔ یہ الفاظ حقیقت کے پیکر میں جناب منشی عبدالرحمٰن خانصاحب کی ذات میں جلوہ گر ہوتی ہے ۔ ان کا ۱۷ سالہ لختِ جگر کسی شقی القلب کے چاقو کا شکار ہوتا ہے اور پھر راہیِ ملکِ عدم ہو جاتا ہے ۔ نعش گھر پہنچتی ہے ۔ تو ایک کہرام مچ جاتا ہے ۔ قیامت برپا ہو جاتی ہے ۔ اور یہ صبرِ مجسم بن کر سب کو صبر کی تلقین کرتا ہے ۔ کہ اب رو دھو کر میرے بیٹے کو اذیت نہ پہنچاؤ ۔ اور یہ صبر و انضباط کا پیکر، ثبات و استقلال کا ہمالیہ ۔ نورِ نظر کو لحد میں اتارتے ہوئے ۔ نازوں پلے کو منوں مٹی تلے دباتے ہوئے اپنا گریباں چاک نہیں کرتا ۔ اپنا سر دیواروں سے نہیں ٹکراتا ۔ بلکہ یوں گویا ہوتا ہے :۔

" موت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے ۔ جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کا پسندیدہ تحفہ فرمایا ہے ۔ موت کا وقت کسی نہ کسی حکمت پر مقرر ہوتا ہے ۔ جس میں ہماری بہتری مضمر ہوتی ہے ۔ چوں کہ ہماری ظاہر بین نظریں اس حکمت کا احاطہ نہیں کر سکتیں ۔ اس لئے ہم وقفِ آہ و فغاں ہو جاتے ہیں لیکن اگر حقیقت پر نظر ہے تو پھر غم و اندوہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ امانت کی واپسی کا رنج اس وقت ہوتا ہے ۔ جب انسان اسے اپنی ملکیت سمجھ بیٹھتا ہے اور واپس

کرنے میں ہچکچاتا ہے۔ لیکن اس سے جو تعلق خاطر جو انس پیدا ہو جاتا ہے وہ اثر ضرور دکھاتا ہے۔ یہ ایک غیر اختیاری اور طبعی چیز ہے اور اسی پر ضبط صبر کہلاتا ہے۔ جس کا اجر پیش نظر ہے تو پھر یہ اثر بھی جلدی زائل ہو جاتا ہے۔"

فی زمانہ جب کہ ہر شخص کو خرمن سیم و زر کی ہوس ہے اور مادی میدان میں ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش میں سرگرم ہے۔ اور یہی تمنا لئے ہوئے ہے کہ وہ "ترقی" کی اس دوڑ میں دوسروں سے بازی لے جائے۔ جناب عبدالرحمٰن خان کا ظرف ملاحظہ فرمائیے۔ کہ وہ مادیت کی بجائے زاد حاجت اور فراست ایمانی کے حریص ہیں۔ اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ نیکی کے مواقع فراہم کرنے کی سعی میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ ان کے ادارہ عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ کی رکنیت اختیار کرنے والوں کے لئے ماہانہ چندہ صرف دو روپے مقرر ہے۔ جس میں وہ دو روپے بیس پیسے کے رسالے اپنے خرچ پر پوسٹ کرتے ہیں: تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ تبلیغ کے کار خیر میں حصہ لے سکیں۔ اس کے لئے بھی احتیاط کا یہ عالم ہے کہ:۔

"میں ادارہ کے چندہ کے لئے تقاضا نہیں کرتا کہ اس طرح دینے والے کے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔ جو چیز رضاکارانہ طور پر آئے وہ خلوص کے زمرے میں آکر زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ اس لئے حسب گنجائش جو چاہیں سالانہ یا ششماہی بھیج دیا کریں۔"

دسمبر ۱۹۷۴ء میں سرزمین قدس کے لئے جو طلب صادق اور ذوق کامل کیساتھ شوق دید کی تکمیل ہوئی تو مکہ مکرمہ پہنچ کر محبت کی نئی ہیں یوں سرشار ہوئے کہ کافی دنوں بعد وہاں سے لکھتے ہیں کہ:۔

"یہاں آنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے اس دنیا سے اس دنیا میں منتقل ہو جانا۔ یہاں آکر کچھ یاد نہ رہا کہ کہاں سے آیا ہوں اور کن کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ کئی دنوں بعد گھر یاد آیا تو ان کو خط لکھا۔"

ہر کام کو ذوق و شوق، پروانہ وار اور دیوانہ وار کرنے والے منشی صاحب کے نزدیک ہر نشست

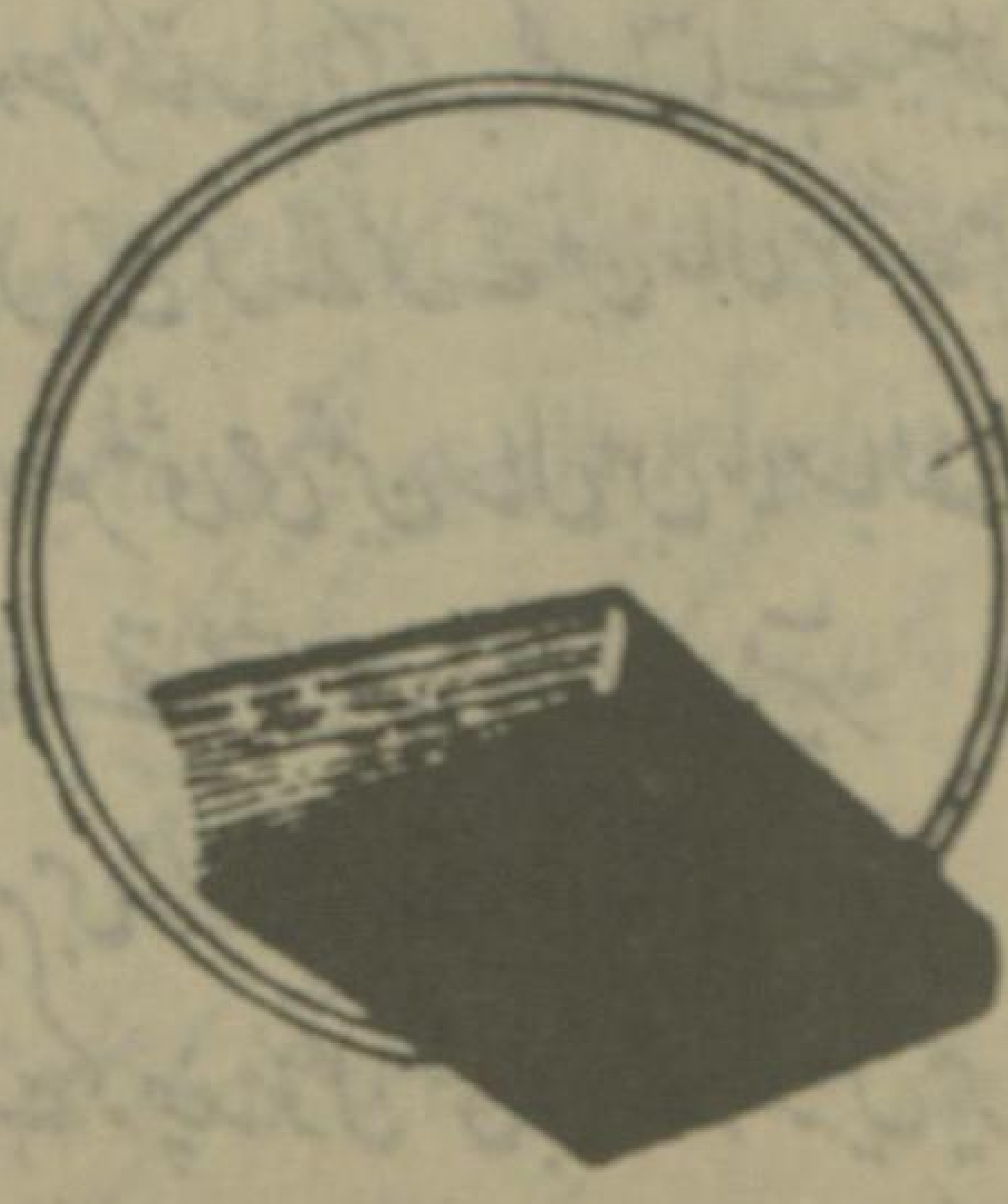
کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی تاریخ اور اپنی روایات کی یاد کو دل میں تازہ رکھے ۔

تاریخ اقوامِ عالم زندگی کے لئے قوتِ حافظہ کا حکم رکھتی ہے ۔ حافظہ ہی وہ چیز ہے جس سے فرد کے مختلف ادراکات میں ربط و تسلسل پیدا ہوتا ہے ۔ جس طرح خارجی حیات کے ہجوم میں حافظہ احساسِ خودی کا محافظ ہے ۔ اسی طرح تاریخ اور روایات کی کہانی سے ملت کی زندگی کے مختلف ادوار میں ربط پیدا ہوتا ہے اور یہی شیرازہ بندی اس کے شعورِ خودی کی کفیل اور اس کے بقائے دوام کی ضامن ہے ۔ وہی قومیں دنیا میں زندہ رہتی ہیں جو اپنے حال کا رشتہ ایک طرف ماضی سے اور دوسری طرف مستقبل سے استوار کرتی ہیں ۔ ماضی کی روایات کی روشنی اور ماضی کے اسباق کی رہنمائی میں اپنی راہیں متعین کرتی ہیں ۔

چنانچہ انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ؎

دکھاؤں گا جہاں کو جو میری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا

("بہارِ رفتہ" صہ ۲۱ تا ۲۳)



عاصی کرنالی اسسٹنٹ پروفیسر
گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج، ملتان

مثالی شخصیت

منشی عبدالرحمٰن خان کے بارے میں سب سے پہلے تو یہ فیصلہ ہو جانا چاہیے کہ یہ ایک فرد کا نام ہے یا ایک جماعت کا۔ یہ کوئی شخصِ واحد ہے یا کوئی ادارہ۔ یہ ایک انشاپرداز ہے یا انشا پردازوں کی کوئی یونیورسٹی۔ یہ کوئی بشر ہے یا مافوق الفطرت مخلوق۔ اس شخص کو قلم کے ذریعے لکھنا آتا ہے یا ساحری کرنا۔ یہ ہماری آج کی سوسائٹی کا کوئی کردار ہے یا ماضی کا کوئی داستانی ہیرو۔ یہ خود کوئی جن ہے یا اس کے قبضہ میں پورا قبیلۂ جنات ہے۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تو کوئی موضوع ہی سوچتے رہ جاتے ہیں اور وہ کسی اچھوتے موضوع پر پوری کتاب لکھ کر فارغ بھی ہو جاتا ہے، آخر قلم کی یہ سپیڈ کیسے ممکن ہے۔ کہ ہم اپنا سارا خونِ جگر ٹپکا کر دو چار صفحے غلط سلط گھسیٹتے ہیں اور وہ گنڈیریاں چوستے چوستے دھڑا دھڑ کتاب پر کتاب لکھ مارتا ہے۔ یہیں ملتان میں ایک صاحب کو ایک اور صاحب کی یادداشتیں جمع کرتے کرتے تین سال ہو گئے ہیں (یادداشتوں کو مرتب کرنے کا ہنوز مرحلہ نہیں آیا) ادھر منشی جی تین سال میں بلا مبالغہ چھ کتابیں لکھ کر اور چھاپ کرے

کام تھے عشق میں بہت پر میرؔ
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

اندازہ کچھ یوں ہی بنتا ہے کہ چند مؤکل منشی جی کے قبضہ میں ہیں۔ رات کو دو تین بجے منشی جی جاگتے ہیں۔ طلسماتی تخت پر بیٹھتے ہیں۔ تالیاں بجاتے ہیں۔ جنات حاضر ہوتے ہیں۔ یہ موضوع بتاتے ہیں۔ جن اپنی مافوق الفطری قوت کو کام میں لاتے ہیں۔ اذانِ فجر تک کتاب تیار۔ اب

منشی جی چھاپے خانے کا رُخ کرتے ہیں اور کتاب چھاپنے کا ڈول ڈالتے ہیں۔

منشی جی کے "لکھاڑو پن" کا مختصر جائزہ لیجیے۔ چالیس دقیع کتابیں معرض وجود میں آچکی ہیں۔ موضوعات کا تنوع دیکھیے۔ قرآن، حدیث، اسلامی تعلیم و تہذیب و تاریخ، شعر وادب، سرگذشتیں یادداشتیں، رپورتاژیں۔ مکاتیب و رقعات، تبصرے، تنقیدیں، تفسیریں، توضیحیں، ترجمے الغرض دُنیا بھر کے موضوعات انہوں نے سمیٹے ہیں۔ رہی مواد کی بات۔ جہاں دوسروں کے علمی موتی لڑیوں میں پروئے ہیں۔ وہیں اپنی دلی واردات، مشاہدات، تجربات اور احوال و مقامات کے گلدستے تیار کئے ہیں۔ پھر جو مواد حوالۂ قرطاس کیا۔ اس کی سند اور معتبر شہادت سپردِ قلم، اس سلسلہ میں پوری تحقیق و تنقید اور چھان پھٹک سے کام لینے کا عمل جاری۔ اندازِ بیان، سادہ سلیس دل نشیں اور ہر جگہ دلائل سے آراستہ و مزین۔ علمی اور ادبی مسائل سلاست میں حائل نہیں۔ منشی جی کے اسلوب کو ہم سادہ رنگینی یا رنگین سادگی کا نام دے سکتے ہیں۔ جس طرح ایک پیکرِ حُسن جس کے بدن پر زیورات ہونے کے باوجود اس کی سادہ طبعی کی شان برقرار رہتی ہے، منشی جی کے اسلوبِ نگارش کی بات ادھوری رہ جائے گی۔ اگر میں ایک اہم خصوصیت کا ذکر نہیں کرونگا وہ ہے ان کی حق گوئی و بے باکی۔

وہ مصلحت اور روباہی کے قائل نہیں ہیں۔ اصول کے سلسلہ میں انہیں سمجھوتہ کرنے کی عادت نہیں وہ جس بات کو حق سمجھتے ہیں اسے مٹھاس کا خول چڑھائے بغیر لکھ دیتے ہیں۔ کہیں کہیں اس افتادِ مزاج کے سبب تلخ نوائی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ اقبال کے اس شعر کے قائل ہیں ؎

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

مریض دوائے تلخ سے ناک چڑھاتا ہے۔ لیکن اسی تلخی کے عنصر میں اس کے لئے پیغام شفا کی مٹھاس شامل ہے۔ منشی جی کے مجموعی "کام" کو ہم قومی ادب کی تعریف میں لا سکتے ہیں، کیونکہ ان کی ہر کتاب اپنے موضوع، مواد اور مقصود کے لحاظ سے اصلاح ملت اور فلاح معاشرہ ہی کے لیے وقف ہے۔ وہ معاشرے کے مزاج کو یکسر اسلامی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اخلاق

اور مثبت اقدار کا احیا ان کی تحریروں کا مقصود و منتہا ہے اور اس کے لئے

نوا را تلخ ترمی زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی

ہاں تو بات چل رہی تھی ان کی کثرت نویسی کی۔ یہ تو ہیں ان کی مستقل تصانیف، اس کے علاوہ بہت سے مضامین و مقالات جو وہ اخبارات و رسائل کے لئے لکھتے ہیں۔ پھر کئی سال سے ایک تبلیغی رسالہ چھاپتے ہیں جو ماہانہ ہے اور اپنی تاریخ اجراء سے آج تک ملتوی یا منقطع نہیں ہوا۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہزاروں کی تعداد میں چھپتا ہے اور پاکستان کی ہر قابل ذکر لائبریری، ہر کالج، ہر یونیورسٹی اور ہر علم دوست گھرانے میں پہنچتا ہے، نہ صرف ملک، بلکہ بیرونِ ملک بھی اس رسالہ کی کئی ممالک تک "مار" ہے۔ یہ رسالہ جہاں منشی جی کے لئے بین الاقوامی رشتے کا ذریعہ ہے۔ وہیں اس کے سبب علم و اخلاق کی شعاعیں دور دراز تک پہنچتی ہیں۔ اس میں ہر ماہ کسی اہم موضوع پر کسی عالم و فاضل شخصیت کا مقالہ درج ہوتا ہے ہزاروں کی تعداد میں چھپنے والا یہ رسالہ ہر ہاتھ تک مفت پہنچتا ہے۔ یہ کتنی بڑی نیکی اور کس قدر عظیم صدقۂ جاریہ ہے۔ میرا ایمان ہے کہ ——— نئی نسل کو جس دینی اور اخلاقی لٹریچر نے ذہنی روشنی دی ہے اور اپنے دین و تہذیب سے وابستہ رکھا ہے۔ اس لٹریچر میں اس رسالے کو بھی شامل کرنا پڑے گا۔

تصنیفی مشاغل کے ساتھ ساتھ ایک "پریس" کا چلانا۔ ہاتھی کا باندھنا ہے۔ پریس میں آرڈر بک کرنے سے لیکر چھپائی کے آخری مرحلے تک کے ہفت خوان منشی جی خود طے کرتے ہیں۔ اپنی کتابوں کے علاوہ دوسروں کا کام چھاپنا کتنا جان توڑ عمل ہے۔ ان مرحلوں میں انسان کو اعصاب شکنی کے کیسے کیسے جاں گداز مقامات پیش آتے ہیں۔ میں نے خود ان کو نرخنامے لکھتے، کاغذ خریدتے، کمپوزنگ کی اغلاط بار بار درست کرتے، ڈیزائن تجویز کرتے، چھپے ہوئے کام کے پیکٹ باندھتے، اپنے ہاتھ سے پتے لکھتے۔ چٹیں چسپاں کرتے اور ڈاک خانوں میں ڈسپیچ کرتے دیکھا ہے۔ جو شخص رات کے پچھلے پہر اقلیم سخن پر حکمرانی کرتا ہے۔ دن میں ایک فرسودہ، زنگ خوردہ، از کار رفتہ سائیکل پر بیٹھ کر جادہ پیمائی اور سڑک خرامی کرتا ہے، اور معاش کے چیلنج کا عملی جواب فراہم کرتا ہے۔ ڈیڑھ سال پہلے تک کچہری کی "خرخش" ان کے ذمے لگی ہوئی تھی۔ صبح سے شام تک کچہری کے ماحول میں منشی گیری

کرنا کتنے ضبطِ نفس کی بات ہے۔ اندازہ کیجئے ایک شخص آخر شب کارِ تخلیق انجام دیتا ہے اور دن میں اسے تخلیق کی بلند سطح سے اُتر کر منشی وکیل کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔ لیکن ان جھگڑوں، قضیوں، مقدموں اور فوجداریوں کے ماحول میں مبتلا رہنے کے باوجود اس کے ذہن کی نرم و نازک سطح پر تخلیق کے پھول کھلتے رہتے ہیں۔ دو انتہاؤں کے درمیان یہ توازن قائم رکھنا۔ اور دو تضادات کو کسی نقطے پر مربوط کر دینا کتنی زبردست صلاحیت کی بات ہے!

منشی جی کے تعلقات ہر انداز اور ہر حیثیت کے آدمی سے ہیں —— کچہری میں بیٹھ کر جہاں عوام سے ان کا براہِ راست رابطہ پیدا ہوا۔ وہیں اربابِ وکالت و عدالت سے شناسائی ہوئی۔ اسی طرح پریس کے ماحول میں خواص و عوام سے رشتہ استوار ہوا۔ تصنیفی اعتبار سے انہیں ہر سطح کا قاری ہاتھ آیا۔ تحریر نے ان کا علاقہ بزرگوں سے بھی استوار کیا، نوجوانوں سے بھی۔ قدیم نسل اور جدید نسل دونوں سے ان کی آشنائی ہوئی۔ ان کے قلم نے انہیں ملک میں بھی شناسائی کا ایک حلقہ دیا اور عالمی سطح پر بھی انہیں احباب ہاتھ آئے۔ لیکن اتنی عالمگیر شہرت و مقبولیت ان کی شخصیت پر اور ان کے ذہن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوئی۔ ان کی سادگی ان کا فقر، ان کی درویش منشی، اُن کی حق گوئی، ان کا خلق، کوئی شے ان رشتوں اور علاقہ مندیوں کے بوجھ سے غیر متوازن نہیں ہوئی —— مجھے کہہ لینے دیجئے کہ وہ لوگ جو بلحاظ منصب و تمکن سوسائٹی میں بلند مقام رکھتے ہیں اور جو مملکت کی اہم ذمہ داریوں پر فائز ہونے اور جاہ و تمول کے ماحول میں امتیازی حیثیت کا حامل ہونے کے باعث ہر طرح ممتاز ہیں، اور یہ سب منشی جی کے دائرۂ محبت و عقیدت میں شامل ہیں۔ ان سب کی بلند بامی اور بلند مقامی بھی منشی جی کے فقرِ غیور کو متزلزل نہ کر سکی۔ بڑے سے بڑا آدمی اس فقیر بوریا نشین کے حضور حاضر ہوا۔ اور منشی جی کے فقر کی استقامت اور درویشی کی ثقاہت پر اثر انداز نہ ہوا۔

منشی جی نے کبھی کسی "بڑے تعلق" سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور نہ ہی اس تعلق کو اپنے لئے نقارہ بنایا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان بڑے لوگوں ہی کے لئے منشی جی کا تعلق وجہ اعزاز ثابت ہوا ہم اپنی عام زندگی میں یہ مشاہدہ بار بار کرتے ہیں کہ کسی شخص کو کوئی اس سے بلند تر حیثیت کا آدمی محر

بھر کو اپنا قرب بخش دیتا ہے تو وہ کمتر حیثیت کا آدمی، اس واقعے کو اپنے ماتھے پر چپکائے پھرتا ہے۔ منشی جی کے فقر کا ظرف دیکھئے وہ کبھی ان اکابر کا ذکر تک نہیں کرتے، اور ان کے ساتھ اپنے معاملات کا ڈھول نہیں بجاتے ——— ہمیں بھی ان تعلقات کا علم "بہار رفتہ" کی تصاویر اور مشاہیر کے خطوط منشی جی کے نام دیکھ کر یا اُن کی تصانیف پر اعاظم رجال کے تبصرے پڑھ کر ہوا۔ منشی جی کی زبانِ متانت پر ایسے کلمات کبھی نہیں آئے۔ ——— اس فقر کی بے نفسی اور ایثار پیشگی کا ایک اور پہلو دیکھئے۔ ان کی پینتیس سالہ تصنیفی زندگی میں سیکڑوں لوگوں نے ان سے کہا ———

"کچھ اپنے بارے میں لکھئے"

لیکن منشی جی کو یہ احساس کھاتا رہا کہ اس میں خود ستائی کا پہلو نکلتا ہے۔ یعنی ———

در مدحِ خود می گوید

آخر اس پر لیٹر کا علاج انہوں نے یہ سوچا ہے کہ وہ مختلف شخصیات کے تاثرات وآرار اپنے بارے میں چھپوادیں۔ یعنی لوگ انہیں کیا کہتے ہیں۔ ——— یہ بے نفسی کا کیسا عجیب واقعہ ہے۔ ان کی اکثر تصانیف میں دوسروں کے تذکرے ہیں۔ کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا ابھی دوسروں ہی کے ناموں اور رشحاتِ قلم سے نسبت رکھتی ہے۔ ان کی اکثر کتابیں دوسروں ہی کے اذکار و احوال سے پُر ہیں۔ چاہے وہ بہارِ رفتہ ہو یا حدیثِ دل یا کچہری کی دُنیا۔ یا مکاتیب کا مجموعہ یا مواعظ و مقالات ——— سب دوسروں ہی کے لالہ و گل سے تیار کئے ہوئے گلدستے اور دوسروں ہی کے تذکروں کے چمنستان ہیں۔ کہئے فائدہ کس کو پہنچا۔ اعزاز کس کا بڑھا۔ دُور کیوں جایئے ان کے ماہانہ تبلیغی رسالے ہی کو دیکھئے جو ۱۴ سال سے متواتر چھپ رہا ہے اور لاکھوں اوراق میں چھپ چکا ہے۔ کیا وہ دوسروں ہی کی دستارِ فضیلت کا طرۂ افتخار نہیں ہے ——— کیسے کیسے عالموں اور محققوں کے مضامین اس رسالے کے سبب پھیلے ہیں اور ان مصنفین کی ناموری میں اضافہ ہوا ہے۔

حصولِ شہرت کے جذبے نے کبھی منشی جی کے دردِل پر دستک نہیں دی۔ انہوں

نے گوشہ نشینی اور خاموشی ہی کے عالم میں دین واخلاق اور علم وادب کی زبردست خدمت کی اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ انہوں نے اپنے قلم کو نہ حصولِ جاہ کا وسیلہ بنایا نہ کسب مال کا، نہ تحصیلِ منصب کا۔ اگر وہ چاہتے تو اتنا کما سکتے تھے کہ سونے چاندی کی دیواریں کھڑی کر لیتے۔ اگر وہ کسی عہدے کے طالب ہوتے تو ملکِ خدا ان کے لئے تنگ نہ تھا۔ اپنے ہی وطن میں یا کسی دوسرے دیس میں وہ عزت وجاہ کے بلند سے بلند مقام پر فائز ہو سکتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو اپنی اولاد کو اعلیٰ عہدوں تک پہنچا سکتے تھے۔ صرف ایک اشارے کی بات تھی لیکن خدا نے ان کے قلب کو اطمینان اور ان کے ذہن کو سلامتی کے "مقامِ محمود" پر قائم رکھا ہے اور یہ مکروہاتِ دنیوی اور مادی تحریصات وترغیبات ان کے نفسِ مطمئنہ کے سامنے ہیچ ہیں۔

یہ تو تھا بڑوں کیساتھ ان کا معاملہ۔ اب رہ گئی چھوٹوں کی بات ———

چھوٹوں کو بڑائی دینا، بڑوں کے خلق کی شان ہوتی ہے۔ اس سے اُن کی بڑائی میں تو کمی نہیں آتی، البتہ چھوٹوں کی علوِ شان ہو جاتی ہے ——— اب منشی جی کا اور میرا ہی معاملہ دیکھئے۔ کہاں وہ کہاں میں۔ ان کی چالیس مؤقر تصانیف، میری تین چار حقیر سی قلمی کاوشیں۔ لیکن جب بھی انہیں موقع ملا، میرا حوصلہ اور میری قدر انہوں نے بڑھائی۔ ایک دفعہ حکم ہوا: "انسانیت حیوانیت کی راہ پر" ——— کا دیباچہ لکھو۔ ایک بار ارشاد ہوا ——— "بہارِ رفتہ" ——— کا تعارف منظوم لکھو، میں اسے اولین صفحات میں طبع کراؤں گا۔ الغرض انہوں نے ایسے ایسے کئی بہانے ڈھونڈے اور مجھ سے لکھوا کر اپنی کتابوں میں نمایاں مقام پر شائع کیا۔ اس سے مجھ جیسے پست انسان کو بلند قامتی کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی اس انداز کی نوازشوں کا سلسلہ بہت طویل ہے۔

منشی جی کا حلیہ تھوڑا بہت کھینچ دوں ——— سر پر کبھی دستار کبھی کلاہ، بھرا بھرا چہرہ، چہرے پر کچل داڑھی، آنکھوں پر عینک، جس کے شیشوں کے اندر سے اُن کی ذہین وفطین آنکھیں جھانکتی اور دلوں میں اترتی محسوس ہوتی ہیں۔ چہرے کے خدوخال میں مردانہ تمکنت اور بزرگانہ وجاہت۔ جسم مائل بہ فربہی۔ بدن پر نہایت سادہ لباس، جو بالعموم قمیض اور شلوار تک محدود، سردیوں میں ایک کوٹ جو صرف تن پوشی کا کام دیتا ہے۔ جس میں کپڑے کی نفاست

کی بجائے ستھرے پن کا عنصر غالب رہتا ہے۔ طبیعت کی سادگی کی طرح لباس کی سادگی بھی بہ ہر موسم موجود رہتی ہے۔ گفتگو میں لہجے کا دھیما پن، بات کی متانت، علمی انداز، کبھی کبھار مزاح المومنین کا پہلو، بات چیت میں اخلاقی قدروں کا پاس، نہ غصہ، نہ استہزا، نہ غیبت، نہ تضحیک، کوئی شخص روبرو ہو یا غائب۔ سب کے بارے میں شائستہ سوچ اور شستہ بات، اپنا علم جتانے اور اپنا رعب جمانے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ بلکہ سب کے ساتھ ایک "طالب علمانہ" انداز، مجھ جیسے کمتر لوگوں سے بھی کوئی بات کانوں پڑی تو اُسے قبول کر لیا۔ کسی غلطی یا سہو پر کبھی مصر نہیں ہوتے۔ صحیح بات معلوم ہوئی تو اپنے تسامح کو درست کر لیا۔ یہ عظمتِ کردار کی کیسی زبردست مثال ہے — ایک سائیکل اُن کی دیرینہ رفیق حیات ہے بلکہ اُن کی شخصیت کا حصہ ہے۔ کہیں بھی پہنچنا ہوا۔ کسی بڑی سے بڑی حیثیت کے آدمی سے ملاقات کی ٹھانی اور اپنی سائیکل پر سوار، وہاں جا پہنچے۔ میں نے انہیں آج تک کسی کی کار میں بیٹھا نہیں دیکھا۔ سواری کا تانگہ یا اپنی سائیکل۔ اسی پر ہشاش بشاش چلتے پھرتے ہیں۔ نہ کسی کا احسان نہ اپنی غیرت کا خون، دوستوں سے برابر کا رابطہ، بلکہ اس میں اپنی طرف سے غلبہ۔ اگر کوئی نیاز مند اُن سے ملنے نہ جا سکا تو خود جا پہنچے۔ ٹیلیفون پر خیریت پوچھ رہے ہیں۔ خط کے ذریعہ پرسشِ احوال ہو رہی ہے۔ خود موجود ہوئے۔ اب اگر بیٹھے ہیں تو میزبان کہتا ہے۔ حضرت! چائے یا کوئی ٹھنڈا مشروب؟ فرماتے ہیں — صرف آبِ لطیف۔ اس میں جو ذائقہ اور آسودگی ہے، اس کا بدل کسی مصنوعی مشروب سے کہاں ممکن ہے — کوئی تکلف نہیں کرنے دیتے۔ منشی جی کے گھر جاؤ تو خود بھی کسی تکلف کے قائل نہیں۔ میں بار بار ان کے مکان پر گیا ہوں۔ گھنٹوں بیٹھا ہوں۔ ہر نشست میں اُن کے ڈھیروں ڈھیر مسودے دیئے ہیں۔ کبھی دعوتِ کام و دہن کا مرحلہ نہیں آیا۔ ایک تو اس لئے کہ استماعِ تحریر سے جو روحانی غذا میسر ہوتی ہے۔ اس کے بعد کوئی اشتہا باقی نہیں رہ جاتی۔ دوسرے وہ خود بے تکلف اور سادہ دل شخص ہیں۔ اُن کا ذہن یہ ہے کہ اگر ملاقاتی کو کوئی ضرورت پیش آئے گی تو خود طلب کرے گا۔ چنانچہ ایک موقع پر پریس میں، میں نے کہا منشی جی! تھکا ہوا ہوں، چائے پیوں گا۔ انہوں نے سامنے کی دکان سے چائے پلا دی۔

ایک اور موقع پر سرراہے ملاقات ہوئی۔ وہ گنڈیریاں چوس رہے تھے۔ وہ چوستے رہے اور مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ میں نے کہا ایک گنڈیری مجھے بھی دیجئے۔ انہوں نے گنڈیری مجھے دیدی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ایک ہی گنڈیری دی۔ اس خیال سے کہ اگر اسے ایک اور گنڈیری کی ضرورت ہوگی تو دوبارہ مانگ لے گا۔

منشی جی ـــــ صبر واستقامت کے پہاڑ ہیں۔ ان کا یہ وصف اس وقت سامنے آیا جب ان کا جوانِ رعنا بیٹا ایک سفاک شخص کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ اگر یہ المناک واقعہ پہاڑ کو پیش آتا وہ بھی ٹوٹ کر بکھر جاتا۔ لیکن منشی جی کی شانِ صبر و توکل ہم نے دیکھی۔ نہ زبان پر گلہ، نہ آنکھ میں آنسو، نہ دل میں اضطراب، نہ حوصلے میں اضمحلال، نہ معمولات میں انتشار، کوئی تعزیت کرتا تو فرماتے مرضیٔ مولا۔ رضائے خداوندی۔ ـــــ منشی جی جیسے کثیر المشاغل شخص کی زندگی کا کوئی نظام الاوقات، کوئی معمول، حتیٰ کہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی منتشر نہیں ہوا۔ کتنا قیامت انگیز حادثہ اور اس مردِ مومن ومتوکل اور اس صاحب تسلیم ورضا نے کتنی عالی ہمتی کیساتھ اسے برداشت کیا ـــــ علم سب کے پاس بقدر توفیق ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس علم کو انسان کس حد تک اپنی ذات پر وارد کرتا ہے۔ اور اپنے عمل کی بنیاد بناتا ہے۔ اور خصوصاً آزمائشوں کے موقعے پر وہ علم اس میں کتنا حلم اور وقار پیدا کرتا ہے ـــــ منشی جی کو میں نے زندگی کے عام مشاہدے میں "صاحب علم" دیکھا۔ اور جاوید شہید کی موت کے حوالے سے انہیں "صاحب عمل" پایا ؎

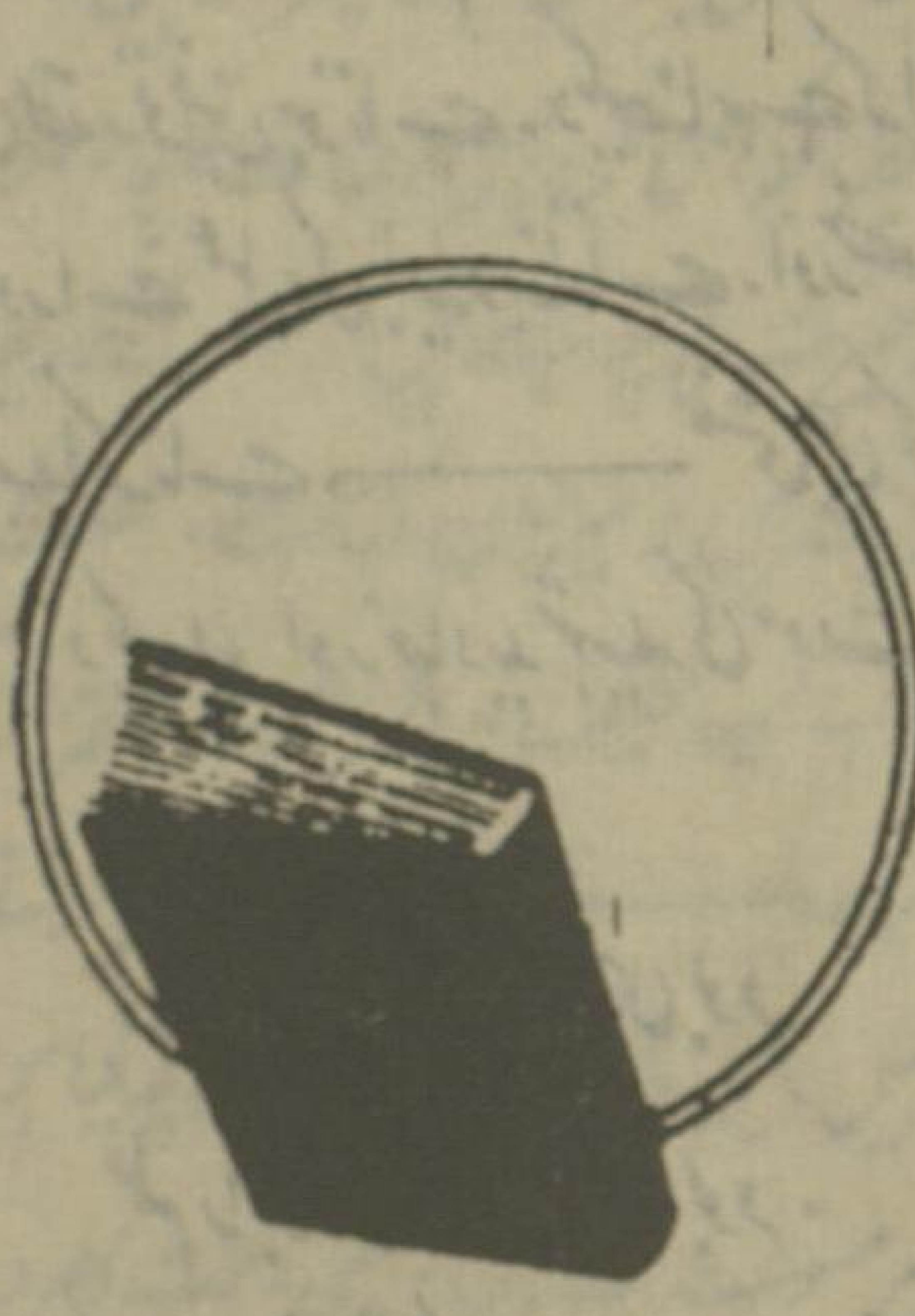
علم را برتن زنی ماری بود
علم را بر دل زنی یاری بود

عمر کا سفر منشی جی کے ذہن کی روانی، قلم کی جوانی اور قدم جنبانی میں حائل نہیں ہے۔ وہ ۶۵ سے اوپر اور ۷۰ سے کم کے نہیں ہیں۔ لیکن عمر کی پیش قدمی، ان پر معکوس اثر چھوڑ رہی ہے وہ ہر روز جوان تر، رواں تر، زندہ تر، تابندہ تر ہوتے جارہے ہیں۔ طولِ عمر نہ ان کے ذہن پر وارد ہے۔ نہ ان کے قلم پر۔ وہ آج بھی اتنی ہی "تیز قلمی" اور کثرت سے لکھ رہے ہیں، جیسا کہ

عنفوانِ شباب میں لکھتے تھے۔ میں نے اپنے مشاہدے کے دائرے میں صرف منشی جی کو دیکھا ہے، جنہوں نے اپنی جواں ہمتی سے اپنی پیری کو شکستِ فاش دی ہے۔

منشی جی ہماری تاریخ، ہماری تہذیب، ہمارے علم، ہمارے ادب، ہمارے اخلاق اور ہماری معاشرتی روایت کے صحیفے کا ایک درخشندہ ورق ہیں۔ انہوں نے اپنے دانا دل، بینا آنکھوں اور توانا قلم کیساتھ ہماری تہذیبی زندگی کے ہزاروں پہلوؤں کو کاغذ پر سمیٹا ہے۔ انہوں نے واقعی علمی، ادبی اور دینی ذخیرے میں متاعِ گراں بہا کا اضافہ کیا ہے۔ مستقبل کا مورخ جب ہمارے قلمی سرمانے کا جائزہ لے گا تو وہ منشی جی کی ذہنی کاوشوں کے خزانے سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔ جو صدقۂ جاریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

خدا منشی جی کو مدتوں سلامت رکھے کہ ان کے سوزِ نفس اور خونِ جگر سے ذہن کی خلوتوں اور نظر کی جلوتوں میں علم و فن اور خلوص و محبت کے چراغ روشن ہیں!!



عرشؔ صدیقی
رجسٹرار ملتان یونیورسٹی
ملتان

پیکرِ عمل

اقبالؒ نے ان نوجوانوں سے محبت کا اظہار کیا تھا جو ستاروں پر کمند ڈالنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ ستاروں پر کمند ڈالنے کی آرزو انسان کی قوتِ عمل کے وسیع تر دائرے کا اشارہ ہے۔ اور یہ اس لئے قابلِ تعریف ہے کہ شباب میں انسان کو ایسے مشغلے بھی کھینچتے ہیں جو بظاہر اسے مصروف رکھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت زندگی کی اعلیٰ تر اقدار کے حوالے سے بے عملی کی راہ پر لے جاتے ہیں۔

اقبال اگر آج کے منشی عبدالرحمٰن خان سے ملتے۔ اس عبدالرحمٰن خان سے جس کے بال بالکل سفید ہو چکے ہیں۔ جو اپنے پیشہ ورانہ ذریعۂ روزگار سے ریٹائر ہو چکا ہے۔ جس کے دل پر کئی صدموں کے زخم ہیں۔ جن میں جوان بیٹے کی الم ناک موت کا زخم بھی شامل ہے۔ وہ بیٹا جو ہونہار بھی تھا اور خوب صورت بھی۔ اور جو میرا بھی عزیز تھا کہ میرا شاگرد تھا۔ اور میرا کہنا مانتا تھا اور میری عزت کرتا تھا۔ —— تو اس عبدالرحمٰن خان سے مل کر اقبال بہت خوش ہوتے اور اس جواں ہمت پیر توانا پر نہ جانے کتنے شعر لکھتے۔ جس کی کمر آج بھی سیدھی ہے۔ جو آج بھی دن رات کام کرتا ہے اور جو اپنے غموں کو رضائے الٰہی جان کر نہ صرف یہ کہ صبر کر سکتا ہے۔ بلکہ مسکرا بھی سکتا ہے۔ قہقہے بھی لگا سکتا ہے۔ اقبال کو جیسے لوگوں کی تلاش تھی۔ منشی صاحب ہر لحاظ سے ان میں شامل ہیں۔

منشی صاحب سے میری پہلی ملاقات کو بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ میں ۵۹ء یا ۱۹۶۰ء میں ان سے پہلی بار ملا اور مجھے ان کا کتب خانہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس دن سے آج تک میں نے

منشی صاحب کو کبھی بیکار نہیں دیکھا۔ وہ بزرگوں کی سب سے اگلی صف میں شامل ہیں۔ لیکن جوانوں سے زیادہ جواں ہمتی کیساتھ تصنیف وتالیف کے ذریعے اسلام اور پاکستان کی خدمت کئے جا رہے ہیں۔ ان کی تصنیف وتالیف کا دائرہ بھی ان کی قوتِ عمل کے دائرے کی طرح وسیع ہے۔ اور وہ دین کیساتھ ساتھ ہر زندگی آموز صنفِ تحریر اور موضوع کو اپنانا جانتے ہیں۔ وہ ادبی نقاد نہیں، شاعر نہیں۔ لیکن نقاد اور شاعر ان سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ وہ افسانہ نگار نہیں لیکن مجھ جیسا جدید افسانہ نگار بھی ان سے قیمتی مشورے حاصل کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔

مجھے اپنے چند افسانوں بالخصوص —— "باہر کفن سے پاؤں" —— اور —— "ظلِ الٰہی" —— کے بارے میں چند پہلوؤں پر اس لئے پریشانی تھی کہ بعض حضرات بغرضِ دشمنی ان کی غلط توجیہات میں مصروف تھے۔ میں نے اس بارے میں جہاں اور دوستوں سے مشورہ کیا۔ وہاں منشی صاحب سے بھی تفصیلی گفت گو کی۔ انہوں نے جس طرح میری حوصلہ افزائی اور راہ نمائی کی میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔ ان کے بعض مشوروں کو قبول کرتے ہوئے میں نے افسانوں میں چند تبدیلیاں بھی کیں جو ہر لحاظ سے افسانوں کو بہتر بنانے کا ذریعہ بنیں۔

میں منشی صاحب سے اسلام کے بارے میں باتیں کرکے بہت مسرور ہوتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ اسلام کو جدید زندگی کے حوالے سے پہچاننے کی اہمیت سے واقف ہیں۔ —— وہ جاگیرداری، سرمایہ داری، کمیونزم وغیرہ کی خرابیوں کا مکمل علم رکھتے ہیں۔

ایک بار جب میں نے ان سے کہا کہ میری نظر میں کمیونزم کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس کے پیرو تشدد پر ایمان رکھتے ہیں اور تشدد کے ذریعے حکومت کرتے ہیں۔ تو انہوں نے مجھ سے پورا اتفاق کیا۔ میں ان کی اس رائے سے پوری طرح متفق ہوں کہ اگر مسلمان اپنے دین کے بنیادی اصول ہی اپنالیں تو انہیں کمیونزم، جاگیرداری اور سرمایہ داری وغیرہ سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ ان کی ساری زندگی، ان کی ساری قوتِ عمل اسی مقصد کیلئے وقف ہے اور یہی ہمارا سب کا مقصد ہونا چاہیئے۔ منشی صاحب کا رویہ زندگی کے بارے میں بہت حقیقت پسندانہ ہے۔ اسی لئے وہ اسلام کے اصولوں کو آج کی زندگی پر منطبق کرکے دکھانے کا عزم وحوصلہ ہی نہیں رکھتے۔ اس مقصد میں کامیاب بھی ہیں!!

تعارف

قوّتِ کارکردگی

قادرِ مطلق نے منشی صاحب کو بڑی ہمّت و قوت بخشی ہے۔ وہ سارا دن تو کچہری یا وکیل کے دفتر میں کام کرتے، شام کے بعد مطالعہ اور رات کو تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے۔ مگر ان معمولات کیساتھ خدمتِ خلق و دین کا فریضہ بھی ادا کرتے رہتے۔ جو ان کے نزدیک اصل اور افضل عبادت ہے۔ جس کا اندازہ ان کے وزٹنگ کارڈ میں مندرجہ تفصیل ذیل سے بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے:۔

Managing Director	Universal Publication Forum of Islamic Literature
Executive Member	Madrasa Arbia Khairul Madaris Multan.
Life Member	Deaf & Dumb Welfare Society Multan.
Ex Finance Sec:	Haji Hamid - ud - Din Trust Multan.
Mohtamim Ala	Maktaba Ashraf - ul - Maarif Multan.
General Secretary	Anjuman Khudam - i - Islam Multan.
Member	Writers Guild Sub Region Multan.
Ex Member	Municipal Committee Multan.
Nazim - ul - Umoor	Aalmi Tablighi Idara, Multan
Sponsor	Qurani Liberary Multan.
Proprietor	Multan Art Press Multan.
Founder	Aiwan - i - Adab Multan.
Trustee	Siddiqi Trust Karachi.
Chairman	Printers Society Multan.
Executive Member	Majlis Iqbal Multan.
Munsarim	Javid Academy
Author of	More Than 40 Books.

یہ تعارف نامہ جس کی بھی نظر سے گزرتا۔ وہ دم بخود رہ جاتا کہ ہمہ دستی مصروفیات کے باوجود وہ ان کے لئے کب اور کیسے وقت نکال لیتے ہیں اور فی الفور یہ سوال کرتا کہ آپ لتنے کام کیسے کر لیتے ہیں؟

نامور فلسفی، متکلم، مفسر، مترجم، عالم، فقیہہ اور مصنف مولانا عبد الباری ندوی پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن کو تو اس پر یقین نہ آیا اور وہ بذاتِ خود ان کے امکانات کا جائزہ لینے دکن سے ملتان پہنچے اور چند دن ان کی قوتِ کارکردگی کا مشاہدہ کرنے کے بعد انہیں انسان نہ سمجھا۔ بلکہ

"تعالیٰ کراماتی صلاحیتوں والا جن" (اندازِ سخن صہ ۲۰۱)

قرار دیا۔

مسٹر جسٹس ایس۔ اے رحمٰن

چیف جسٹس سپریم کورٹ پاکستان

محنتی اور مستعد

منشی عبدالرحمٰن خانصاحب علم وادب کے میدان میں محتاجِ تعارف نہیں۔ اسلامی موضوعات پر ان کی کتابیں اہلِ ذوق سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان کی کتابیں دلچسپ، ان کی مستعدی اور محنت کی عادت قابلِ داد ہے۔

(حقائق ومعارف صہ۱۷)

مسٹر جسٹس محمد شریف

جج سپریم کورٹ پاکستان

باہمت انسان

مجھ میں اتنی ہمت نہیں۔ جتنی آپ (منشی عبدالرحمٰن خان) میں ہے۔

(اندازِ سخن صہ۳۴۹)

شیخ احمد بن عبد العزیز المبارک

قاضی ظہران (جج) مملکت سعودی عرب

قندیلِ دین

آپ نے اپنے دورۂ پاکستان کے دوران عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ملتان کا بھی معائنہ کیا۔ اور ادارہ کی وزٹرز بک میں اپنے جو تاثرات تحریر کئے ان کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

الحمدللہ —— کہ میں آج عالمی تبلیغی ادارہ کی زیارت اور اس کے بانی منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ جو اخلاقِ کریمانہ کا نمونہ اور دین کی قندیل ہیں، جس کی روشنی دور دراز تک پہنچ رہی ہے۔ جو عالم و فاضل ہیں۔ فہمِ دین و اخلاقِ فاضلہ رکھتے ہیں۔ اور خدمتِ اسلام سے متصف ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی عمر طاعت اور امور مہمہ کے لئے دراز فرمائے۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہٖ اصحبہٖ۔

۲۵-۸-۱۳۸۸ھ



مولانا احمد بن عبد العزیز المبارک "قاضی عدالت عالیہ ظہران سعودی عرب ـــــ منشی عبدالرحمٰن خان کے دائیں جانب اور صاحب ممدوح کے سیکرٹری بائیں جانب، دفتر عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ملتان میں مشروب نوش فرما رہے ہیں۔ ـــــ ان کے دورۂ ملتان کے دوران منشی صاحب بطورِ گائیڈ ان کے ہمراہ رہے۔

مختار مسعود

سیکرٹری جنرل آر سی ڈی
طہران

صاحب فکر و نظر

تقریباً بیس برس کے تعلیمی اور قلمی تعلقات کی بنا پر جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب مجھے بہت عزیز ہیں۔ میں نے کبھی رک کر یہ سوچنے کی کوشش بھی نہیں کی کہ اس کشش کے عوامل کیا ہیں؟ عبادت اور عمل یا فکر و نظر یا محنت اور دیانت یا ان سب کا مجموعہ، میں نے تو کبھی ان کی جانی پہچانی اور معروف خوبیوں کی فہرست بنانے کی بھی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ طویل ہونیکے باوجود نامکمل ہوگی۔ نہ میرا علم اتنا وسیع اور نہ ان کی خوبیاں اتنی مختصر۔ یوں بھی حسن کردار تو ایک شعار کا نام ہے، جو شمار سے بالاتر ہوتا ہے۔

(کچہری کی دنیا صـ۹)

آغا شبیر احمد خان خاموش

ایک ادارہ

منشی عبدالرحمٰن خان اپنی جگہ ایک ادارہ ہیں۔ ان کی ہمہ وقت اور ہمہ پہلو زندگی کے ہم شکر گزار ہیں۔ جس نے مختلف موضوعات پر ہمیں ایسی قابلِ قدر تحریریں دی ہیں جو فکر انگیز بھی ہیں اور حیات بخش بھی۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات کی ایک طویل فہرست ہے، جو ہر طبقہ فکر سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

(اندازِ سخن صـ۱۱)

پروفیسر ڈاکٹر اسد اریب
(پی - ایچ - ڈی)
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی - اسلام آباد

لائقِ تقلید شخصیت

منشی صاحب اس صدی کی ایک قیمتی دستاویز ہیں - وہ ادبی اور سماجی تحریکوں کا مسودہ ہیں - ان کی تحریریں تاریخِ ملتان کا ایک ورق اور ان کی یادداشتیں تاریخ کا تسلسل ہیں۔

ان سے میل ملاپ رکھنے، ان سے نیاز حاصل کرنے کی بھی اہلیت کا ایک معیار ہونا چاہیئے۔ سو وہ مجھ میں نہ تھا۔ مگر ان کا تاثر مجھے ہمیشہ تہ دام رکھتا ....

منشی صاحب کو جب ذرا قریب سے دیکھا تو وہ خلق کے کامل، ادب و انکسار کے منتہی نظر آئے اس لئے معنوی طور پر میں انہیں آئینہ ملتان کہوں تو بے جا نہ ہو گا۔

(جشنِ بہار رفتہ صـ ۲۷)

"منشی صاحب نے اپنی یافت، اپنے وقت اور اپنے وسائل کا ایک بڑا حصہ علمی اور تہذیبی مقاصد کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ وہ اچھے انسانوں کی قحط سالی کے اس زمانے میں جب کہ انبیاء و رسل کی آمد کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ ولائتیں بھی بظاہر معدوم ہیں۔ قابل تقلید شخصیت ہیں۔ جنکا قلم کبھی قرار نہیں پکڑتا۔"

(معمارانِ پاکستان صـ ۱۱)

علامہ رسول ازہر

سپیشل جج اینٹی کرپشن پنجاب

روشن چراغ

آپ کو دیکھتا ہوں تو آپ پر رشک آتا ہے کہ مکروہاتِ زمانہ کے باوصف آپ تیز و تند ہواؤں میں چراغِ ہدیٰ روشن کئے ہوئے ہیں۔

آپ کے مصنفات اور مؤلفات پر کچھ لکھنا، سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

(اندازِ سخن صفحہ ۳۶)

مولانا شاہ معین الدین ندوی

مدیر "معارف" اعظم گڑھ، بھارت

روشناس صاحب قلم

منشی عبدالرحمٰن صاحب روشناس صاحب قلم ہیں، ان میں ابتداء سے تلاشِ حق اور حرکت و عمل کا مادہ تھا۔ اس لئے انہوں نے مختلف اوقات میں مختلف راہیں اختیار کیں۔ مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھا۔ مذہبی معلومات سے پوری آگاہی حاصل کی، سلوک و معرفت کے کوچہ کے احوال و واقعات کی سیر کی اور کسب معاش کے سلسلہ میں کچہری سے تعلق رہا۔ جو بجائے خود ایک بڑی تجربہ گاہ ہے۔

(ماہنامہ معارف نومبر ۱۹۵۵ء)

حمید نظامی مدیر و سرد بیر
روزنامہ "نوائے وقت" لاہور

کہنہ مشق اہلِ قلم

منشی عبدالرحمٰن خان صاحب ایک کہنہ مشق اہلِ قلم ہیں اور ایک ایسے مسلمان جنہوں نے اہلِ اللہ سے روحانی دنیا میں بہت کچھ حاصل کیا ہے، صالحین کی روش کا اتباع ان کا محبوب مشغلہ اور فقراء کی صحبت آپ کی طبعی رغبت رہی ہے۔ انہوں نے اپنی تمام تالیفات میں تبلیغی نقطۂ نظر اور مسلمان را مسلمان باز کردند کے مشن کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا ہے۔

(روزنامہ "نوائے وقت" ۲ ستمبر ۱۹۵۵ء)

مولانا ماہر القادری
مدیر ماہنامہ "فاران" کراچی

ماہرانہ طرزِ نگارش

منشی عبدالرحمٰن خان صاحب قوم کی اخلاقی اصلاح و تربیت کا بے پناہ جذبہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کی ہر تحریر میں یہی رنگ جھلکتا ہے۔ وہ کتاب بڑے خلوص سے مرتب کرتے ہیں۔ بڑے کام کی باتیں اس میں جمع کر دیتے ہیں۔ نفسیاتِ انسانی کا ہر جگہ لحاظ رکھتے ہیں اور افراط و تفریط سے دامن بچانے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔

(ماہنامہ "فاران" جنوری ۱۹۵۵ء)

زبان

بسم اللہ

... الاسلام لاہور | کردار قائد اعظم منشی عبدالرحمن | ۲۵ مارچ ۱۹۷۷ء

چھ ابواب میں قائد اعظم کی سوانح عمری جس میں قائد اعظم کے عہد، مختلف تحریکات، قائد اعظم کی شخصیت، سوانح سیرت، خدمات، افکار اور اس عہد کے اکابر کے اعترافات اور خراج ہائے عقیدت کو نہایت خوبی سے مرتب کر دیا گیا ہے سوانح نگاری کے عام انداز کی بجائے شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو الگ الگ موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے قائد اعظم کی شخصی عظمت اور ملی خدمات کا قلب اعتراف کرتا ہے۔ فاضل مصنف کو تالیف و ترتیب کا خاص سلیقہ ہے اور اس کتاب میں انہوں نے اس سلیقے کو خوب برتا ہے

معماران پاکستان

جن شخصیات کا اس کتاب میں تذکرہ کیا گیا ہے وہ نہایت فکر انگیز اور معلومات افزا ہے۔ کردار قائد اعظم کی طرح یہ کتاب بھی نہایت اہتمام سے چھپی ہے۔ یہ دونوں کتابیں ایک ہی ... شیخ اکیڈمی نے ...

حدیث دل (خطبات)

مرتب :- منشی عبدالرحمن خان/-۲

حدیث دل ڈاکٹر جسٹس ایس۔ اے رحمن صاحب جج سپریم کورٹ۔ پاکستان کے ۳۱ مختلف خطبات کا مجموعہ ہے۔ منشی عبدالرحمن صاحب نے ان خطبات کو یکجا کر کے ملک اور اردو زبان کی مفید خدمت سر انجام دی ہے

عورت انسانیت کے آئینے میں

از ایم عبدالرحمان خاں۔ ترتیب و زیر نظر تصنیف میں فاضل مصنف نے انسانی تاریخ اور مختلف مذاہب اور پیشوایان کی تعلیمات کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بحیثیت انسان مرد کو عورت پر کوئی فضیلت حاصل نہیں بلکہ دونوں مساوی الدرجہ ہیں اور مرد کو عورت پر جو ایک گونہ فضیلت بخشی گئی ہے وہ فرائض و حقوق کی بنا پر ہے لیکن افسوس ہے کہ مرد نے شروع سے خود کو عورت پر ہر وقت حاکم تصور کیا ہے

قومی زبان | جون ۱۹۷۸ء | نوائے وقت

صحابہ کبارؓ حضرت علیؓ کی نظر میں

اس کتاب کی تالیف سے منشی عبدالرحمن خان کی ان خدمات دینی میں ایک اور حسن خدمت کا اضافہ ہوا ہے جو ملتان کے ایک گوشے میں بیٹھے ایک مدت سے انجام دے رہے ہیں (ابو سلمان شاہجہانپوری)

نوائے وقت ۱۲.۲.۵۷

اسوۂ شہدائے کربلا منشی عبدالرحمن کو شاید اہل ادب ہمارے ہاں بھی منشی عبدالرحمن خاں کے نام سے جانتے ہیں۔ مگر جہاں تک معلومات کا تعلق ہے۔ یہ کتاب مولانا اشرف علی ملتوں میں ... بھی تھانوی مرحوم کے متعلق ایک مختصر سی سائیکلو پیڈیا بصد ... میں ... منشی صاحب نے عبدالرحمن ایک اس تصنیف کے لئے مولانا مرحوم کے عقیدت مندانہ ... محنت کی ہے۔ ... دل شکریہ کے مستحق ہیں۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

آوازۂ خلق

صفدر حسین صفدر (ایم اے)
پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج - بوسن روڈ - ملتان

لائقِ تحسین

تصاویرِ بہارِ رفتہ دیکھ کر

کتنی شخصیتیں ملتان میں گزریں ایسی
ادبی انجمنیں جن کی مساعی کا نتیجہ ہیں یہاں
کام کرتے رہے یہ لوگ خلوصِ دل سے
بن کے معمارِ ادب
قائدِ قوم و ملت
ان کی خدمات فراموش نہیں ہو سکتیں
داستانیں کبھی خاموش نہیں ہو سکتیں
کارنامے کبھی روپوش نہیں ہو سکتے
وطنِ پاک کی عظمت کے امیں تھے یہ لوگ
سالمیت کے امیں تھے یہ لوگ
کس قدر پختہ یقیں تھے یہ لوگ
یہ بتاتی ہیں تصاویرِ بہارِ رفتہ
قابلِ داد ہے یہ لائقِ تحسین صفدر
کاوشِ منشی عبدالرحمان

(جشنِ بہارِ رفتہ)

نمائندہ حق

پاکستان کے مشہور شاعر جناب عاصی کرنالی صاحب نے منشی عبدالرحمٰن خانصاحب کی تصنیفات وتالیفات مطالعہ کرنے کے بعد اِن سے خطاب کرتے ہوئے حسبِ ذیل تأثر کا اظہار فرمایا:-

اے خود آگاہ وائے خدا آگاہ
دِل تو زندہ، چشم بینندہ

مشتِ خاک بہ ذروۂ لاہوت
جان پاکت بحق نمائندہ

سینہ ات زندہ، آتشے وارد
آتشے، شعلہ بارد سوز ندہ!

اللہ اللہ! طرزِ گفت ونوشت
حرف پُرکار و قولِ پائندہ

خامہ ات ازپئے جبیب ورقیب
ابر بارندہ، برق پاشندہ

سر بسر سحر، نے غلط گفتم
کشف واعجاز وحکمتِ زندہ

در گلستانِ عشق ختمِ رسلؐ
عندلیبی چناں سرائندہ

کہ زتاثیرِ شعلۂ آواز
گوشۂ قلب ما فروزندہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(تاریخی قصیدہ صفحہ۱)

نذیر احمد خان - بی کام
ناظم نشر المعارف، ملتان

خصوصیاتِ قلم

اس وقت جس قسم کا لٹریچر بڑی تیزی سے پھیلایا جا رہا ہے۔ وہ چونکہ تعمیری نوعیت کا نہیں۔ اس لئے اس کے مطالعہ سے عام طور پر مذاق بگڑ جاتا ہے۔ خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ حق بات دل پر نہیں جمتی۔ عمل کی قوت گھٹ جاتی ہے۔ وقت ضائع ہوتا ہے اور دولت برباد ہوتی ہے۔ بلکہ ایسا لٹریچر ہی بحر و بر میں زیادہ فساد برپا کرنے کا موجب ہو رہا ہے ——— اس لئے ایسے لٹریچر کے مطالعہ سے حتی الوسع احتراز کرنا چاہیئے۔ اور ایسی کتابیں پڑھنی چاہئیں جو سبق آموز اور بصیرت افروز ہوں۔ کیونکہ اچھی کتابیں ہی اچھے انسان پیدا کرتی ہیں۔ منشی عبدالرحمٰن خان صاحب کی تصنیفات و تالیفات نے اس سلسلہ میں قابلِ قدر اضافہ کیا ہے۔ جن سے ہر طبقہ و خیال کا معمولی قابلیت کا انسان کم سے کم وقت میں ضروری دینی بصیرت اور اسلامی شعور حاصل کر سکتا ہے اور جو حسبِ ذیل خصوصیات کی حامل ہیں:-

- زبان سلیس
- بیان عام فہم
- ترتیب عمدہ
- انداز مؤثر
- دلائل وزنی
- تنقید سائنٹفک
- معلومات وسیع
- مقالات دلکش
- انکشافات دلچسپ
- مضامین جامع
- تحقیق دلپذیر
- تبصرے دلنواز

ان خصوصیات نے ہر کتاب کے اندر ایسی کشش اور جاذبیت پیدا کر دی ہے کہ کتاب کو

ختم کئے بغیر انسان نہیں رہ سکتا۔ اور چونکہ ہر کتاب بڑی محنت اور خلوص کیساتھ لکھی گئی ہے اس لئے وہ پڑھنے والے کے دل پر دیرپا نقش چھوڑ جاتی ہے۔ ارباب علم و ذوق نے اس رحمانی سیٹ کا مطالعہ ہر انسان کے لئے مفید بتایا ہے، جیسا کہ ان کی آراء سے ظاہر ہے جو اگلے صفحات پر پیش کی جارہی ہیں تاکہ آپ کو اس سیٹ کی اہمیت وافادیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

(تاریخی قصیدہ صد ۵۰۴)

۱۰ر دسمبر ۱۹۵۶ء

فریدہ اعظم خان متعلم بی اے

حسنِ انتساب

منشی صاحب نے جو کتاب جس طبقہ کے لئے لکھی اس کا انتساب بھی اُسی کے نام کر دیا۔ جو ان کی فکر و نظر کی وسعت کا غماز ہے۔ مثلاً

۱۔ تعارفِ قرآنی ــــ ان کے نام جن کا ہر قول و فعل اپنی ذات کے لئے نہیں۔ بلکہ خدا کے لئے ہے۔

۲۔ بصائرِ قرآنی ــــ ان کے نام جو قرآنی حقائق و بصائر پر یقین رکھتے ہیں۔

۳۔ احکامِ قرآنی ــــ ان کے نام جو عذابِ قبر سے خائف رہتے ہیں۔

۴۔ داستانِ عمل ــــ ان کے نام جنہوں نے اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیا۔

۵۔ اخلاق و آداب ــــ ان کے نام جنہیں اس مفلس تمدن نے آداب و اخلاق سے محروم رکھا۔

۶۔ مشاہدات و واردات ــــ ان کے نام جو زندگی کے سانحات سے سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

۷۔ فتنۂ پرویز، حقیقت حدیث ــــ ان کے نام جو سرمایۂ حدیث کو حرفِ غلط کی طرح مٹانا چاہتے ہیں۔

۸ — حقائق و معارف —— ان کے نام جو تخیل کی کارگزاری اور خیال آفرینی میں حقیقت و واقعیت کے متلاشی ہیں۔

۹ — خضر و مسیحا —— ان کے نام جو اسلام کی سربلندی کے خواہاں اور اس کے لئے کوشاں ہیں۔

۱۰ — اقبال اور مسٹر —— ان کے نام، جو اسلام، قرآن اور اقبال کے نام پر دنیا کو فریب دے رہے ہیں۔

۱۱ —— تعمیرِ پاکستان اور علمار ربانی —— ان کے نام جو علمار حق کے تاریخی کارناموں پر پردہ ڈال رہے ہیں اور انہیں عضو معطل ثابت کر کے اپنی راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

۱۲ — انسانیت حیوانیت کی راہ پر —— ان کے نام، جو بے حیائی، بے جہتی اور بے دینی کو دُنیا پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔

۱۳ — سیرتِ اشرف —— ان کے نام، جو علم و عمل کے دورِ افراط و تفریط میں انسانیت کی مکمل اور صحیح تصویر دیکھنا چاہتے ہیں۔

۱۴ — کردارِ قائدِ اعظم —— ان کے نام، جو قائدِ اعظم محمد علی جناح کے اصولوں کو پاکستان میں نافذ کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔

۱۵ — حدیثِ دل —— تن کے ان نوجوانوں کے نام جو دماغ کے ساتھ ساتھ دل کی دولت سے ارجمند ہیں۔

۱۶ — بازارِ رشوت قرآن و حدیث کی روشنی میں —— ان کے نام جو رشوت کو شیرِ مادر سمجھتے ہیں۔ خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ حکومت اور ملت سے غداری کرتے ہیں اور عذاب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔

۱۷ — حقیقتوں کے چراغ —— ان کے نام جو اس لادینی دور میں دین کی شمع فروزاں رکھنا چاہتے ہیں۔

۱۸ ــــ صحابہ کبار حضرت علیؓ کی نظر میں ــــ ان کے نام جو حضرت علیؓ کے ان ارشادات عالیہ کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے:۔

- ــــ اے بندۂ خدا، کسی کی گناہ کے سبب عیب جوئی نہ کر شاید وہ بخش دیا گیا ہو۔
- ــــ تو اپنے نفس کے صغیرہ گناہ پر بھی بے خوف نہ رہ۔ کیا عجب کہ اسی کے سبب سے عذاب دیا جائے۔
- ــــ بہتر یہی ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی کے عیب پر مطلع ہو تو اپنے عیبوں پر نظر کر کے اس کی عیب جوئی سے باز رہے۔
- ــــ میں تمہارے لئے اس امر کو برا سمجھتا ہوں کہ تم گالیاں دینے والے بن جاؤ

(نہج البلاغہ)

۱۹ ــــ یہودیوں کا عظیم سازشی منصوبہ ــــ ان کے نام جو پاکستان میں یہودیوں کے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔



تاثرِ فضلاء

رحمانی سیٹ کے متعلق اربابِ علم و فضل حسبِ ذیل رائے رکھتے ہیں۔

مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی —— لکھتے ہیں کہ ——

اِن کتابوں کا پیشِ نظر رکھنا عام مسلمانوں کے لئے عموماً اور مبلغین، واعظین اور نوتعلیم یافتہ طبقہ کے لئے خصوصاً مفید ہے۔

محققِ اسلام مولانا سیّد مناظر احسن گیلانیؒ —— لکھتے ہیں کہ

"دینی تعلیم حاصل کرنا اہم اسلامی فرائض میں سے ہے، لیکن جب تک مسلمان اس مقصد میں کامیاب نہ ہوں، اس وقت تک ان کتابوں کا پڑھنا مفید ہوگا۔"

مؤرخِ اسلام علامہ سیّد سلیمان ندویؒ —— لکھتے ہیں کہ ——

"قرآن کی اخلاقی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کے اخلاقی واقعات پر مشتمل یہ کتابیں اس قابل ہیں کہ شعبۂ تعلیم ان کو اپنے نصاب میں جگہ دے تاکہ نوجوانوں کے اخلاق پاک صاف اور بلند ہوں۔"

مولانا سیّد محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند لکھتے ہیں کہ ——

"ضرورت ہے کہ اسلامی مدارس و مکاتب اس سلسلہ کا طلبہ کو مطالعہ کرائیں۔ ہر مسلمان کے گھر میں اس کا مکمل سیٹ رہنا چاہیے۔"

(منقول از انداز سخن)

تشکّرِ علماء

دینی نقطۂ نظر سے رحمانی سیٹ کی اہمیت مندرجہ ذیل آراء سے ظاہر ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان —— تحریر فرماتے ہیں ——

" عرصہ دراز سے " آداب الاسلام " کے نام سے ایک کتاب لکھنے کے لئے مواد جمع کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی منشی عبدالرحمٰن خانصاحب کو جزائے خیر عطا فرماوے کہ انہوں نے اس خدمت کو بہترین طریقہ پر انجام دیکر مجھے اس محنت سے سبکدوش فرما دیا ہے "۔ (آداب و اخلاق صہ ۱۵)

حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ خیرالمدارس ملتان کا ارشاد ہے:۔ ——

" محبی و محترمی منشی عبدالرحمٰن خانصاحب کے تصنیفی کارنامے ان کی ہمت سے بلند معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کام دراصل علماء کا تھا۔ جو انہوں نے سرانجام دیا۔ اس لئے علماء کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے "۔ (تاریخی قصیدہ صہ ۱۱)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب —— مہتمم دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں ——

" جناب محترم مولانا عبدالرحمٰن خانصاحب مبارکباد ہی کے نہیں منت پذیری کے مستحق ہیں کہ انہوں نے انسان میں فنائے نفس اور رضائے حق کے جذبات ابھارنے کے لئے شرعی ادب کے تمام عملی نقشے اور عالمانہ و عارفانہ اسوے پیش کر کے امت کو پیغمبرانہ آداب و اخلاق پر لگانا چاہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سعی سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے ؎

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(آداب و اخلاق صہ ۱۶)

سوانحی خاکہ

اردو کتابوں کی ڈائریکٹری مطبوعہ ۱۹۶۸ کا ایک ورق

منشی عبدالرحمن خان ۱۹۱۲ء میں علم و عرفان کی سرزمین ملتان میں پیدا ہوئے یتیمی کی حالت میں پروان چڑھے، اسلامیہ ہائی سکول سے نویں جماعت پاس کر کے دسویں میں داخل ہوئے۔ مگر تعلیم کو خیرباد کہکر سیاسی سرگرمیوں میں دلچسپی لینے لگے، —— آپ نے صرف ذاتی مطالعہ اور بزرگانِ دین کی صحبت سے جو فیض حاصل کیا اُسے تصنیف و تالیف کے ذریعے ابتدا سے عام کرنا شروع کر دیا۔ طالب علمی کے زمانہ سے ہی آپ کو صحافت، سیاست اور علم و ادب سے دلچسپی تھی۔ آپ کی سیاسی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ ابھی ساتویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ آپ نے حکومت برطانیہ کے بھیجے ہوئے سائمن کمیشن کے خلاف پہلا سیاسی بیان دیا۔ جو شہرہ آفاق اخبار روزنامہ "زمیندار" لاہور کی ۳، فروری ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر شائع ہوا۔

آپ نے طالب علمی کے زمانہ سے ہی عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے سٹوڈنٹس یونین، نیشنل کانگرس، مجلس احرار، نوجوان بھارت سبھا، کمیونسٹ پارٹی اور بھگت سنگھ دت گروپ میں بھی کام کیا۔ اس دوران، مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لعل نہرو، سبھاش چندر بوس، خان عبدالغفار خاں، ڈاکٹر ستیہ پال، مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر شیخ محمد عالم، چودھری افضل حق اور سید عطا اللہ شاہ بخاری ایسے قومی لیڈروں کو ملنے اور قریب سے دیکھتے رہے۔ مگر ان میں رہ کر یہ مطمئن نہ ہو سکے اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ ——

"مہاتما گاندھی اور کانگریس مسلمانوں کو غلام بنانے والی آزادی چاہتی ہے"

اور اسی شاہ سرخی کیساتھ کانگریس سے علیحدگی کے متعلق آپ کا حقائق افروز بیان ہفت روزہ مجاہد اسلام" ملتان میں ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ جو آپ کی پیش بینی پر دال ہے اور

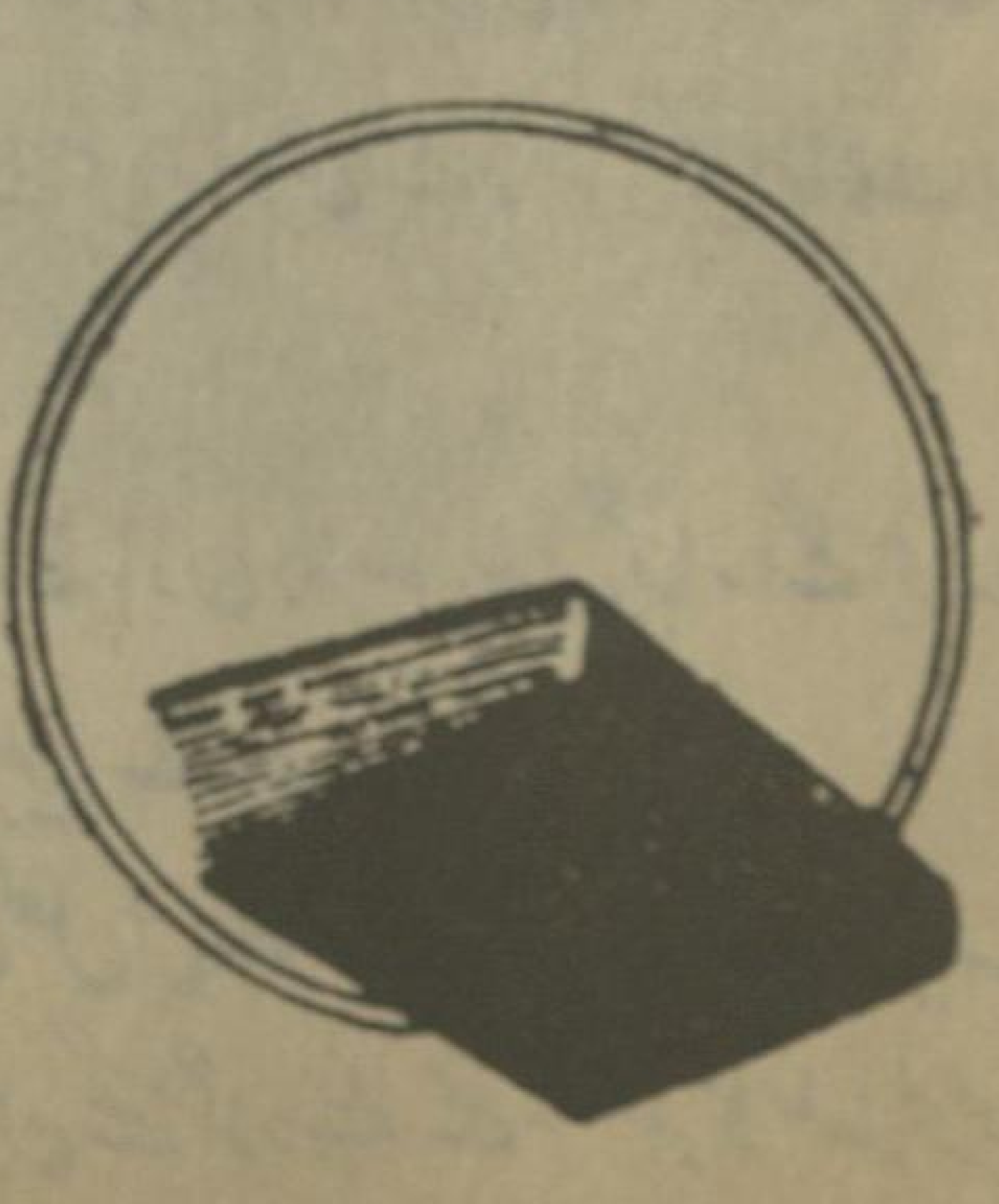
جس کی بعد کے ان واقعات نے توثیق کر دی، جو اس وقت سے لیکر اب تک ہندوستان میں رونما ہو رہے ہیں۔

آپ ملتان کے اخبارات "آفتاب" "بیدار" "بیدھڑک" "طوفان" اور "ملتان پنچ" کی قلمی اعانت کرتے رہے۔ پھر اپنا اخبار "مجاہدِ اسلام" نکالا۔ اور جب اسے بند کیا تو خریداروں کو بذریعہ منی آرڈر بقایا چندے واپس کر کے صحافتی دنیا میں پہلی اور آخری مثال قائم کی۔ اس کے علاوہ آپ روزنامہ "شمس" ملتان، روزنامہ "زمیندار"، "شہباز" "آزاد" "احسان" اور "نوائے وقت" لاہور کے نامہ نگار رہے۔

آپ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مؤرخِ اسلام سید سلیمان ندوی، محقق اسلام سید مناظر احسن گیلانی، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا خیر محمد جالندھری ایسے بزرگانِ دین سے وابستہ رہے۔ اور ان سے فیض یاب ہوتے رہے۔ لیکن ابتدائی روحانی تربیت آپ نے اس "ابدال" مرد غازی "سے پائی، جو قائد اعظمؒ کی روحانی تربیت پر مامور من اللہ تھے۔ جس کی تفصیل آپ کی تصانیف میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس دینی اور روحانی تربیت نے آپ کو خدمتِ خلق و دین کی طرف متوجہ کر دیا۔

(اردو کتابوں کی ڈائرکٹری ص ۴۱۴)



با اصول انسان

"آوازِ دوست" مصنفہ مختار مسعود کا ایک ورق

جب میں ملتان میں تعینات ہوا تو ضلع کے اہم افراد کی ایک فہرست پیش ہوئی، اس میں سرکردہ افراد بھی تھے اور سرکش اشخاص بھی، بڑے سے بڑے ٹوڈی سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے باغی کا نام درج تھا۔ ایک نام دیکھ کر میں ٹھٹھک گیا۔ یہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام تھا..... شاہ جی سے ملاقات کی خواہش دِل میں پیدا ہوئی اور میں نے اس کا اظہار منشی عبدالرحمن خان سے کردیا۔

شاہ جی کی تقریر سے محروم رہا تو تقریب بہر ملاقات نکال لی۔ یہ ملاقات منشی عبدالرحمن خان کے ذمہ تھی۔ انہوں نے شاہ جی سے بات کی تو وہ ٹال گئے۔ کہنے لگے کہ میں ساری عمر انتظامیہ سے لڑتا آیا ہوں۔ ڈپٹی کمشنر اگر بلانا چاہے تو وارنٹ گرفتاری نکالے۔

منشی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا تو میں نے کہا ——— دیکھئے ہوئی نہ احراریوں والی بات۔ ایک نوجوان دورِ حاضر کے عظیم خطیب سے ملنے کا خواہش مند ہے اور بوڑھا خطیب اس کے اشتیاق کا حال پوچھتا ہی نہیں۔ بس اتنا سُن کر کہ وہ سرکاری ملازم ہے۔ اسے فوراً رد کردیتا ہے۔ رہا حفظِ مراتب کا سوال تو میں نے پہلے ہی شاہ جی سے حاضری کی اجازت چاہی تھی۔ سلام نہیں بھیجا تھا۔

پیغام بر نے یہ باتیں سُنیں اور الٹے پاؤں واپس لوٹ گیا۔ اگلے ہی روز سید عطاء اللہ شاہ بخاری میرے ہاں مہمان بن کر تشریف لے آئے۔

شاہ جی ذرا سی دیر میں یوں گھل مِل گئے گویا میری نیاز مندی کو ایک زمانہ بیت چکا ہے...... شاہ جی کو آئے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ گفتگو کا سلسلہ لمحہ بھر کے لئے بھی منقطع نہ

ہوا اور اس میں میرا حصہ اس قدر تھا کہ جتنا ایک میزبان اور سامع کا ہونا چاہیئے منشی صاحب محض سننے اور سر دھننے کے قائل نہیں۔ ان کا اصول ہے کہ اچھا انسان، اچھی کتاب اور اچھی گفتگو جہاں میسر آئے۔ اس میں دوسروں کو بھی شریک کرو، ان سے تنہا فائدہ اٹھانا کم ظرفی کی دلیل ہے ملاقات شروع ہوئی تو منشی صاحب مسکرا رہے تھے۔ گفتگو شروع ہوتی وہ سنبھل کر بیٹھ گئے۔ پھر کاغذ نکالا اور یادداشت لکھنے میں مصروف ہو گئے ......

یہ بات ۲۸ جون ۱۹۵۹ء کی ہے۔ ــــــ دو تین برس بعد میں اور منشی عبدالرحمن خان ان کی قبر پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ شاہ جی زندہ تھے تو اپنے سامعین کو کبھی بنجر زمین، کبھی صحرا اور کبھی قبریں کہکر پکارتے تھے اور آج ہم ان کے سرہانے کھڑے تھے۔

(آوازِ دوست ص ۱۴۷-۱۵۲)

خطباتِ مسٹر جسٹس ایس، اے رحمٰن (حدیثِ دل) کا ایک ورق

ذاتِ مجنوں صفات

ملتان شہر کے علاقہ چہل بیک میں ایک صاحب رہتے ہیں۔ عبدالرحمٰن خاں نام منشی کہلاتے ہیں۔ چونکہ اہلِ قلم ہیں۔ یہ سابقہ ان کے لئے غیر موزوں نہیں۔ کچھ سر پھرے سے واقع ہوئے ہیں ——— اگر کوئی بات دل میں ٹھان لیں تو پھر مشکلات سے بے پرواہ ہو کر اسے کر گزرتے ہیں۔ ان کے جی میں آیا کہ میری ہرزہ سرائیوں کو یکجا کر کے شائع کر دیں۔ میری تنبیہات اس خیال کو ان کے دل و دماغ سے نہ نکال سکیں۔ ان کے اصرار پر مجھے بھی کسی حد تک اعانت کا مجرم بننا پڑا یعنی پرانے کاغذات کو کھنگال کر خطبات کا پلندہ ان کے حوالے کیا اور اس خیال سے کہ انگریزی خطبات کا ترجمہ اگر کوئی اور صاحب کریں تو میرے مافی الضمیر کو واضح کرنے سے شاید قاصر رہیں، ترجمہ کی ذمہ داری قبول کر لی تاہم تالیف و اشاعت کی ذمہ داری تمام تر منشی صاحب کی ہے۔

اگر ———

قارئین اس مجموعہ سے بیزار ہوں تو کوسنے منشی صاحب کی ذاتِ مجنوں صفات کو دے کر ثواب حاصل کریں۔ اور میری تقصیروں کی تشہیر کے پیشِ نظر مجھے دعائے خیر سے یاد کریں۔

(حدیثِ دل صہ ۱۳، ۱۴)

گلبرگ ۔ لاہور
۴ مارچ ۱۹۶۲ء

"اندازِ سخن" کا ایک ورق

بشارات و خطرات

قائدِ اعظمؒ کے روحانی مربی حضرت غازی صاحب کے مطبوعہ خطوط کی تلخیص جو انہوں نے منشی صاحب کی تربیت کے دوران جولائی سنہ ۱۹۴۲ء تا سنہ ۱۹۴۸ء کے درمیان لکھے اور جن کی سب پیشنگوئیاں صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔ ——— (مرتب)

لفظ اللہ کا تصور ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھو اور اس کی قدرت میں گم ہو جاؤ، پھر حقیقتِ محمدیؐ کا ظہور ہوگا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں اندرونی سیاہی دُور ہو جائے گی۔ نام کیساتھ میری نسبت لکھنا میں اچھا نہیں سمجھتا۔ عبدالرحمٰن یعنی رحمٰن کا بندہ ا پہلے سے ایسی نسبت ہے کہ اس نسبت کے بعد کسی نسبت کی ضرورت نہیں۔

آپ نے جو کچھ دیکھا ہے وہ خدا کے فضل و کرم کی نشانی ہے۔ مقام پر پہنچنے کے لئے سیڑھیاں آپ کو دکھا دی گئی ہیں۔ بس اب اس کے فضل کی ضرورت ہے۔ حالات ماشاء اللہ بہت امید افزا ہیں۔ شکر کے نفل ادا کریں۔ انشاء اللہ آپ کی طبیعت میں انقلاب آنے والا ہے، روحانی طور پر آپ کی بیعت ہو چکی ہے۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ پھر آپ کیا چاہتے ہیں ظاہرہ بیعت کی فی الحال کوئی ضرورت نہیں۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و اقدس زندگی آپ کی رہنمائی کر رہی ہے۔ لوگوں کے طعنے خوشی سے سنیں۔ پرواہ نہیں۔ انشاء اللہ وقت آئے گا کہ یہ لوگ دُعا کے طالب ہوں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے بن جائیں۔ وہ آپ کا ہو جائیگا پھر کسی کی مجال نہیں کہ کوئی بات کرے۔

مولانا اشرف علی تھانوی اس صدی کے مجدد تھے۔ ان کی کتب زیر مطالعہ رکھیں۔ جو

ایمان کو تازہ کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ایک بہت بڑا روحانی انقلاب آئے گا۔ خلوت گزینی اس وقت مفید نہیں نظامِ عالم بدل رہا ہے۔ اپنا پارٹ ادا کریں، حق کی آواز کو لوگوں کے کانوں تک پہنچائیں۔ خلوت میں وہ مزہ کہاں جو خدمت میں ہے۔

اس امر کا کسی سے ذکر نہ کرنا چاہیئے کہ مجھے اس قسم کے خواب آتے ہیں یا حالات کی پہلے اطلاع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ محترمہ ہمشیرہ صاحبہ کو بھی اس معاملہ میں رازدار نہیں بنانا چاہیئے حضرت شیخ الہند کی زیارت مبارک ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس سلسلہ عالیہ میں آپ شریک ہو گئے ہیں۔ مبارک قبول فرمائیں۔ آپ نے جو تالیف کا کام کیا ہے۔ یہ ہزاروں ہاتھوں تک جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جن کو اس سے فیض ہو گا۔ وہ دعا کریں گے۔ علم کا پھیلانا جہاد ہے۔ یہ مولا کریم کی نوازش ہے کہ وہ آپ سے کام لے رہے ہیں۔ ان کا شکریہ ادا کریں اور ان کے سامنے جھک جائیں۔

آپ کی بات خاص حلقوں میں پہنچا دی ہے۔ قائدِ اعظم اب کے جب لاہور تشریف لائیں گے۔ تو ان کی خدمت میں اس کے متعلق عرض کر دوں گا۔ امید کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی سیاسی فلاح کے لئے بھی آپ کے قلم سے کوئی کتاب نکلے گی۔ جو قرآن و حدیث کی روشنی میں ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کام قائدِ اعظم کی خوشی کا باعث ہو گا۔ اور لوگ حیران ہوں گے کہ عبدالرحمٰن خان اور لیگ کی حمایت میں اس قدر پُر معنی کتاب!

مولا کریم اپنے فضل و کرم سے آپ کے درجات میں بلندی عطا فرمائیں گے اور دین کی دولت سے مالا مال کر دیں گے۔ خط ملنے پر شکر کے نفل ادا فرمائیں۔

خواب میں آئیوالا روسی خطرہ، براستہ افغانستان کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے خواب کے متعلق عرض ہے کہ اسلام کو اسلام کے ماننے والے اس کی جڑوں سے اکھیڑ رہے ہیں۔ کسی آئندہ زمانہ میں ایک قوم جو مغرب کی رہنے والی ہو گی۔ خداوند کریم کو منظور ہوا تو اسلام قبول کرے گی۔ ایران دم توڑ رہا ہے۔ ایک صاحبِ دل اہلِ نظر اپنی روحانی اور عملی طاقت سے اس کو بدل سکتے ہیں۔ اگر دنیائے اسلام میں یک جہتی پیدا نہ ہوئی اور مسلمانوں نے ساری دنیا میں متحدہ محاذ پیش نہ کیا۔

تو موجودہ مسلمان قوم ہمیشہ کے لئے مٹ جائے گی۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ اسلام ہی خدانخواستہ مٹ جائے گا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو اسلام کی خدمت کے لئے کسی بہت بڑی اولوالعزم قوم کو اللہ تعالیٰ اس منصب جلیلہ پر ممتاز فرمائیں گے۔ جب کوئی مسلمان قوم اسلام کے قوانین سے روگردانی کرتی ہے تو وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ختم کر دی جاتی ہے۔ اسلام چونکہ آخری دین ہے وہ نہیں مٹتا۔

پنجابیوں کو پنجاب سے نکل کر سندھ میں آباد ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے، آگے جاکر سندھی، پنجابی، بلوچ، پٹھان سوال بن کر پاکستان کی تباہی کا باعث بن جائے گا۔

کراچی علمی مرکز نہ بن سکے گا ڈبمبئی بن جائے گا اور امپورٹ ایکسپورٹ کا مرکز رہے گا۔ کراچی دس سال سے زیادہ پاکستان کا دارالخلافہ بھی نہ رہے گا۔ پاکستان کے اندر پارٹی بازی اور رشوت کا بازار گرم ہو جائے گا۔ اس ماحول کو صرف مذہب ہی بدل سکتا ہے۔ اگر ضروریاتِ زمانہ کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں قوانین بنانے کی کوشش کی گئی تو مولا کریم کی مدد شامل حال رہے گی۔ ورنہ زمانہ کسی کا انتظار نہیں کرتا اور گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ ہندو اور مسلمان کی قسمت کا فیصلہ کشمیر میں ہو جائے گا۔

۱۲ ستمبر ۴۸ کی صبح کو جہاز کی روانگی تھی کہ حضرت قائد اعظمؒ کا انتقال ہو گیا۔ یہ ایسا اچانک صدمہ تھا کہ طبیعت قابو میں نہ رہی۔ سامان کو جہاز پر چھوڑا، خود جنازہ میں شمولیت کے لئے واپس شہر آیا خدا کا شکر ہے کہ کندھا دیا اور میں نے اپنے ہاتھ سے قائد اعظمؒ کو قبر میں اتارا۔ ان کا وزن بمشکل پندرہ سیر ہو گا۔ جب میں نے سر کا بند کھولا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میٹھی اور گہری نیند سو رہا ہے۔ سکراتِ موت کے اثرات نہ تھے۔ قوم کا غم اس بوڑھے جرنل کو قبر میں لے گیا۔

قدرت نے عثمان کے غدار خاندان سے حضرت ٹیپوؒ کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ساری طاقت خرچ کر کے کشمیر کو لے لیں۔ ورنہ ہم ختم ہو جائیں گے۔ ہماری ہندوستان سے جنگ یقینی ہے۔ جو کشمیر کے مسئلہ سے ہی شروع ہو گی۔ اگر ہمیں زندہ رہنا ہے۔ تو ہمیں تمام اختلافات مٹا کر اور ایک ہو کر، دن رات محنت کر کے پاکستان کو مضبوط کرنا چاہیئے اور جنگ کی تیاری مکمل کر

یعنی چاہیئے ——— اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر جو انجام ہوگا۔ اس سے دل لرز جاتا ہے۔

جدہ شریف بخیریت پہنچ گیا۔ سلطان ابن سعود کی طرف سے استقبال ہوا۔ جب تک ایک آدمی مدینہ منورہ نہ آئے۔ یہاں کی برکات کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی ایسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں کہ کائنات ان کے سامنے ہیچ ہے۔ ایک دفعہ کی حاضری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود جواب سے سرفراز فرمانا ایسی نعمت ہے کہ کون اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ میں جس مکان میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اسی مکان میں حضورؓ شہید ہوئے تھے۔ اس مکان سے حرم محترم صرف دو گز کے فاصلہ پر ہے۔ ہر وقت گنبدِ خضریٰ سامنے ہے۔ ساتھ والا مکان حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جب سرکارِ دو عالمؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ تو اس میں قیام فرمایا تھا۔

جو کام میرے سپرد ہوا تھا۔ مولا کریم نے اس کو پورا کیا۔ لاکھ لاکھ شکر ہے۔ واپسی پر ایک خاص پروگرام بنانا چاہتا ہوں اور سفر نامہ وسفر کی رپورٹ آپ سے لکھوانا چاہتا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ توجہ فرمائیں گے ——— اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے بالکل سامنے بیٹھا مکان پر خط لکھ رہا ہوں۔ فقط والسلام۔

(اندازِ سخن صہ ۱۳۱ تا ۱۳۷)

ایشین ڈرامہ کا ایک ورق

A TWENTIETH CENTURY FUND STUDY

PELICAN BOOK A 981
ASIAN DRAMA · AN INQUIRY INTO THE POVERTY OF NATIONS
VOLUME I

Dr. Gunnar K. Myrdal was born in 1899. An internationally known economist and sociologist, Dr. Myrdal is professor of international economics at the University of Stockholm and director of the Swedish Institute for International Economic Studies. He has served as an adviser to the Swedish government on economic, social and fiscal policy, and has been a member of the Swedish Senate; of the Population, Housing and Agricultural Commission; and was minister of commerce. From 1947 to 1957 he was Executive Secretary of the United Nations Economic Commission for Europe. His seminal work on U.S. race relations, *An American Dilemma*, was published in 1944, growing out of his direction of a study of American Negroes for the Carnegie Corporation from 1938 to 1943. Among his other works are *An International Economy* (1956), *Beyond the Welfare State* (1960), and *Challenge to Affluence* (1963).

ہر بر اعظم میں ملک ملک اپنی
ذات کے تحت کروڑوں کی
تعداد میں شائع ہونے والی تین
جلدوں پر مشتمل دنیا کی معروف
کتاب ایشین ڈرامہ کے شہرہ
مصنف گنر مائیرڈال کے کرامت
جو اسکی منفعت کے شایان شان ہیں

دنیا کے اس عظیم اکانومسٹ نے اپنی اس کتاب کی جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۰ پر منشی
عبدالرحمن خان کی تصنیف تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی کا ایک حوالہ اپنے
نظریے کی تائید میں بطور سند پیش کیا ہے جس کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ اس
کتاب پر منشی صاحب کے ڈاکٹر ادیب عصر مسٹر مختار مسعود نے یہ الفاظ ذیل
ایک بہت بڑا اعزاز قرار دیا ہے۔

Asian Drama is a modern thesis and its author G. Myrdal is considered as one of the leading international economists. The book was published about three or four years ago. I had seen a few parts of this voluminous book. I will send for it again to see the references of your writings. It is indeed a great tribute you find a place in his writings.

With kindest regards,

Yours sincerely,

(MUKHTAR MASOOD)

منشی عبدالرحمن خان

Moslems.[1] Their ideas about the future state of Pakistan had few roots in Islam. As Keith Callard pointed out in reviewing Pakistan's origins and early political history: "The background of the men who organized the campaign was not theology and Islamic law but politics and the common law, not Deoband but Cambridge and the Inns of Court. Mr. Jinnah and his lieutenants such as Liaquat Ali won Pakistan largely in spite of the men of religion. They led a secular campaign to create a state based on a religion."[2] The leaders of the Muslim League occasionally expressed the secular nature of their political strivings;[3] their predicament drew ironical comments from Moslem intellectuals who stayed behind in India.[4] But, as we shall see, partition defined in the religious terms of the two-nation doctrine and the mass appeal of Islamic solidarity came to have political significance. It gave justification to conservative traditionalism, represented by the influence of the mullahs. None of the leaders of the new state dared to openly suggest a complete separation of religion and politics for fear of being branded anti-Islamic.

The Western-educated leaders of the Muslim League thus acclaimed

---

particularly, the reaction of intellectual Moslems to some elements in Hinduism, such as idolatry and cow worship, encouraged the intellectual elite in Pakistan to retain their ties with Islam. An American writer, F. S. C. Northrop, who in *The Taming of the Nations: A Study of the Cultural Bases of International Policy* (Macmillan, New York, 1952) analyzes Asian problems entirely in literary, ideological, and theological terms, has this to say (p. 149): "To turn from the literature of Hindu-Buddhist-Taoist-Confucian Asia to that of Islam is, to a Westerner, like moving from a low hanging humid, all-embracing haze into an upper region of fresh, clear air. There is a realistic, implicitly expressed definiteness and directness about the Quran and its Islam which permits one of the West to breathe more easily and to see things more clearly, as if one were at home in the clime to which one's physiology is adapted. From the outset also there is an emphasis upon the moral as the determinately lawful. Allah is a God of justice and his creatures are going to be judged."

[2] The Jama'at-i-Islami leader, Maulana Maudoodi, stated unequivocally that "From the League's Quaid-i-Azam [Jinnah] down to the humblest leader, there was no one who could be credited with an Islamic outlook and who looked at the various problems from an Islamic point of view." (Munshi Abdur Rahman Khan, in a 1956 work, quoted in Khalid Bin Sayeed, *Pakistan, The Formative Phase*, Pakistan Publishing House, Karachi, 1960, p. 218.)

[3] Keith Callard, *Pakistan, A Political Study*, Allen & Unwin Ltd., London, 1954, p. 20.

[4] A. K. Brohi, the Pakistan Law Minister from 1953–54, explained: "I have never said that I do not want an Islamic Constitution in this country; all I have said is that having regard to the accepted notion of what constitutional law is, it is not possible to derive from the text of the Quran any clear statement as to the actual content of the constitution of any State." (Quoted in Keith Callard, "The Political Stability of Pakistan," *Pacific Affairs*, Vol. XXIX, March 1956, p. 20.)

متنوع شخصیّت

از

عارف محمود

پیش لفظ ——— "اندازِ سخن"

منشی عبدالرحمٰن خان
کے ایک ہم مکتب، ہم مسلک
ہم عصر اور ہم سفر کے قلم
حقیقت رقم
سے

کامریڈ

منشی عبدالرحمن خان میرے اس وقت سے واقف ہیں۔ جب وہ ابھی طالب علم تھے۔ انگریز دشمنی کے جذبہ کے تحت دسویں جماعت میں ہی سکول چھوڑ کر سیاسی کھیل کھیلنے لگے۔ سوشلزم اور کمیونزم کی سرحدیں پار کرنے کے بعد انارکسزم کے میدانِ خارزار میں جا گھسے اس زمانہ میں آپ کی جیب میں قلم کی بجائے پستول ہوا کرتا تھا۔ کامریڈ کہلاتے تھے۔ اور بالکل اسی انداز میں طلباء میں تقاریر کیا کرتے تھے۔ جیسے سوشلزم اور کمیونزم کے داعی عام طور پر کیا کرتے ہیں۔

آپ کی "حفاظت" کے لئے ملتان میں چار اور لاہور میں چھ سپاہی سفید پارچہ جات میں سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ سبھاش بابو کی طرح کھدر کی سُرخ شال اوڑھے جدھر سے گزر جاتے تھے۔ آپ پر انگلیاں اُٹھتی رہتی تھیں۔۔۔۔۔۔

مگر اب ـــــــــ

انگریز کی غلامی سے آزاد ہو کر پچھتاتے ہیں اور کہتے ہیں:ـــــــــ

"اس آزادی سے وہ غلامی اچھی تھی۔ بیگانوں نے ہمیں جو آزادی بخشی تھی۔ وہ اپنوں نے چھین لی، زندگی کی جو گھٹن اب محسوس ہوتی ہے۔ اُس وقت اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔"

(اندازِ سخن صہ ۱۳)

نامہ نگار

آپ کی زندگی کا دوسرا دور میدانِ صحافت سے شروع ہوا۔ آپ بڑے پرجوش نامہ نگار تھے ——— واقعہ نگاری میں ہوش سے زیادہ جوش غالب رہتا تھا۔ اور آپ کی مرتب کردہ رپورٹوں میں وہ تصویر صاف اور نمایاں نظر آتی تھی جو آپ دنیا کو دکھلانا چاہتے تھے۔

اِسی لئے آپ کے استادِ محترم حضرت اسد ملتانی آپ کو فرمایا کرتے تھے کہ ———

"آپ اپنی مرتب کردہ رپورٹوں پر چند گھنٹے بعد نظرِ ثانی کر کے انہیں مختصر کرنے کی سعی کیا کریں۔ کیونکہ ایجاز مؤثر ہوتا ہے۔ اور اس کا اثر تادیر قائم رہتا ہے۔"

چنانچہ آپ نے ———

اپنی مشہور کتاب ——— "داستانِ عمل" ——— اسی انداز میں لکھی۔ جس کا کوئی واقعہ ایک، دو، یا تین صفحات سے زیادہ کا نہیں۔ اور جو اثر و تاثیر کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتی۔

(اندازِ سخن صد ۱۲)

مدیر

نامہ نگار سے آپ ایڈیٹر بنے۔ ملتان کے متعدد اخبارات "بیدار" "بیدھڑک" "آفتاب" اور "ملتان پنچ" وغیرہ میں کام کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہفت روزہ اخبار "مجاہدِ اسلام" نکالا اور کامریڈ کی بجائے "مجاہد" کہلانے لگے۔ میدانِ سیاست کے اندر رہ کر آپ نے ہندو ذہنیت کا بغور مطالعہ کیا اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ:۔

"مسٹر گاندھی اور کانگرس مسلمانوں کو غلام بنانے والی آزادی چاہتی ہے"

اسی شاہ سرخی کیساتھ آپ نے اپنے مشاہدات و تاثرات پر ایک مبسوط مقالہ اپنے مذکورہ بالا اخبار میں ۱۹۳۱ء میں شائع کیا۔

۱۹۳۱ء میں آپ نے جو خدشات ظاہر کئے۔ وہ ۱۹۴۷ء سے لیکر اب تک ایک حقیقت بن چکے ہیں۔ اور یکے بعد دیگرے سامنے آ رہے ہیں۔ اس مقالہ کی اشاعت کے بعد آپ کے کانگرسی اور احراری رفقا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ سے کٹ گئے۔

زمانہ بدلا، حالات بدلے۔ نظریات اور تصورات بدلے مگر وہ اپنی روش سے آجتک نہ بدلے۔

(اندازِ سخن، صہ ۱۴)

مُنشی

مجاہد سے آپ منشی بنے۔ اور اپنی عمرِ عزیز کے زائد از چالیس سال کچہری میں ایک جگہ بیٹھ کر گزار دیئے، آپ کی استقامت کا یہ حال ہے کہ یہ سارا عرصہ آپ ایک ایسی ذات سے وابستہ رہے۔ جو اپنے نظریات، تصورات اور معمولات میں منشی صاحب کے سو فیصد متضاد واقع ہوئے تھے۔ مگر منشی جی ان سے برابر نباہتے چلے جا رہے ہیں۔ جس پر سب انگشت بدنداں ہیں۔

ان کے علاوہ بھی ——— آپ کا ایک ایسے شخص کیساتھ برس ہا برس واسطہ رہا۔ جس کی تند خوئی اور تلون مزاجی سب کے لئے ناقابلِ برداشت رہی منشی صاحب نے ان کی بدمزاجی کے باوجود، اس کی ہوسِ شہرت پسندی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ان سے ناقابلِ برداشت حالات میں مفادِ عامہ کے لئے ایسے کام لئے جو دوسرے نہ لے سکے۔

لوگ جب آپ سے، آپ کی ایسی وابستگیوں کی وجہ پوچھتے تو یہی جواب ملتا، ———

"ہم خیال افراد کیساتھ زندگی گزارنا کوئی بہادری نہیں، مختلف طبائع کیساتھ عمر گزار دینا اصل زندگی اور مجاہدہ ہے"

(اندازِ سخن، صد ۱۴)

مبصّر

آپ نے کچہری میں ایک مبصر کی حیثیت سے زندگی کے پچاس سال گزار دیئے۔ جو بذاتِ خود ایک بہت بڑی عبرت گاہ ہے اور منشی صاحب کی زندگی کا رُخ بدلنے میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جہاں منشی صاحب کو خدمتِ خلق کے سنہری مواقع ملے، آپ نے یہاں نہ صرف لوگوں کو ظلمِ حکام سے بچایا بلکہ بدمزاج اور بدعنوان حکام کو بھی درسِ عبرت پڑھایا۔

حکام کے خوف یا خوشنودی کی وجہ سے اپنی جن الجھنوں کو خود وکلا، نہ سلجھا سکے انہیں منشی صاحب نے اپنی حکمتِ عملی سے سلجھا دیا۔ جن کی تفصیل آپ کی تصنیفِ لطیف "مشاہدات و واردات"[1] میں چھپ چکی ہے اور کچھ "کچہری کی دنیا" میں چھپنے والی ہے۔ اگر آپ کچہری کی دنیا میں نہ رہتے تو —— بازارِ رشوت —— جیسی قابلِ دید اور قابلِ داد، مفید اور مؤثر کتاب نہ لکھ سکتے۔ جس کے متعلق مسٹر مختار مسعود سی ایس پی نے اپنے ایک[2] خط میں لکھا کہ:۔

"آپ نے علمِ مشاہدات، دردمندی اور لکھنے کی مہارت سبھی کو کام میں لاکر اس موضوع پر بہت مفید اور جامع کتاب لکھی ہے۔ دیر تک اس کتاب کو اولیت کیساتھ حرفِ آخر کا درجہ حاصل رہے گا"

---

[1] یہ اب چھپ چکی ہے

[2] یہ خط "اندازِ سخن" میں چھپ چکا ہے۔

مُصنّف

منشی سے آپ مصنف بنے ۔ مصنف بھی ایسے زود نویس کہ آپ کی کتاب پہ کتاب مارکیٹ میں آنے لگی ۔ جب بھی کوئی مسئلہ سامنے آیا قلم اٹھایا اور کتاب لکھ ڈالی ۔ مولانا ماہر القادری مدیر " فاران " نے آپ کی کتاب " مشاہدات و واردات " پر بڑا طنزیہ تبصرہ کیا اور لکھا کہ ـــــــــــ

" منشی صاحب نے قائداعظمؒ کے نماز پڑھنے کے بارے میں جو انکشاف کیا ہے ۔ اس پر انہیں نوبل پرائز ملنا چاہیئے "

ریویو پڑھنے کی دیر تھی کہ آپ نے " تعمیر پاکستان اور علماء ربانی " نامی کتاب لکھ ڈالی اور اپنے دعویٰ کی تائید میں ثقہ حضرات کے بیانات اور مستند دستاویزات شائع کر دیں ۔ جن کو پڑھ کر مولانا ماہر القادری نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ :ـــــــــ

" ان پر شبہ کرنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے "

اسے کہتے ہیں ۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے ۔

خلیفہ عبد الحکیم مرحوم نے علماء دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے " اقبال اور مُلّا " نامی رسالہ شائع کیا ۔ جس کے سلسلہ میں مولانا عبد الماجد دریا بادی نے " صدقِ جدید " میں تحریک کی کہ کوئی اس کا جواب لکھے ۔ منشی صاحب سال بھر انتظار کرتے رہے کہ شاید کوئی جواب لکھے ۔ جب کسی کو اس کا جواب لکھنے کی توفیق نہ ہوئی تو اس کا دندان شکن جواب منشی صاحب نے ہی " اقبال اور مُلّا " میں دیا ۔

(اندازِ سخن صہ ۱۵)

مؤلف

منشی عبدالرحمٰن خان اناپ شناپ لکھنے کے عادی نہیں۔ اور نہ ہی آپ محض ایک سٹائل کے رائٹر ہیں۔ آپ کی ہر کتاب مختلف موضوع پر ہے۔ اتنا تنوع کسی اور مصنف میں بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ جو کچھ لکھتے ہیں بڑے غور و فکر سے لکھتے ہیں اور ہر کتاب میں دلائل اور مستند حوالہ جات کے انبار لگا دیتے ہیں کہ قاری مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس وقت[1] تک آپ کی چھوٹی بڑی تیس ۳۰ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور اہلِ علم و فضل سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اپنی تصنیفات کے علاوہ آپ نے مولانا اشرف علی تھانوی کے خطبات پر مشتمل تیس جلدوں کی مواعظی انسائیکلوپیڈیا بھی مرتب کی ہے۔ ہر جلد کا حجم آٹھ سو صفحات کے قریب ہے۔ جن میں سے اس وقت تک گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

آپ کی تصنیفات و تالیفات کا سلسلہ سراسر اس بزرگ کے فیضان کا نتیجہ ہے جن کے اصلاحی خطوط اس کتاب (اندازِ سخن) کے حصہ اول کی زینت ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے آپ کے تصنیفی کارناموں کے متعلق اپنے خطوط میں پیش گوئیاں کیں جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں (صہ ۱۵)

---

[1] یعنی ۱۹۷۱ء تک

متوّکل

حق تعالیٰ نے جہاں منشی صاحب کے اوقات میں برکت دی ہے اور آپ کو قابل رشک توفیقات سے نوازا ہے، وہاں آپ کو اور بھی بہت سی خوبیاں بخشی ہیں۔ مثلاً ——— زر پرستی کے اس دَور میں جب کہ روپیہ پیسہ ایمان بن گیا ہے۔ منشی صاحب کو میں نے اس سے نفور دیکھا۔ ان کے دل میں حُبّ زر و مال نہیں۔ ورنہ جس طرح انہیں اپنی زندگی میں ہاتھ رنگنے کے بہت سے مواقع میسر آئے تھے۔ یا جیسے بڑے بڑے اربابِ اقتدار آپ کے عقیدت مند تھے۔ دوسروں کی طرح آپ بھی وارے نیارے کر سکتے تھے۔ مگر غیر اللہ کے سامنے دستِ طلب بڑھانا ان کی غیرت کے خلاف ہے۔ آپ کا شاہی سلسلہ ہے۔ دینا جانتے ہیں لینا نہیں جانتے۔ میں نے ان کے دل میں زر و مال کے لئے اتنی نفرت پائی، جتنی دوسری کے دل میں اس کے لئے محبت دیکھی ——— یہی وجہ ہے کہ آپ کو جو کچھ میسر آتا۔ اسے کشادہ دلی سے خرچ کر دیتے۔ اور کچھ پس انداز نہ کرتے۔ کیوں کہ آپ کو جس وقت جتنی رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا اسی وقت غیب سے سامان ہو جاتا ہے۔ یہ شنید نہیں دید ہے۔ میں تو آپ کے حالات دیکھ کر توکل علی اللہ کا قائل ہوا ہوں۔ آپ اکثر کہا کرتے ہیں کہ :- ———

"جب خود میرے رازق و مالک کو میری فکر ہے تو میں دُنیا کی فکر کیوں کروں۔ اسی کے ذکر و فکر میں کیوں نہ لگا رہوں۔"
(اندازِ سخن صد ۲)

مُرشد

منشی صاحب کو صرف دولت ہی سے نفرت نہیں۔ شہرت سے بھی نفرت ہے حالانکہ ـــــــــ

آپ کا ایک رفیق جو رقیب بن گیا۔ اپنی ساری پونجی حصولِ شہرت کے لئے خرچ کرنے کے باوجود وہ شہرت حاصل نہ کر سکا جو منشی صاحب کے حصہ میں آئی۔ آسٹریلیا سے افریقہ تک آپ کے جاننے والے اور آپ سے کام لینے والے موجود ہیں۔ جب بھی جاؤ میز پر فارن ڈاک کا ڈھیر لگا ہوتا ہے۔ اور ہر خط میں کوئی فرمائش ہوتی ہے۔ جو آپ پوری کرتے رہتے ہیں۔

بقول برنی صاحب موصوف :ـــــــــ

"آپ کی کام کرنے کی لگن، خدمت کا جذبہ شہرت اور خراج تحسین سے بے نیاز سلیقہ مندی"

کے ہی یہ کرشمے ہیں۔ یہ سب باتیں خداداد ہیں۔ دھن دولت سے نہیں آتیں۔

منشی صاحب کا سلسلہ رشد و ہدایت بھی ہے۔ دوسروں کی اصلاح و تربیت کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ جو بھی آپ کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہوا اس کی زندگی بدل گئی۔ گو آپ کے مریدوں کی تعداد قلیل ہے۔ مگر لائق تقلید اور قابل داد ہے۔"

(اندازِ سخن ص۲)

مُستعِد

منشی صاحب کی علمی و قلمی ادائیں مُلتان کے صاحبِ نظر ڈپٹی کمشنر مسٹر مختار مسعود کو اتنی پسند آئیں کہ انہوں نے علم و ادب کے بڑے بڑے ٹھیکیداروں کو نظر انداز کر کے منشی صاحب کو رائٹرز گلڈ سب ریجن ملتان کا سیکرٹری نامزد کر کے سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ——— منشی صاحب الگ پریشان کہ میں تہذیب جدید کے ان فرزندوں سے کیسے نبھاؤں گا۔ اور تہذیب جدید کے یہ فرزند اس سے نالاں! کہ ہمیں یک مشت آپکے لبتہ میں کیوں باندھ دیا گیا۔ اور مسعود صاحب اپنی جگہ فرحاں و شاداں کہ جو ڈرامہ میں نے اس وقت کھیلا ہے۔ ایسا کبھی کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ آیا ہوگا۔

آپ نے دوسرا غضب یہ کیا کہ منشی صاحب کو بیک جنبشِ قلم میونسپل کمشنر بنا دیا جس نے منشی صاحب کے حاسدوں اور رقیبوں میں مزید اضافہ کر دیا۔ وکلاء نے خاص طور پر اس کو برا منایا اور انہوں نے ڈپٹی کمشنر سے احتجاج کیا کہ آپ کو وکلاء میں سے کوئی اس منصب کا اہل نظر نہ آیا کہ آپ نے ایک منشی کو بلدیہ کا رکن نامزد کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ:- ———

"آپ صرف وکلاء سے نہیں تمام شہر سے ان جیسا بے لوث، باہمت اور مستعد کارکن تلاش کر لائیں۔ میں ان کی نامزدگی منسوخ کر دوں گا۔"

جس پر سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ واقعی جوہر کی شناخت جوہری ہی کر سکتا ہے۔

(اندازِ سخن صہ ۱۶)

مُحرّک

منشی صاحب صرف صاحب تصنیفات و تالیفات ہی نہیں، صاحب تخلیقات و تحریکات بھی ہیں۔ صاحبِ قال ہی نہیں بلکہ بقول مولانا عبدالماجد دریابادی صاحبِ حال بھی ہیں۔ کچہری میں بیٹھے بیٹھے صرف ادارے نہیں چلاتے۔ تحریکات بھی چلادیتے ہیں۔

۱۹۶۰ء میں مسٹر مختار مسعود کی تجویز پر —— "جائزہ حسنِ قرأت" کی تحریک اس خوبی سے چلائی کہ وہ دیکھتے دیکھتے عالمگیر حیثیت اختیار کرگئی۔

۱۹۶۲ء سے آپ نے عید کارڈوں کی مُسرفانہ بدعت کو بدعتِ حسنہ میں بدلنے کے لئے تبلیغی کارڈوں کی اشاعت کی مہم چلا رکھی ہے۔ جواب مقبولِ خاص و عام ہو رہی ہے۔

۱۹۶۵ء سے آپ نے جدید طرز کا ہلکا پھلکا۔ دلکش، دلنشیں تبلیغی لٹریچر چھاپنے اور بیرون ملک مفت تقسیم کرنے کی تحریک شروع کر رکھی ہے جو پورے زور شور سے چل رہی ہے اور جس سے ہر ماہ ہزاروں تشنگانِ علم مستفید ہو رہے ہیں۔

اس کے بعد ——

آپ نے شادی کے موقعوں پر سہروں کی اشاعت و اسراف کے خلاف جہاد شروع کیا اور ایسے مواقع پر حقوقِ زوجین کے سلسلہ میں نو بنو حسین اور سبق آموز کتابچے چھپوا کر تقسیم کرنے شروع کئے جنہیں عوام و خواص نے نہ صرف پسند کیا بلکہ اپنانا بھی شروع کر دیا۔ کیونکہ ان سے موقع محل کے مطابق درس عمل مل جاتا ہے اسی لئے اب سہروں کی فرمائش روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔

(صہ ۱۸)

مؤسس

ملتان رائٹرز کالونی، مسجد اشرف، ایوان ادب اور گونگے بہروں کا سکول و ہوسٹل آپ کی ساعیٔ جمیلہ سے معرضِ وجود میں آئے۔ جو آپ کے جذبۂ خدمت خلق اور عظمت کی بزبانِ حال شہادت دے رہے ہیں —— آپ کو عوامی مفاد و خدمتِ خلق کی کتنی فکر تھی۔ اس کا اندازہ صرف اسی امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ملتان ایسے تاریخی شہر میں کوئی پبلک میٹنگ ہال نہ تھا۔ جس کی آپ ایک عرصہ سے شدت کیساتھ ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ حسنِ اتفاق سے —— "دار الفلاح" —— کی تعمیر و نگرانی کا اہتمام آپ کے سپرد ہوا۔ اس بلڈنگ کے منظور شدہ نقشہ میں یا بلڈنگ مذکور کے منتظمین کے دل و دماغ میں یا وہم و گمان میں اس ہال کا کوئی وجود یا یا تصور تک موجود نہ تھا۔ مگر آپ نے بڑی چابکدستی سے اس بلڈنگ کی تعمیر کے دوران "ایوانِ ادب" کی گنجائش نکال کر اور اسے معرض وجود میں لاکر سب کو محوِ حیرت کر دیا۔ جس پر سید ابنِ حسن برکی (جوائنٹ پریذیڈنٹ یونائیٹڈ بنک) نے اپنے ایک مکتوب میں خوب روشنی ڈالی اور اہل شہر کی صحیح ترجمانی کی کہ ——

"ملتان آپ کا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کریگا"

(صد ۱۸/۱۹) ——

لہ منشی صاحب دس سال تک اس کے منتظم رہے اور عوام و خواص اس ہال سے استفادہ کرتے رہے۔ دس سال بعد جب نئی انتظامیہ کی باگ ڈور ارباب غرض نے سنبھالی تو انہوں نے خود غرضانہ بنیادوں پر اسے ختم کر کے ایک کمرشل اڈے کو کرایہ پر دیدیا اور اہلِ ادب کو اس نعمت سے محروم کر دیا۔ (مرتب)

بسم اللہ

منتظم

اتنی اہم ترین مصروفیتوں اور مشغولیتوں کے باوجود میں نے منشی صاحب کو نہ کبھی پریشان دیکھا اور نہ فکر مند۔ یہ مبالغہ نہیں مشاہدہ ہے۔ کہ میں نے منشی صاحب کو کاموں کے پیچھے "دیوانہ وار" دوڑتے نہیں دیکھا۔ مگر آپ کے کاموں کو "پروانہ وار" ہوتے ضرور دیکھا ہے۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ ——

"میں تمام کام خدا اور رسولؐ کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرتا ہوں۔ اس لئے مجھے کاموں کے پیچھے نہیں دوڑنا پڑتا۔ وہ خدا کے فضل و کرم سے خود بخود ہی ہوتے رہتے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو اس فارمولا کو آزما کر دیکھ لیں۔ تفصیل اپنے وقت پر سامنے آئے گی۔"

آپ کی زندگی کا نظم و ضبط بھی خوب ہے۔ آپ کی ذاتی لائبریری میں جو تقریباً دو ہزار کتب پر مشتمل ہے۔ ہر چیز قرینہ سے دھری ہے، جسکا اندازہ مسٹر برنی صاحب موصوف کے ایک خط سے ہوتا ہے۔ —— ، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ——

"آپ نے مانی صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نظمیں ارسال فرمائیں۔ میرا خیال تھا کہ یہ آپکے وسیع کتب خانہ میں کاغذات کے بے شمار انبار میں کہیں گم ہوگئی ہوں گی۔ مگر آپ کی زندگی کی ترتیب و تنظیم کمال کی ہے۔ ہر چیز اپنے مقام پر رہتی ہے اور بوقت ضرورت ہاتھ باندھے آپ کے سامنے موجود ہوتی ہے۔" (صد ۱۹)

مُستغنی

لوگوں کو دولت عزیز ہوتی ہے۔ مگر منشی صاحب کو وقت عزیز ہے، وقت کی بچت اس ترتیب و تنظیم سے ہی ہو سکتی ہے کہ زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔ کیونکہ دولت تو کمائی جا سکتی ہے۔ مگر وقت کی گاڑی کو واپس نہیں لایا جا سکتا۔ اسی لئے منشی صاحب وقت کے بڑے پابند ہیں۔ گھڑی کی سوئی کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ خوشی کا موقعہ ہو یا غمی کا، نکاح ہو یا جنازہ جو وقت مقرر کریں گے۔ اس میں ایک منٹ کی تاخیر یا تعجیل نہیں ہونے دیں گے۔ ہر تقریب وقت مقررہ پر ہوگی۔ اسی لئے لوگ آپ کی تقریبات میں خوشی خوشی جاتے ہیں کہ وہاں وقت ضائع نہیں ہوتا۔ بلکہ بر وقت فراغت ہو جاتی ہے، ——— اور جہاں پابندیٔ وقت کا سوال سامنے آتا ہے تو منشی صاحب کی مثال دی جاتی ہے۔

حیرت تو اس بات کی ہے کہ گھر میں جب کوئی موت ہوئی۔ اس سے آپ کے معمولات میں فرق نہیں آیا۔ ——— میت کو نہلایا اور کفنایا جا رہا ہے مگر آپ اپنے لکھنے پڑھنے میں مصروف ہیں۔ بارہا کہا بھائی اب تو کام چھوڑ دو تو یہی جواب ملا کہ ———

"یہ اپنا کام مکمل کر چکا ہے۔ مگر میرا کام ابھی باقی ہے۔ اسے اب بھی میں نے کرنا ہے اور پھر بھی میں نے کرنا ہے۔"

اس کی تائید مسٹر شریف بار ایٹ لار کے خط سے بھی ہوتی ہے کہ ———

"اہلیہ رات کو اللہ کو پیاری ہو گئیں اور آپ اس کے پاس بیٹھے انہیں اسی وقت خط لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ایسے وقت میں انسان صبر و ثبات کھو بیٹھتا ہے۔"

(۱۵۱)

مُبلّغ

میرے تئیں تو یہ ہمت نہیں کرامت ہے کہ آپ خود تو میٹرک پاس بھی نہیں اور آپ کی کتابیں ایم اے۔ اسلامیات کے اضافی کورس میں شامل ہیں۔ صبح سے شام تک کچہری میں کارِ منصبی ادا کرتے ہیں اور وہاں بیٹھے بیٹھے تصنیف و تالیف بھی کرتے رہتے ہیں اپنا پریس بھی چلاتے ہیں۔ اپنے ادارہ اشرف المعارف اور عالمی تبلیغی ادارہ کو بھی کنٹرول کرتے ہیں۔ —— علاوہ ازیں نصف درجن کے قریب علمی، ادبی، دینی اور سماجی اداروں کے روحِ رواں بھی تسلیم کئے جاتے ہیں۔ جس میدان میں قدم رکھتے ہیں اسی میں کامیاب رہتے ہیں۔ جس مجلس یا ادارہ سے منسلک ہوتے ہیں اس میں نئی روح پھونک دیتے ہیں۔ صرف اپنوں سے نہیں مخالفین تک سے داد و تحسین حاصل کرتے ہیں۔ اور جب بھی کسی کام کے لئے عملی انسان کی ضرورت پیش آتی ہے تو سب کی نگاہیں آپ پر اٹھتی ہیں۔ اتنے کام ایک آدمی کیسے کر لیتا ہے؟ اس کا جواب مولانا عبدالباری استاذ فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن نے اپنے خطوط میں یہ لکھا ہے کہ:۔ ——

"آپ کے قبضہ میں کوئی پڑھا لکھا جن یا جناتی طاقت ہے۔ جو یہ سب کام کرتی ہے۔"

لیکن —— میں نے اس سلسلہ میں منشی صاحب کی رائے معلوم کرنی چاہی تو فرمانے لگے:۔ ——

"افسوس! کہ ندوی صاحب کی نظر اسباب میں اٹک کر رہ گئی، مسبب الاسباب تک نہ پہنچ سکی، جو کارسازِ حقیقی ہے۔" (صہ ۱۷)

مُنتظر

لوگ موت سے ڈرتے ہیں، مگر منشی صاحب موت سے پیار کرتے ہیں کہ یہ انسان کو اپنے رب کے حضور میں پہنچانے کی ذمہ دار ہے ——— اس لئے جب بھی کسی موت کی خبر سنتے ہیں تو اس پر رشک کرتے ہیں کہ دُنیا کا یہ قیدی رہائی پا کر ہم سے پہلے اپنے گھر پہنچ گیا۔

آپ کو اپنے کسی عزیز کی موت پر طبعی رنج تو خیر کیا ہوگا۔ عقلی رنج بھی کبھی نہیں ہوتا۔ کیوں کہ آپ کی نظر ہمیشہ ضرورت کی بجائے حقیقت پر رہتی ہے۔

زندگی کے ہنگاموں میں بھرپور حصّہ لینے کے باوجود آپ وقتِ آخر کے انتظار میں بالکل اسی طرح رختِ سفر باندھے تیار رہتے ہیں۔ جیسے ابھی گاڑی پر سوار ہونا ہو۔

سفرِ آخرت کے لئے آپ کی تیاری و بے قراری کو دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے:۔ ———

الدُنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر

"کہ دُنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔"

اس لئے ———

مومن موت کا مشتاق رہتا ہے اور کافر اس سے ڈرتا رہتا ہے کہ اس کی آزادی چھنتی ہے۔

بسم اللہ

صاحب

خدام الدین ہفت روزہ لاہور

صحابہ کبارؓ حضرت علیؓ کی نظر میں جناب منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم الرضوان درسگاہ نبوت کے فیض یافتہ اور رشد و ہدایت کے ستارے تھے۔ قرآن کریم نے دشمنوں کے معاملہ میں ان کی "سختی" اور اپنوں کے معاملہ میں "نرمی" کا اہتمام سے ذکر کیا ہے۔ لیکن یہودیانہ سازش کا شکار کچھ لوگوں نے ان کی باہمی لڑائی کے افسانے اس انداز سے شائع کئے اور پھیلائے کہ توبہ بھلی زیر تبصرہ رسالہ منشی عبدالرحمٰن خاں ملتانی کی کاوش کا نتیجہ ہے مضمون نام سے ظاہر ہے۔ رسالہ کی ترتیب میں اچھی خاصی محنت کی گئی ہے اور متعدد ضمنی ابحاث کے ذریعہ مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے "اتحاد و اتفاق کی شدید ضرورت آج ہر کوئی محسوس کرتا ہے۔ اس ضرورت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس قسم کا لٹریچر بڑا مؤثر ثابت ہوگا۔

فاران کراچی دسمبر ۱۹۶۸ء

عورت انسانیت کے آئینے میں

از:۔ جناب منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب **عورت کا مقام** عورت کی بلند فطرتی اور عصمت کے حقوق اس کتاب میں صنفِ نازک کے مجد و شرف کو اُجاگر کیا ہے کہ وہ اپنے اندر کس قدر فطری صلاحیتیں رکھتی ہے، اور انسانی معاشرے میں اس کو کتنی بلند اہمیت حاصل ہے، فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ عورت ناقص العقل اور ضعیف الفطرت نہیں ہے، بلکہ تاریخی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ وہ مرد سے زیادہ بلند فطرت ہے! مگر مرد نے اس کے ساتھ ہمیشہ ظلم کیا ہے۔ اس کے حقوق چھینے ہیں اور اسے ابھرنے نہیں دیا۔ اس کے بعد کتاب میں ان حقوق و حدود سے بحث کی گئی ہے جو اسلام نے عورت کے لئے متعین کئے ہیں، کتاب بلاشبہ کوئی شک نہیں خاصی محنت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے۔

شہاب لاہور

ملتان کے منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب ہمارے ملک کے بڑے باہمت بزرگ ہیں۔ خود دس کتابوں کے مؤلف اور اسی کے ساتھ سا حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے مجموعہ کے مرتب۔ حال ہی میں انہوں نے "نشر و اشاعت" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ملک میں پاکیزہ ماحول پیدا کرنے کے لیے عصری مذاق اور تقاضوں کے مطابق نو تعلیم یافتہ طبقہ میں تعمیری اور دینی لٹریچر مفت تقسیم کیا جائے۔ انہوں نے اپنے ادارہ کے اغراض و مقاصد اور طریق کار کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ادارہ زندگی کے ہر پہلو اور معاشرے کے ہر شعبے کے متعلق اسلامی تعلیمات اور روایات چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں

فانوسِ زندگی

مولانا عبد الماجد دریابادی
مدیر "صدق جدید" لکھنؤ

صاحب حال

مفسرِ قرآن مولانا عبد الماجد دریابادی مدیر "صدقِ جدید" لکھنؤ، کے بھائی کی وفات پر ۱۹۶۱ء میں منشی صاحب نے جو تعزیت نامہ لکھا وہ ان الفاظ پر ختم ہوا تھا:۔

"جب ہم لاچار ہیں۔ بے بس ہیں۔ بے اختیار ہیں۔ زندگی اور موت پر ہمیں کوئی قدرت حاصل نہیں۔ کسی چیز کے ہم مالک نہیں۔ بلکہ ہر شے کے امین ہیں۔ تو امانت واپس کرنے میں رنج کیوں اور تعزیت کیسی، یہ تو ایک قسم کا احتجاج ہوا کہ خالق و مالک نے اپنی چیز کیوں واپس لے لی"۔

مولانا دریابادی نے اس تعزیت نامہ کے مندرجہ بالا پیرے پر اپنے جریدہ میں ان الفاظ میں تبصرہ کیا:۔

ایک صاحبِ حال کا حال

"مکتوب بالا اپنی معنویت و افادیت کے اعتبار سے یقیناً اس قابل تھا کہ اسے حلقۂ صدق تک پہنچا دیا جائے۔ ناظرین کو اس سے محروم رکھنا، ان کے حق میں بخل تھا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اختیار و ضبطِ نفس کی یہ کیفیت ہی سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ لیکن بہر صورت یہ بھی انسان کے لئے ممکن ایک حال ہے۔ بہت سے دوسروں کے لئے قابلِ رشک اور سبق آموز"

(صدق جدید۔ ۲۳؍ جون ۱۹۶۱ء)

مسٹر مختار مسعود
فنانس سیکرٹری - حکومت پاکستان

صاحبِ برداشت

۱۹۷۳ء میں جب خود منشی صاحب کے ۲۱ سالہ حسین و جمیل ایم اے فائنل کے طالب علم فرزند جاوید احمد خان کو اس کے ایک ہم مکتب نے جامِ شہادت پلا دیا تو اس وقت آزمائش و امتحان کی اس گھڑی نے منشی صاحب کے "قال" کو نہیں "حال" کو سب پر آشکارا کر دیا۔ جس کی رپورٹ ماہنامہ مجلہ ماہ جون ۱۹۷۳ء میں ان الفاظ میں شائع ہوئی:-

"جس وقت جاوید کی نعش نشتر ہسپتال سے گھر آئی تو وہاں ایک قیامت برپا ہو گئی اور ہر سمت سے ع

غم کی بارش بھی ہوئی، درد کی لہریں بھی اٹھیں

مگر منشی صاحب کے ہاتھ سے ضبط کا دامن نہ چھوٹا جو سب کے لئے باعثِ حیرت ہوا کہ باپ خود اپنے بیٹے کی نعش پر کھڑے ہو کر اس کے بھائیوں، بہنوں اور بھانجیوں وغیرہ کو صبر کی تلقین کر رہا ہے۔

ارباب نظر یہ کہتے سُنے گئے کہ صبر کے متعلق پڑھا اور سُنا تو بہت کچھ تھا۔ مگر صبر کی صورت آج دیکھی۔"

اسی لئے نامور ادیب مسٹر مختار مسعود نے اپنے پیغام تعزیت میں لکھا:-

"آپ موت کے بارے میں صحیح اور پختہ رائے رکھتے ہیں۔ آپ اس سے مقابلہ کرنے کے لئے وہ قوتِ ارادی بھی رکھتے ہیں، جو عام لوگوں کو میسر نہیں ہوتی، اس کے باوجود خواہش یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی اس قوتِ برداشت کی آزمائش نہ ہوتی تو کیا اچھا ہوتا" (ماہنامہ مجلہ جون ۱۹۷۳ء)

مولانا عبدالباری ندوی
پروفیسر جامعہ عثمانیہ۔ دکن

جامع الصفات

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظِ اشرفیہ جدید طرز پر شائع کرنے کے سلسلہ میں منشی صاحب اور ان کے پیر و مرشد مولانا محمد حسن امرتسری خلیفہ حضرت تھانوی کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہوگیا۔ منشی صاحب جدید طبقہ میں دین کی اشاعت کے لئے جدید طرز پر مواعظ شائع کرنے پر مصر رہے، یہاں تک کہ خدا کے دین کی اشاعت کی خاطر اپنے مرشد کا کہا ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ جس پر حضرت تھانوی کے مجازین کے حلقہ میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ یہ خبر جب لکھنؤ پہنچی تو حضرت تھانوی کے مجاز مولانا عبدالباری ندوی نے فی الفور مولانا خیر محمد صاحب مجاز حضرت تھانوی کو محاذ آرائی ختم کرنے کے لیے یہ خط لکھا۔ ——————

"آجکل کسی کام کے لئے بھی، کام کا آدمی ملنا ہی سب سے دشوار مرحلہ ہوتا ہے۔ منشی عبدالرحمٰن خان جس اہلیت، محنت، اخلاص اور ایثار سے "اشرف المعارف" کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس کو حضرت "صاحب المعارف" کی خاص کرامت اور حضرت حق تعالےٰ کی خاص رحمت و عنایت ہی کہنا چاہیئے کہ ایسا جامع الصفات ہاتھ آگیا ہے۔ اسے ضائع نہ کریں۔"

مولانا خیر محمد جالندھری نے یہ خط، اس سرزنش کے ساتھ منشی صاحب کو بھیج دیا کہ: ——————

"آپ جوشِ طبیعت پر ہوشِ عقل پر غالب رکھکر قلم اٹھایا کریں۔ اگر حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کی جگہ مصلح میرے جیسا ہوتا تو اس شکوہ پر مواخذہ کرتا۔ کیونکہ شیخ کی خدمت میں اس قسم کے شکوے اور درخواستیں غیر موزوں ہوتی ہیں۔"

مولانا مفتی محمد حسن امرتسری
مہتمم جامعہ اشرفیہ - لاہور

مستقل مزاج

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خطبات کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کا کام ان کے خلیفۂ ارشد مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور نے اپنے مرید خاص منشی عبدالرحمن خان کے سپرد کیا۔ اس مرید باصفا نے نوتعلیم یافتہ طبقہ کے مزاج کے مطابق یہ خطبات جدید طرز پر مرتب اور شائع کئے۔ تاکہ یہ لوگ بھی ان سے استفادہ کر سکیں۔ یہ اندازِ طباعت بعض علماء کو ناپسند ہوا۔ جس پر منشی صاحب کے مرشد موصوف نے ناراضی کا اظہار فرمایا۔ اس پر منشی صاحب نے خدا کی خوشنودی اور دین کی سربلندی کے لئے مرشد کا کہا ماننے سے صاف انکار کر دیا اور کام روک دیا۔ کیونکہ اس طرح منشی صاحب نوتعلیم یافتہ طبقہ کو حضرت تھانوی کے خطبات سے مانوس کرنا چاہتے تھے اور وہ فی الواقعہ جدید طرز کی ان مجلدات کے بہت مشتاق اور ان سے متاثر بھی ہوئے۔ جس کی اطلاعات حضرت مفتی صاحب کو پہنچیں۔ تو انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کرتے ہوئے اپنے صاحبزادگان، مقربین، مخلصین اور مریدین کے ایک اجلاس میں منشی صاحب کی حوصلہ افزائی کے لئے اعلان کیا کہ:۔

"ہم نے مواعظ اشرفیہ کی طباعت و اشاعت کا ذلیفہ منشی صاحب کے سپرد کیا تھا انہوں نے اس کے لئے جو اندازِ کار اختیار کیا۔ وہ ہمیں پسند نہ تھا۔ انہیں متعدد خطوط لکھے گئے۔ مگر یہ دھن اور دھیان کے پختہ نکلے اور اپنی رائے نہ بدلی۔ لیکن جب کام اور اس کا نتیجہ سامنے آیا۔ تو اس سے ان کی رائے کی توثیق ہو گئی۔ الحمدللہ کہ مواعظ کے جدید طرز پر چھپنے سے بہت اچھا نتیجہ برآمد ہوا ہے۔ اس لئے میں اپنی سابقہ رائے سے رجوع کرتا ہوں اب میرے دل میں کوئی خلش باقی نہیں رہی۔ اور میں ان کے کام سے بہت خوش ہوں"۔

(زندگی کے موڑ)

ڈاکٹر اسد اللہ خان (علیگ)
ہومیو پیتھ۔ کراچی

صبرِ مجسّم

منشی صاحب صرف صاحبِ قال ہی نہیں صاحبِ حال بھی ہیں۔ جو کچھ لکھتے ہیں۔ اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ ان کے فرزند کی شہادت کا واقعہ جتنا جانکاہ تھا۔ وہ اس پر اتنے ہی صابر رہے اور اسے آجکل کی روایات کے مطابق اخباروں میں زیبِ داستان نہ بنائے رکھا۔ بلکہ انہوں نے اپنے مجلّہ میں اس کی خبر تک شائع نہ کی۔ جس پر کراچی کے ہومیو پیتھ ڈاکٹر اسد اللہ خان علیگ نے یوں حیرت کا اظہار فرمایا:۔ ــــــــــ

" آپ کس جگر اور گردہ کے انسان ہیں کہ جس سانحہ کی خبر مجلّہ کے سرورق پر سیاہ حاشیہ میں ہونی چاہیئے تھی۔ اس کو آپ نے آخری صفحہ پر " جامِ جاوید" کے اشتہار کے متن میں ڈال دیا۔ اگر میں وہ نہ پڑھتا تو مجھے یہ پتہ نہ چلتا کہ میرے بزرگ جو لرزاں و خیزاں اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہے ہیں۔ ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے اور وہ بارِ گراں کو اس طرح صبر و شکر سے برداشت کریں گے کہ اس کا ذکر تک بھی زبان پر نہ آنے دیں گے۔ ــــــــ صد آفرین ہے آپ پر، خدا کے فضل سے آپ مجسم صبر ہیں اور شاکر بھی۔ باقی رہا مرحوم کے متعلق، تو وہ بھی احکاماتِ الٰہی کے مطابق جنت کے مستحق ہیں۔"

(موت و حیات و صبر و ثبات صہ ۳)

نسیم حجازی
ایڈیٹر روزنامہ کوہستان۔ لاہور

متشرع مسلمان

صدر مملکت پاکستان محمد ایوب خان نے برسر اقتدار آتے ہی رائیٹرز گلڈ یعنی ادارہ مصنفین پاکستان کی بنیاد رکھی، کمیونسٹ اہل قلم اور شاعر بھی ایک منصوبہ کے تحت ادیب کا لبادہ اوڑھ کر رائیٹرز گلڈ میں گھس آئے۔ ملتان میں بھی رائیٹرز گلڈ سب ریجن قائم کرنے اور اس کا سیکرٹری نامزد کرنے کے لئے مسٹر مختار مسعود ڈپٹی کمشنر نے مقامی ادیبوں اور شاعروں کا ایک اجلاس بلایا، اس وقت تک منشی صاحب کی کئی کتابیں شائع ہو کر اہل نظر سے خراج تحسین وصول کر چکی تھیں۔ اس بنا پر انہیں ڈپٹی کمشنر نے رائیٹرز گلڈ سب ریجن ملتان کا سیکرٹری نامزد کر کے سب کو حیران کر دیا۔ اس تقرری پر روزنامہ کوہستان، لاہور نے لکھا:۔

"منشی عبدالرحمٰن خان صاحب پرانے طرز کے متشرع مسلمان اور دو درجن مذہبی کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ جب ملتان رائیٹرز گلڈ کے سیکرٹری مقرر کئے گئے۔ تو ہمیں حیرت ہوئی کہ وہ اس غیر مانوس ماحول میں کیسے پھنس گئے، کیونکہ گلڈ میں جس قسم کے ادیبوں کا اجتماع ہے۔ منشی صاحب کی زندگی اور ان کے نظریات کو اس سے کوئی مناسبت نہیں۔ وہ ٹھہرے ایک پرانے طرز کے مسلمان اور ٹیکھک اور گلڈ کا سوادِ اعظم ہے نوجوان ادیبوں اور دانش وروں پر مشتمل!

ان میں بعض تو اتنے ترقی پسند ہیں کہ منشی صاحب اگر ان کی ترقی پسندی کو برہنہ حالت میں دیکھ لیں تو غش کھا کر گر پڑیں۔"

(روزنامہ "کوہستان" نومبر ۱۹۵۸ء)

حمید نظامی
مدیر نوائے وقت۔ لاہور

محبِ وطن

جن دنوں منشی عبدالرحمٰن خان کو رائیٹرز گلڈ سب ریجن ملتان کا پہلا سیکرٹری نامزد کیا گیا۔ ان دنوں ملتان میں سرخوں کا طوطی بولتا تھا۔ اور اجلاس میں سُرخ شاعر اور ترقی پسند ادیب بکثرت موجود تھے۔ جس میں منشی صاحب کی نامزدگی ہوئی۔ انہوں نے اسی وقت منشی صاحب کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ انہیں اس منصب سے ہٹانے یا ان کی راہ میں روڑے اٹکانے میں اور انہیں کام کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ مگر منشی صاحب ترقی پسندی کو برہنہ دیکھ کر غش کھانے کی بجائے پورے چار سال ناموافق، نامساعد اور ناسازگار ماحول میں سرخوں کو ناک چنے چبواتے رہے اور بالآخر انہیں اپنے جریدہ "سب رنگ" میں دبی زبان میں اِن کی ادبی خدمات کا اعتراف کرنا پڑا۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے تو انہیں اس کارنامہ پر بہ الفاظِ ذیل اپنے مقالہ افتتاحیہ میں مبارکباد پیش کی۔

"منشی عبدالرحمٰن خان مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کمیونسٹ ادیبوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی بجائے ان کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا مقابلہ کیا۔ ہر محب وطن اور اسلام دوست ادیب کا یہی فرض ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صرف ملتان میں ہی نہیں پورے پاکستان میں ان کی سازشی و تخریبی سرگرمیوں کا مقابلہ کیا جائے۔"

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور
۷ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

ڈاکٹر عبد الغنی
سیکرٹری ڈیف اینڈ ڈمب ویلفیئر سوسائٹی ملتان

تعمیری جذبہ

گونگے بہروں کے سکول کی تعمیر کے لئے منشی صاحب نے اپنی رائیٹرز کالونی میں دو کنال زمین دی۔ جس کی بنا پر سکول کی تعمیر بھی ان ہی کے سپرد کردی گئی۔ سکول کی عمارت تیار ہونے پر ۱۶ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو مرکزی وزیر لیفٹیننٹ جنرل واجد علی خان نے اس کا افتتاح کیا۔ اس جلسہ میں سیکرٹری نے جو مطبوعہ رپورٹ پڑھی اور حاضرین میں تقسیم بھی گئی اس میں منشی عبدالرحمٰن خاں کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا گیا:۔

"ڈپٹی کمشنر نے فرمایا ——— جس نے زمین دی ہے۔ سکول بھی وہی تعمیر کرائے۔ کیونکہ وہ کفایت اور دردِ دل کیساتھ کام کرے گا ———

یہ فقرہ سن کر ہم سب حیران رہ گئے کہ منشی صاحب ایسا کثیر المشاغل انسان تصنیفی مصروفیات سے تعمیری اغراض کے لئے وقت کیسے نکالے گا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ ضرور اس خدمت سے انکار کردیں گے۔ لیکن انہوں نے بخوشی اسے بھی قبول کرلیا اور دوسرے ہی دن سکول کی تعمیر کا انتظام شروع کردیا۔ وہ اپنی دن بھر کی معاشی مصروفیات سے وقت نکال کر روزانہ یہاں آتے اور سارا کام اپنی ذاتی نگرانی میں کراتے۔ یہاں تک کہ اس تنِ واحد کی شبانہ روز کوششوں سے آج یہ عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے جو آپ کو دعوتِ نظارہ دے رہی ہے۔"

(سیکرٹری ڈیف اینڈ ڈمب سوسائٹی ملتان)

اس سکول کی تعمیر میں چونکہ منشی صاحب کا کوئی ذاتی مفاد شامل نہ تھا۔ اسی لئے ۱۸ سال گزر جانے کے باوجود اس عمارت میں کوئی قابلِ مرمت نقص پیدا نہیں ہوا۔

مولانا ماہر القادری
مدیر "فاران" کراچی

قابل قدر ریسرچ

یہ ایک حقیقت ہے کہ کانگرسی، احراری اور جماعت اسلامی والے قائدِ اعظمؒ کے مخالف تھے منشی صاحب نے جب اپنی تصنیف "مشاہدات و واردات" میں قائداعظم کی پابندئ نماز کا پہلی دفعہ انکشاف کیا تو اس پر مولانا ماہر القادری نقیب جماعت اسلامی نے تبصرہ فرمایا۔ ———

"اس انکشاف اور ریسرچ پر "مشاہدات و واردات" کے مصنف کو کوئی بڑھیا قسم کا "پرائز" ملنا چاہیئے۔ قائداعظم مرحوم کی زندگی میں اگر ان سے یہ باتیں منسوب کی جاتیں تو وہ قہقہہ لگا کر کہتے کہ خدا کے لئے مجھے وہی رہنے دو جو میں ہوں۔" (فاران دسمبر ۱۹۵۵ء)

منشی صاحب نے یہ نوبل پرائز حاصل کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب "تعمیر پاکستان اور علمار ربانی لکھ کر قائداعظمؒ کی نماز کے متعلق تمام شہادت شائع کر دی۔ اور وہ کتاب مولانا ماہر القادری کو بھیج دی تو انہوں نے اس پر یہ تبصرہ کیا۔ ———

"قائداعظمؒ کے متعلق فاضل مصنف کی ریسرچ قابل قدر ہے، انہوں نے تو قائداعظمؒ کے ایمان و عرفان کے متعلق ایسی شہادت پیش کر دی ہے کہ جس کے ثقہ راویوں پر شبہ کرنا اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ یہ باتیں اس تفصیل سے پہلی بار منظر عام پر آئی ہیں۔ اس کے راویوں میں دیوبند کے بلند پایہ علمار شامل ہیں، ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان راویوں کو شبہ کی نگاہ سے دیکھیں۔"

(فاران ستمبر ۱۹۵۶ء)

اس کے کچھ دنوں بعد ——— مولانا ماہر القادری، جگر مراد آبادی کے ہمراہ منشی صاحب کو ملنے بھی تشریف لائے۔

آغا شیر احمد خان خاموش
معتمد اعلیٰ۔ ملتان اکادمی

مردِ مجاہد

ملتان میں ٹاؤن ہال کے سوا علمی، ادبی، فنی تقاریب کے انعقاد کے لئے کوئی غیر سرکاری ہال موجود نہ تھا۔ ملتان اکیڈیمی کے مدار المہام آغا شیر احمد خان خاموش اکثر اس امر کی شکایت کرتے رہتے کہ:۔

"ملتان میں سب کچھ ہے مگر ہال نہیں ہے"


حکام اور ارباب ثروت نے اس غرض کے لئے زمین بھی دی۔ روپیہ بھی میسر ہوا۔ مگر وہ مردِ خال ہال نہ بنوا سکا۔ آغا صاحب کے ہم عصر شاعر نواب جلال مرزا خانی نے ان کی ناکامی پر یہ شعر چسپٗ کیا

درکار ہے اِک مردِ خدا آگاہ کی ہستی
تعمیر کے جذبے کا یہاں کال نہیں ہے

قدرت نے یہ توفیق منشی عبدالرحمٰن خان کو بخشی، انہوں نے خاموشی سے "دار الفلاح" کی تعمیر کے دوران "ایوان ادب" کے لئے بھی گنجائش نکال کر اس کی تعمیر و تکمیل کرا دی ۱۹۶۹ء میں اس کا افتتاح سید محمد قاسم رضوی کمشنر ملتان نے کیا۔ جس میں تقریر کرتے ہوئے آغا شیر احمد خان خاموش معتمد ملتان اکادمی نے بالفاظ ذیل منشی صاحب کی اس خدمت اہل علم و ادب کا اعتراف کیا:۔

"میں آج اپنی شکست کا اعتراف کرتا ہوں۔ جس جیب سے میں پیسہ نہ نکال سکا، اس سے منشی صاحب پیسہ نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ جو ہال میں نہ بنوا سکا۔ وہ منشی صاحب نے بنوا دیا۔ یہ ان کا ہی کام تھا اور کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ میں ان کو اس تاریخی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

(رپورٹ ایوان ادب)



صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی مجلس سوال و جواب کا ایک منظر۔ سامنے درمیان میں منشی عبدالرحمن خان اور ان کے دائیں بائیں سید ابن حسن برنی آف یو بی ایل اور مسٹر اطہر حسین آف نیشنل بنک بیٹھے ہیں جن کے تاثرات زینت کتاب ہیں

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان
صدر مملکت پاکستان

قانونی واقفیت

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے مارشل لار لگانے اور عنانِ حکومت سنبھالنے کے بعد ۷ر نومبر ۱۹۵۹ء کو ملتان میں جلسہ علم سے خطاب کرنا تھا۔ اور اس سے قبل ایک خصوصی مجلس میں نمائندگانِ شہر کے سوالات کا جواب دینا تھا۔ انتظامیہ کی سر توڑ کوششوں کے باوجود وکلار، امرار، ادبار، شعرار، حکمار، علمار اور فضلار میں سے کوئی بھی صدرِ مملکت پر سوالات کرنے کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ ہوا۔ انتظامیہ کو مایوس و پریشان دیکھ ملتان کے مردِ میداں منشی عبدالرحمٰن خان اس غرض کے لئے میدان میں نکلے اور انہوں نے بر سرِ دربار بموجودگی نمائندگانِ شہر و پریس صدرِ مملکت پر بڑی بیباکی سے ایسے سوالات کئے کہ انہیں نہ صرف اپنی پالیسی بدلنی پڑی بلکہ حکومت کے بیسک ڈیموکریسی آرڈر میں ترمیم کر کے نامزد ممبران بلدیہ کو وائس چیئرمین کے انتخاب میں ووٹ کا حق بھی دینا پڑا۔

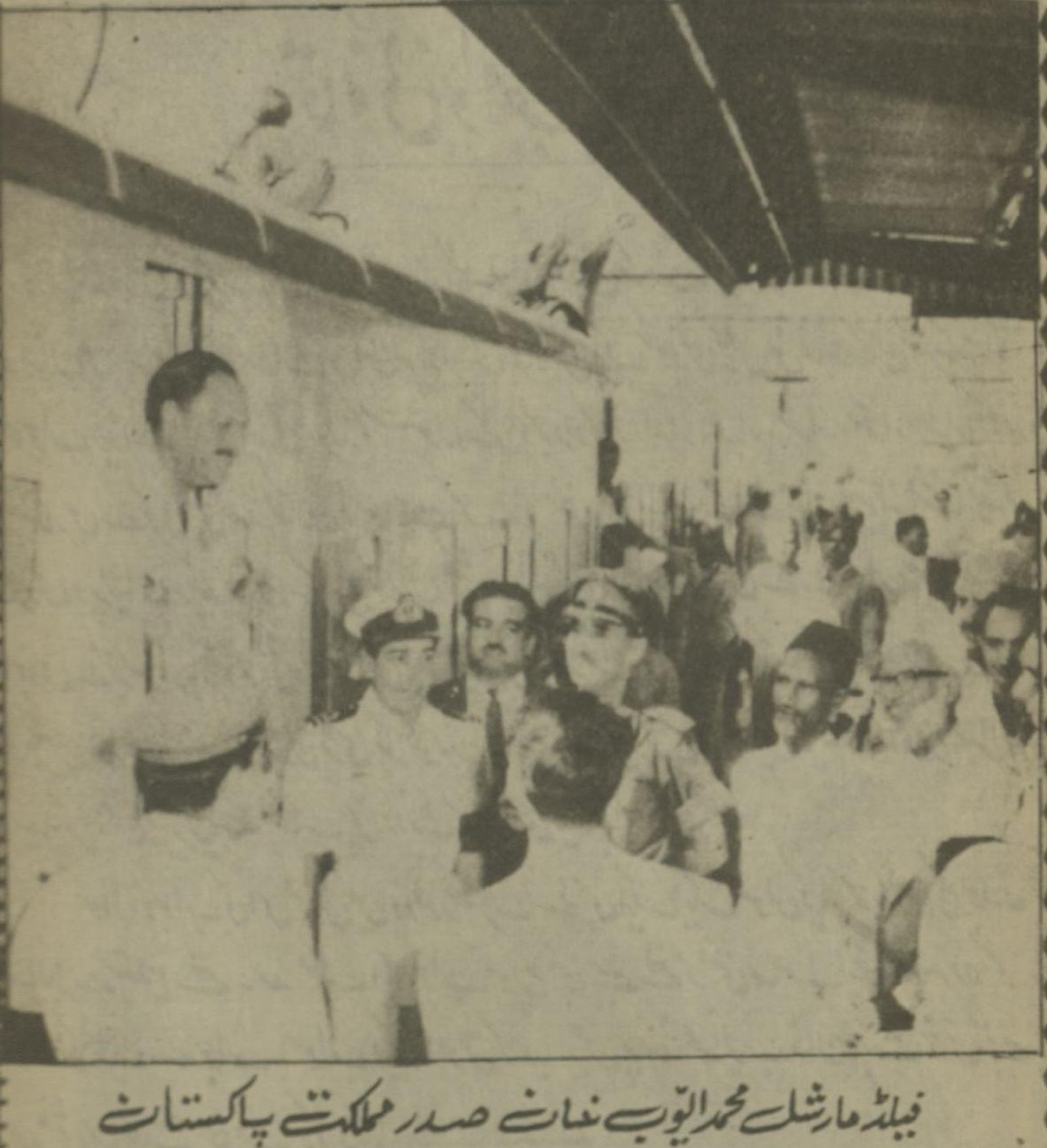
سوال و جواب کی اس مجلس میں دو اور حضرات نے بھی ایک ایک سوال کیا۔ جو پالیسی کی بجائے ضابطے سے متعلق تھے۔ صدرِ مملکت ابھی جواب سوچ ہی رہے تھے کہ منشی صاحب اٹھے اور سر دو کو صدر کی طرف سے جواب باصواب دیکر خاموش کرا دیا۔ جس پر صدر محمد ایوب خان بہت خوش ہوئے اور منشی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ ——————

"میں آپ سے بہت خوش ہوں۔ آپ پوری طرح تیار ہو کر آئے ہیں اور آپ کو قانون کی بھی اچھی واقفیت ہے۔"

(کچہری کی دنیا ۱۹۸ء)

تب جا کر انتظامیہ کی جان میں جان آئی اور انعام میں منشی صاحب کو بلدیہ کا ممبر بنا دیا گیا۔

گپ شپ



فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر مملکت پاکستان

کراچی سے اسلام آباد جاتے ہوئے ملتان چھاؤنی ریلوے اسٹیشن سے گزرے تو ارکان بلدیہ ملتان نے ان کا خیر مقدم کیا۔ منشی عبدالرحمٰن خان سے چونکہ آپ کی مجلس سوال و جواب کے وقت سے خاصی شناسائی تھی اس لئے ایوب خان نے گپ شپ کے انداز میں ان سے پوچھا کہ اب کوئی سوال تیار کر کے نہیں لائے! منشی صاحب نے ہنس کر جواب دیا۔ نہیں ——— اس لئے کہ آپ اس غرض سے تشریف نہیں لائے۔

(بہار رفتہ صہ ۷۴)

چند کتابوں کے سرورق



ثقافتی مقابلہ

پاکستان میں راگ و رنگ کی ثقافت کی بنیاد علی گڑھ مصبوں نے رکھی۔ اور علی گڑھی حکمرانوں نے اسے مقبول بنانے کے لئے باقاعدہ محکمہ ثقافت کھولا۔ ثقافتی افسر مقرر کئے اور ملک بھر میں آرٹ کونسلوں کا اجراء کر کے اسلام کے نام پر قائم ہونے والی اس مملکتِ خداداد میں پاکستانی حکام کی زیرِ سرپرستی رقص و سرود کو رواج عام دیا جانے لگا۔ اس کے مقابلہ میں منشی عبدالرحمٰن خان نے تحریک جائزہ حسنِ قرأت چلادی۔ جس پر کمیونسٹ اور ان کے ہوا خواہ بوکھلا اٹھے، کیونکہ راگ و رنگ کی ثقافت انہی کی چلائی ہوئی تھی۔ ان کو منشی صاحب کی تحریک سے کتنا دکھ، پریشانی اور ناکامی ہوئی۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اسلام دوست اور کمیونسٹ نواز اخبارات کی رپورٹوں سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے :-

روزنامہ "نوائے وقت" ملتان ۲ اپریل ۱۹۶۱ء کی رپورٹ

"جائزہ حسن قرأت کا روحانی اجتماع مسلم ہائی سکول کے وسیع میدان میں ہوا۔ قمقموں کی روشنی اور پاکیزہ ماحول میں قریباً پندرہ ہزار شہریوں نے اس میں شرکت کی۔ خوابیدہ روحوں کو بیدار کرنے والی اور پاکیزہ روحوں کو جلا بخشنے والی کلامِ الٰہی کی سماعت سے ایسا سماں پیدا ہوا کہ رات گئے تک علم و عرفان کے خم کے خم لنڈھائے گئے"

یہ رپورٹ ان شاہ سرخیوں کے تحت "نوائے وقت" نے شائع کی۔

"ثقافت کے نام پر کفر و الحاد کا پرچار کرنے والے کمیونسٹ پروپاگنڈے پر اعتراضات کی بوچھاڑ۔

"خدا کی دی ہوئی دولت اور وجاہت کو دین دشمن اغراض و مقاصد پر صرف کرنیوالوں پر اظہارِ افسوس۔"

"صحیح ثقافت کے احیاء پر زور"

اس کے مقابلہ میں اسی اجلاس کی بابت سرخوں کے حامی روزنامہ "امروز" ملتان نے اپنی ۱۰ اپریل ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"منشی عبدالرحمٰن نے ثقافتی شو اور تفریحی تقریبوں کی مخالفت کی کہ ان کے انعقاد سے ہزاروں روپے ضائع کئے جا رہے ہیں انہوں نے ان تقاریب کے انعقاد کا ذمہ دار کمیونسٹ عنصر کو ٹھہرایا اور کہا کہ کمیونسٹ عنصر لوگوں کو مذہب سے دُور لے جا رہا ہے۔"

سرخوں کے معاون محکمہ اطلاعات ملتان کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر نے بی اے قریشی، کمشنر ملتان کے کان یوں بھرے کہ:۔

"منشی صاحب نے یہ تمام ڈرامہ آپ کے "جشن فرید" کو ناکام بنانے کے لئے کھیلا ہے جسے "نوائے وقت" اور "کوہستان" نے خوب اُچھالا ہے۔ جس سے رائے عامہ میں ہمارے ثقافتی پروگرام کے خلاف سخت نفرت پھیل گئی ہے۔"

جب کمشنر صاحب نے منشی صاحب کا مطبوعہ خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ

"اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے۔ جو کچھ لکھا ہے، درست ہے مجھے ہمیشہ منشی صاحب کے بارے میں غلط رپورٹیں پہنچائی گئیں۔"

(زندگی کے موڑ)

منشی صاحب نے چونکہ ازراہِ اخلاص یہ تحریک چلائی تھی۔ اس لئے وہ صرف مؤثر ہی ثابت نہ ہوئی۔ عالمگیر صورت اختیار کر گئی۔ اب دنیا بھر میں حُسنِ قرأت کے جائزے ہوتے ہیں اور شائقین کیسٹوں کے ذریعے بھی قرآن سنتے ہیں۔

مفسرِ قرآن مولانا عبد الماجد دریابادی
مدیر "صدقِ جدید" لکھنؤ

تقابلی مہم

تحریکِ جائزۂ حسنِ قرأت کے بعد منشی صاحب نے عید کارڈوں کے مقابلہ میں تبلیغی عید کارڈوں کی مہم چلائی، وہ ہر سال عید الفطر کے موقعہ پر ہزاروں کی تعداد میں ایک ایسا فکر انگیز عید کارڈ جاری کرتے کہ عوام تو کیا خواص تک پھڑک اُٹھتے۔ "صدق جدید" جیسا عالمی جریدہ ہر سال ان کا عید کارڈ اپنے مقالہ افتتاحیہ کے طور پر شائع کرتا۔ جنوبی افریقہ میں یہ کارڈ اتنا مقبول ہوتے کہ اخبارات ان کا گجراتی میں ترجمہ شائع کرتے۔ انکا پہلا تبلیغی عید کارڈ ٹرانسوال کی بہت سی مساجد کے حدیثی بورڈ پر کندہ کرادیا گیا۔ وہاں سے اس کا انگریزی ترجمہ منگایا گیا۔ جو وہاں کے ایک رئیس نے کروڑوں کی تعداد میں چھپوا کر یورپ اور امریکہ میں تقسیم کرایا۔ ٹرانسوال (جنوبی افریقہ) کے موقر انگریزی جریدہ "العلم" نے اپنی ۹ نومبر ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں صـ ۱۵ پر اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا۔ جو وہاں سے دوسرے عالمی اخبارات نے نقل کیا۔

یہ تبلیغی عید کارڈ اتنے روح پرور، خوبصورت پیرائے اور دل میں اُتر جانے والے ہوتے ہیں کہ بعض شائقین نے ان کے البم بنانے شروع کر دیئے۔ بعض عالم فاضل حضرات ان کا بے تابی سے انتظار کرتے رہتے۔ —— ایک سال مفسرِ قرآن مولانا عبد الماجد دریا آبادی، مدیر "صدقِ جدید" لکھنؤ کے پاس منشی صاحب کا تبلیغی کارڈ وقت پر نہ پہنچا تو انہوں نے ۲ ۱/۲ کے شمارہ میں ایک پرانا عید کارڈ مقالۂ افتتاحیہ کے طور مندرجہ ذیل اضافہ کیساتھ شائع کر دیا۔ ——

ایک پرانا عید کارڈ

"کوئی چار سال ہوئے۔ صدق کے ایک مخلص کے بھیجے ہوئے عید کارڈ کی نقل تمہید د

تحسین کیساتھ ان صفحات میں چھپی تھی (صدق ۲۳ مارچ ۱۹۶۲) اچھی چیز ایک بار چھپ جانے اور پرانی ہو جانے سے بے کار نہیں ہو جاتی۔ کیا عجب کہ طبع جدید بہتوں کی بیداری و تذکر کی باعث ہو جائے۔"

اس کے بعد منشی صاحب کا ایک پرانا عید کارڈ نقل کر کے لکھا:۔ ——

"عید کارڈ کی بدعت جو فرنگیوں کے کرسمس کارڈ کی تقلید میں چل نکلی ہے۔ اگر اسے جاری ہی رکھنا ہے تو کم از کم اس کا مضمون اس قسم کا رکھیے جو بیداری پیدا کر سکے، نہ کہ ایسا جو اور غفلت کی طرف لے جانے والا ہو۔ اصلاحی ہو، تخریبی نہ ہو"

چنانچہ ——

حکمت و موعظت کے مظہر ایسے خطوط کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

سیّد ابن حسن برنی
جائنٹ پریذیڈنٹ یونائیٹڈ بنک
پاکستان

ناقابلِ فراموش احسان

ملتان میں ایوانِ ادب کی تعمیر کی جب ملک بھر میں دھوم مچی تو رائیٹرز گلڈ کے معزز رکن سیّد ابن حسن برنی نے کراچی سے منشی صاحب کو لکھا کہ :-

" ایوانِ ادب کی تعمیر سے ملتان کی علمی، ادبی، ثقافتی زندگی میں ایک نئے دَور کا آغاز ہوتا ہے۔ ملتان آپ کا یہ احسان کبھی نہ بھولے گا۔ برسوں سے اہلِ ملتان اسکے خواہش مند تھے بہت سے لوگ اسے بنانا بھی چاہتے تھے۔ کوئی اس کو اپنے اجداد کی یادگار، کوئی اس کو اپنی شہرت کا ذریعہ اور کوئی علم و ادب کی اجارہ داری کا ذریعہ تصور کرتا تھا۔ ہر محفل میں اس کا ذکر ہوتا تھا۔ مگر معاملہ وعدۂ فردا سے آگے نہ بڑھتا تھا۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ " ایوانِ ادب " تعمیر ہو گیا ہے۔ تو حیرت ہوئی کہ یہ خواب کیسے شرمندۂ تعبیر ہوا۔ کس کے اجداد کی تقدیر جاگی؟ کس کی شہرت کو چار چاند لگے؟ کس کو علم و ادب کا ٹھیکہ ملا؟ حیرانی بڑھ گئی کہ یہ سب کچھ نہیں ہوا اور ہال تعمیر ہو گیا۔ اور اہلِ ملتان کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ اللہ آپ کو خوش رکھے اور ایوانِ ادب کو ملتان میں علم و ادب کے فروغ کا باعث بنائے "

(اندازِ سخن صہ۱۱/۳۱۰)

منشی عبدالرحمٰن خانصاحب اس ہال کے دس سال تک مہتمم رہے اور ایوانِ ادب سے اہلِ شہر مستفید ہوتے رہے۔ دس سال بعد جب نئی انتظامیہ آئی تو اس نے خلافِ آئین و دستور یہ ہال ایک تجارتی ادارہ کو کرایہ پر دے کر اس کا نام و نشان تک مٹا دیا اور کسی ادیب یا شاعر نے جن کے لیے یہ ہال بنایا گیا تھا۔ اُف تک نہ کی۔

سرمایۂ حیات

تخلیقات

منشی عبدالرحمٰن خان نے اپنے طالب علمی کے زمانہ ۱۹۲۶ء سے ہی قلمی تبلیغی مہم شروع کر دی تھی اس زمانہ میں ملتان میں شب برات پر لاکھوں کی آتشبازی پھونکی جاتی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے اسی کے خلاف جہاد کیا۔ جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔

۱۹۳۳ء میں آپ کے اس جذبہ جہاد نے کتابی شکل اختیار کر لی۔ اس زمانہ میں ملتان کے معروف گیلانی پیروں کا طوطی بولتا تھا۔ شہر میں اِن کا بڑا دبدبہ اور طنطنہ تھا۔ کسی کو ان کے خلاف کچھ کہنے یا لکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس خاندان کے فردِ فرید پیر زین العابدین شاہ نے "فدایانِ اسلام" کے نام سے ایک فوج ظفر موج تیار کر رکھی تھی۔ ان کے اپنے وزیر تھے، وہ ہر سال معراج شریف کی رات کو عام خاص باغ میں اپنا شاہی دربار منعقد کرتے تھے۔ اس میں اپنی رسمِ تاجپوشی مناتے تھے اور ایک کثیر رقم چندہ کی صورت میں جمع کرتے تھے۔ دنیا ہر سال یہ ڈرامہ دیکھتی تھی۔ مگر اس کے خلاف کوئی حرف زبان پر نہ لا سکتی تھی۔

منشی صاحب نے بڑی جرأت سے ان کے خلاف بڑی تقطیع کا ایک کتابچہ بعنوان ——— "فدائی سردار کا شاہی دربار، کتاب و سُنت کی روشنی میں" ——— شائع کیا۔ جس کی پیشانی اس شعر سے مزین تھی ؎

غضب ہیں یہ "مرشدانِ خود بیں" خدا میری قوم کو بچائے
بگاڑ کر میرے مسلموں کو یہ عزت اپنی بڑھا رہے ہیں!

اور عنوان کے نیچے اس کتابچہ کے مصنف کا تعارف ان الفاظ میں درج تھا: ———

اثر خامہ

"کامریڈ عبدالرحمٰن خان سابق ایڈیٹر اخبار "مجاہدِ اسلام" ملتان شہر"

جسے ولایت حسین بخاری مدیر اخبار "آفتاب" نے ملتان الیکٹرک پریس ملتان سے چھپوا کر اپنے دفتر سے شائع کیا۔ یہ سرورق بھی کتاب کی زینت ہے۔

اس کتابچہ کا تاریخی دیباچہ روزنامہ "خلافت" بمبئی کے ایڈیٹر قاضی عبدالواحد ندوی کے بھائی قاضی مسعود احمد انصاری خانگڑھی نے لکھا جو تحریکِ خلافت کے ایک مخلص کارکن تھے، یہ دیباچہ اپنے مقام پر اسی کتاب میں شامل ہے۔

اس کے بعد ———

منشی صاحب اس خاندان کے بعض افراد کے قابلِ مواخذہ حالات کا اخبارات میں محاسبہ کرتے رہے مگر کسی کو مذکورہ بالا تحریرات کی تردید کی جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ حقائق پر مبنی تھیں۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نکلے اور اگلے سال نہ شاہی دربار لگا اور نہ جشنِ تاجپوشی منعقد ہوا۔

۱۹۴۲ء سے آپ نے بترتیبِ ذیل تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا اور دسمبر ۱۹۷۸ء تک انکی مندرجہ ذیل تصنیفات و تالیفات منظرِ عام پر آچکی تھیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	سال اشاعت	تقطیع	صفحات
۱	خدائی سردار کا شاہی دربار	۱۹۳۳ء	۱۸×۲۳/۸	۳۲
۲	تعارفِ قرآنی، قرآن کی زبانی	۱۹۴۵	۲۰×۳۰/۱۶	۲۰۰
۳	بصائرِ قرآنی	۱۹۴۶	〃	۲۰۴
۴	احکامِ قرآنی	۱۹۵۲	〃	۳۷۲
۵	داستانِ عمل	۱۹۵۴	〃	۵۱۲
۶	اخلاق و آداب	〃	〃	۴۱۶
۷	فتنۂ پرویز و حقیقتِ حدیث	〃	〃	۲۰۸
۸	مشاہدات و واردات	۱۹۵۵	〃	۳۵۶
۹	اقبال اور مسٹر	〃	〃	۱۵۰

۱۰ر	خضرِ مسیحا (منتخب منظومات)	۱۹۵۶ء	۳۰×۲۰/۱۶	۲۴۰
۱۱ر	حقائق و معارف (انتخاب اشعار)	"	"	۳۲۰
۱۲ر	تعمیرِ پاکستان و علمار ربانی	"	"	۳۲۸
۱۳ر	انسانیت حیوانیت کی راہ پر	"	"	۲۶۸
۱۴ر	سیرتِ اشرف (مولانا اشرف علی تھانوی)	"	۳۰×۲۰/۸	۷۱۲
۱۵ر	عورت انسانیت کے آئینہ میں	۱۹۵۸	۳۰×۲۰/۱۶	۲۴۰

تہذیب و تدوین خطباتِ مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۶ر	دنیا و آخرت	۱۹۵۹	۳۰×۲۰/۱۶	۸۰۰
۱۷ر	علم و عمل	"	"	۸۰۰
۱۸ر	دین و دنیا	"	"	۷۸۴
۱۹ر	میلاد النبیؐ	"	"	۸۰۰
۲۰ر	حقوق و فرائض	۱۹۶۰	"	۷۸۴
۲۱ر	نظامِ شریعت	۱۹۶۱	"	۷۶۸
۲۲ر	حقیقتِ عبادت	۱۹۶۲	"	۷۷۴
۲۳ر	حقیقتِ مال و جاہ	"	"	۷۷۴
۲۴ر	حدیثِ دل (خطبات جسٹس رحمٰن)	"	"	۳۶۸
۲۵ر	فضائلِ صبر و شکر (خطبات حضرت تھانویؒ)	۱۹۶۴	"	۸۰۰
۲۶ر	بازارِ رشوت قرآن و حدیث کی روشنی میں	۱۹۶۵	"	۱۷۰
۲۷ر	فضائلِ صوم و صلوٰۃ	۱۹۶۶	"	۸۰۰
۲۸ر	حقیقتِ تصوف و تقویٰ	۱۹۶۷ء	"	۴۹۶

۲۹۔ آئینہ ملتان	۱۹۷۲	۲۰×۳۰/۱۶	۶۵۴
۳۰۔ جامِ جاوید	۱۹۷۳	〃	۶۴
۳۱۔ اندازِ سخن	〃	۱۸×۲۳/۸	۵۲۰
۳۲۔ سوزِ دروں	۱۹۷۴	کتابی سائز	۷۲
۳۳۔ عربی بول چال برائے حجاج کرام	〃	چھوٹا سائز	۴۸
۳۴۔ حقیقتوں کے چراغ	〃	کتابی سائز	۵۶۰
۳۵۔ بہارِ رفتہ	۱۹۷۵	۲۰×۳۰/۸	۴۴۵
۳۶۔ معمارانِ پاکستان	۱۹۷۶	۱۸×۲۲/۸	۴۷۲
۳۷۔ کردارِ قائدِ اعظمؒ	〃	〃	۵۲۰
۳۸۔ صحابہ کبار حضرت علیؓ کی نظر میں	۱۹۷۷	کتابی سائز	۱۱۶
۳۹۔ کچہری کی دنیا	۱۹۷۸	بڑا سائز	۲۸۰
۴۰۔ اسرائیلی خفیہ منصوبہ	〃	کتابی سائز	۳۰۰

نوٹ:

مواعظ اشرفیہ کی کل ۲۸ جلدیں مفتی صاحب نے مرتب کیں۔ جن میں سے اس وقت تک صرف مذکورہ بالا گیارہ جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ بقیہ ۱۷ جلدوں کی طباعت کا اہتمام ہو رہا ہے۔ ان میں سے ہر جلد تقریباً آٹھ سو صفحات کی ہے۔ جن کی تفصیل گرد پوش کے آخری صفحہ پر موجود ہے۔ اس طرح آپ کی تمام کتابوں کی تعداد ۷۵ تک پہنچ جاتی ہے۔ جو ایک ریکارڈ ہے۔ اور اہل ملتان کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن الہزاروی
پرنسپل جامعہ محمدیہ حنفیہ۔ ملتان

ضرورت

پیغامِ قرآن کا خود جاننا اور دوسروں تک پہنچانا فرض ہے۔ اس لئے مسلم و غیر مسلموں کی آگاہی کے لئے قرآن مجید کے تراجم و مطالب کو سہل ترین طریقوں سے مستعملہ زبانوں میں شائع کرنے کی ضرورت عرصہ سے محسوس ہو رہی ہے۔

اس سلسلہ میں ——— میرے محترم ——— منشی عبدالرحمٰن خانصاحب ——— کی سعی قابلِ ستائش ہے، جنہوں نے قرآن مجید کے بحرِ مواج کی غواصی کر کے نوع انسانی کے لئے بالعموم اور عربی سے نابلد سہل انگار و آسائش طلب، مگر اسلامی جذبہ رکھنے والے حضرات کے لئے بالخصوص جدید طرز پر احکامِ قرانی مستند ترجمہ و ضروری شرح کیساتھ جمع کئے ہیں۔ جو زندگی کا بہترین نظامِ عمل پیش کرتے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور محترم محمد اسد خانصاحب اسد ملتانی کی تقریظات کی موجودگی میں مجھ جیسے بے بضاعت کے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اظہارِ واقعہ کے طور پر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میری رائے میں یہ کتاب نہ صرف عوام کے حرزِ جاں بنانے کے قابل ہے بلکہ اہل علم حضرات کے لئے بھی فائدہ سے خالی نہیں۔

(احکامِ قرآنی صہ ۱۶-۱۵)

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی
مفتیٔ اعظم پاکستان

اہمیّت

آج کل مملکت کے دستور و قانون کو اسلامی بنانے کی طرف تو بحمداللہ عام طور پر مسلمان متوجہ ہیں۔ لیکن اس کے دوسرے بازو سے یکسر غفلت برتی جا رہی ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اسلام کی اخلاقی تربیت کے آداب و طریق کو آسان اردو میں شائع کر کے عام کیا جائے ——— اور پھر اس پر عمل کے لئے تدابیر اختیار کی جائیں۔

عرصہ دراز سے میرا ارادہ تھا کہ ——— ایک کتاب آداب الاسلام کے نام سے اس موضوع پر لکھوں۔ اس کے لئے کتابوں سے مواد بھی فراہم کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی ——— منشی عبدالرحمٰن خان صاحب ——— کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس خدمت کو بہترین طریقہ پر انجام دیکر مجھے اس محنت سے سبکدوش فرمایا ہے۔ ——— آپ کی زیر نظر تالیف (اخلاق و آداب) بحمداللہ اس مقصد کے لئے کافی وافی ہے۔

(اخلاق و آداب صہ ۱۴-۱۵)

مطبوعہ ۱۹۵۴ء

بسم اللہ

مولانا قاری محمد طیب
وائس چانسلر (اسلامی یونیورسٹی) دارالعلوم دیوبند (بھارت)

افادیت

جناب محترم مولانا عبدالرحمن خانصاحب مؤلف "اخلاق و آداب" مبارکباد ہی کے نہیں، منت پذیری کے مستحق ہیں کہ انہوں نے شرعی ادب کے تمام عملی نقشے اور عالمانہ و عارفانہ اسوے اپنی اس تازہ زرین تالیف "اخلاق و آداب" میں پیش فرمائے ۔ —— "تاکہ اگر کوئی شخص شاعرانہ یا عامیانہ ادب سے بچ کر حقیقی آداب سے اپنے نفس کو متأدب بنانا چاہے ۔ جس سے اس کا عمل قبول ہی نہ ہو ۔ بلکہ بلحاظ اجر اضعاف و مضاعف ہو جائے تو اسے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیئے ۔

مؤلف ممدوح نے اس کتاب کے ذریعے امت کو شاعرانہ ، عامیانہ ، رہبانہ ، متکبرانہ اور منافقانہ رسوم و آداب سے بچا کر پیغمبرانہ آداب و اخلاق اور متواضعانہ و منکسرانہ حدود و رسوم پر لگانا چاہا ہے ۔ تاکہ انسان میں فنائے نفس اور رضائے حق کے جذبات ابھر جائیں اور نفس صحیح معنوں میں شائستہ اور ربانی بن جائے ۔ جس سے اُسے مطلوبہ سعادت حاصل ہو جائے ۔ اور شقاوت سے بچ کر حقیقی نجات سے ہم کنار ہو جائے ۔

اللہ تعالےٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔ ان کی اس سعیٔ جمیل کو قبول فرمائے اور سب مسلمانوں کو بلکہ سب انسانوں کو ان کی اس سعی سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ ط

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(اخلاق و آداب صہ ۱۶)

مطبوعہ ۱۹۵۴ء

مولانا خیر محمدؒ جالندھری
مہتمم جامعہ عربیہ خیر المدارس ملتان

خصوصیت

اللہ تعالیٰ ہمارے مخلص دوست منشی عبد الرحمٰن خانصاحب ملتانی کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے کمال محنت و جانفشانی سے زندگی کے قریباً تمام شعبوں کے آداب ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب کر کے اسے "اخلاق وآداب" کے نام سے موسوم کیا ہے اور اصلاحی مطالعہ کی غرض سے مجھ ناچیز کے سپرد کیا۔ میں نے اسے حرفاً حرفاً پڑھا اور شرعی نقطۂ نظر سے جہاں ترمیم و اصلاح کی ضرورت سمجھی کر دی۔

کتاب اختصار و جامعیت کیساتھ نہایت ہی دلکش اور دلچسپ انداز میں مرتب کی گئی ہے۔ جو اختلافی امور سے بالکل پاک ہے۔ اسے دائرہ عمل میں داخل کرنیسے بوعدۂ خداوندی ——

فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً

یقیناً حیات طیبہ اور لذتِ زندگی ہی نصیب ہوگی۔

میری رائے میں یہ کتاب ہر مرد اور عورت کے لئے بالعموم اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے بالخصوص بے حد مفید اور نافع ثابت ہوگی۔ اور اگر اسے نصاب تعلیم میں داخل کر لیا جائے تو چراغ راہ کا کام دے گی۔

دعا ہے کہ —— اللہ تعالیٰ منشی صاحب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو مقبول و نافع بنائے۔ آمین!

(اخلاق وآداب صد ۱۸۰۱۷)

بسم اللہ

مولانا قاری محمد طیب
وائس چانسلر - دارالعلوم دیوبند (بھارت)

مقبولیت

علی گڑھ یونیورسٹی کا نصاب دینیات بن رہا ہے، اس میں، میں بھی رکن مجلس ہوں۔ میں نے تحریک کی کہ عملی طور پر آداب و اخلاق کی کوئی کتاب نصاب میں نہیں ہے۔ ہونی چاہیئے۔ کتاب کی تشخیص کا سوال پیدا ہوا تو میں نے جناب کی کتاب " اخلاق و آداب " کا نام پیش کیا۔ کہ عنوانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب کافی ہوگی۔ کتاب تیار ہو جائے تو دو نسخے ارسال فرمادیں تاکہ ایک کتب خانہ دارالعلوم میں رہے اور ایک ایجوکیشنل کانفرنس یونیورسٹی علی گڑھ کو بھیج دی جائے۔

دُعا کا طالب

(مولانا) محمد طیب دیوبند

(اندازِ سخن صہ ۲۱۹)

آپ کی تصنیف " اخلاق و آداب " کی کاپی مل گئی ہے۔ اسے آج ہی علی گڑھ روانہ کر رہا ہوں۔ اس سے متعلق باقی مسائل وہاں کی کاروائی کے نتیجہ پر معلق ہیں۔ اس کی جو صورتِ حال ہوگی۔ اس سے اطلاع دیجائے گی۔

محمد طیب

(اندازِ سخن صہ ۲۲۶)

اندازِ بیان

کتاب ھذا میں مندرجہ مشاھیر پاک و ھند کی تحریرات میں منشی عبدالرحمٰن خان کے اندازِ بیان کا ان الفاظ میں تذکرہ آیا ھے۔

عنوانات سہل
بیان بصیرت افروز
اندازِ تحریر سلجھا ہوا
تنقید نہایت مہذب
طرزِ ادا شگفتہ
طرزِ تحریر نہایت دلکش اور عام فہم
طرزِ ادا سادہ اور عام فہم
اسلوبِ بیان دلنشین
ترتیب نہایت سادہ اور مناسب
مسائل حاضرہ پر حاوی نظر

رائے اور تبصرہ نہایت صائب
شرعی معلومات بہت کافی
نکھرے ہوئے افکار سے لبریز
دوسروں کے انشراح کا ذریعہ
واقعات روح پرور دلکش و دلنشیں
مضمون پر از معلومات مدلل اور فکر انگیز
اسلوب کی انفرادیت
بیان کا سلیقہ
مواد کا حسن تدوین
معلوماتی پہلوؤں کی فراوانی

بحث کا طریقہ نہایت سنجیدہ

اعزاز واکرام

منشی عبدالرحمٰن خان کی تالیفات و تصنیفات میں سے ———

◆ ——— تعارفِ قرآنی، بصائرِ قرآنی اور احکامِ قرآنی ———

ایک زمانہ میں بہاولپور کے مدارس میں آٹھویں، نویں اور دسویں جماعت کے لئے علی الترتیب محکمہ تعلیم نے منظور کیں اور پڑھائی جاتی رہیں۔

◆ — تعارفِ قرآنی، بصائرِ قرآنی، احکامِ قرآنی، داستانِ عمل، اخلاق وآداب مشاہدات و واردات، فتنۂ پرویز و حقیقتِ حدیث ——— ایم اے اسلامیات کے لئے اضافی کتب میں پنجاب یونیورسٹی نے ۶۷۔۱۹۶۶ء سے شامل کیں۔ جو طلبار کے زیرِ مطالعہ رہیں۔

◆ — "اخلاق وآداب" کی اہمیت کے پیشِ نظر اخلاق وآداب کا مضمون مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے نصاب میں شامل کیا گیا اور اس موضوع پر یہی کتاب یونیورسٹی مذکور میں پڑھائی جانی تجویز ہوئی۔

◆ ——— حکومت پاکستان نے کتاب "تعمیرِ پاکستان و علمارِ ربّانی" کو پاکستان کے قومی تاریخی سرمایہ کے طور پر محفوظ کر لیا ہے۔ جو اہلِ نظر کے نزدیک بہت بڑا "قومی اعزاز" ہے۔


حقیقتوں کے چراغ
آئینہ ملتان
آداب
اخلاق
احکام قرآنی
فتنہ پرویز
حقیقت حدیث
بازارِ رشوت
صحابہ کبار

بسم اللہ

مُعطیٰ



شیخ حمدان بن محمد نائب وزیر اعظم متحدہ عرب امارات

جنہوں نے منشی عبدالرحمان خان کی مصوّر تصنیف — "بہارِ رفتہ" —

سے محظوظ ہو کر انہیں چھ ہزار روپے نقد کا انعام عطا کیا۔

آپ پہلے ملتانی ہیں۔ جنہوں نے غیر ملکی انعام کا اعزاز حاصل کیا۔

غیر مُلکی اِنعام

منشی صاحب کے مصور مرقع —— "بہار رفتہ" —— کو دیکھ کر متحدہ عرب امارات کے نائب وزیر اعظم شیخ ہمدان بن محمد نہ صرف محظوظ و مسرور ہوئے بلکہ چھ ہزار روپیہ نقد بطور انعام عطا فرمایا اور اس کتاب کا عربی ترجمہ کرانے کا امر فرمایا۔ تاکہ وہ اس سے لطف اندوز ہو سکیں۔

داد و تحسین

مولانا شبیر علی مہتمم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون اس بات پر سخت نالاں اور برافروختہ تھے کہ منشی صاحب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی سیرت کیوں لکھ رہے ہیں، کیونکہ وہ یہ کتاب اِن کے قریبی رشتہ دار اور ان کے مدار المہام ہونے کی حیثیت سے خود لکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے منشی صاحب کو کئی خطوط لکھے اور دھمکیاں بھی دیں جو بے اثر ثابت ہوئیں اور منشی صاحب نے کتاب چھپوا کر ان کی خدمت میں بھیج دی۔ "سیرتِ اشرف" پڑھتے ہی ان کا غیض و غضب لطف و کرم میں بدل گیا اور انہوں نے منشی صاحب کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔ ——

"جناب کا ہدیہ بصورت "سیرتِ اشرف" ۸، دسمبر کو مل گیا تھا۔ میں نے

کتاب کا مطالعہ اسی وقت شروع کر دیا تھا۔ مگر دوسرے کاموں کی وجہ کتاب کے مطالعہ میں دیر لگ گئی۔ بحمد اللہ آج پوری کتاب کا مطالعہ ختم ہو گیا ہے تو اس کے متعلق کچھ عرض کرنے کے قابل ہوا ہوں۔

میں آپ کے حسنِ انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ اور اس کی بھی کہ جو مقصد لے کر آپ نے یہ کام شروع کیا تھا۔ بحمد اللہ آپ اس میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کے لئے اس کو ذخیرۂ آخرت فرمائے۔ —— آمین!

مخدومی خواجہ عزیز الحسن صاحب کا یہ شعر ؎

ہر تمنا دِل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی !

جب حضرتؒ نے سُنا تو حضرت پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور خواجہ صاحب سے فرمایا: ——

"اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو اس شعر کے انعام کے طور پر آپ کو دے دیتا۔"

لہذا —— اتباعاً شیخؒ (بطور اکرام کے دکیونکہ انعام دینے کا درجہ تو میرا ہے ہی نہیں) مبلغ دس روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کر رہا ہوں اور امیدوار قبول کا ہوں۔"

احقر محمد شبیر علی
۱/۲۵۴ ۔ جیکب روڈ، حیدرآباد (پاک)
۲۲ دسمبر ۱۹۵۶ء

محمد منصور الزمان صدیقی
مہتمم صدیقی ٹرسٹ ۔ کراچی

ہمت افزائی

۸-۲-۷۶ کو جناب منصور الزماں صاحب صدیقی کا کراچی سے منشی صاحب کی کتابوں کے مکمل سیٹ اور اس وقت تک چھپے ہوئے ان کے عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ کے لٹریچر کا ایک آرڈر موصول ہوا، جس کی تعمیل میں کچھ دیر ہو گئی، تو اِن کا اشتیاق بڑھا۔ ایک یاد دہانی نامہ آ گیا۔ جس پر مطلوبہ کتابیں اور دیگر لٹریچر انہیں بذریعہ وی۔پی بھیج دیا گیا۔ وہ اس کے مطالعہ سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے ۵-۴-۷۶ کو مندرجہ ذیل خط منشی صاحب کے نام لکھا۔ ——

"ہمراہ عریضہ ہذا ایک قطعہ ڈرافٹ ۔/۱۰۰۰ کا ارسالِ خدمت ہے۔ یہ خادم کی جانب سے آپ کے لئے ہدیہ ہے۔ اس کا مقصد صرف رضاء الٰہی کا حصول ہے بندہ کا طریقہ یہ رہا ہے کہ دین کی خدمت کرنے والوں کی خدمت کیجائے۔ کیونکہ اداروں اور مدارس کا کام کرنے والوں کی خدمت پہ توجہ نہیں ہوتی۔ جب کہ مدارس اور دینی اداروں کے لئے بہر نوع حصہ عام مسلمان لیتے ہیں۔ اُمید ہے کہ —— حضرتِ والا قبول فرما کر احقر کو شکر گزار فرمائیں گے۔ دُعاء خیر کا طالب ہوں۔ کوئی خدمت احقر کے لئے تفویض ہو تو شکر گزار ہوں گا۔"

والسلام

نواب حافظ جمشید علی خان
نواب آف باغپت

خداداد قابلیت

اس روشناس اہل قلم کی تخلیقات کسبی نہیں۔ سراسر وہبی ہیں، تصنیف و تالیف کا جو ملکہ انہیں حاصل ہے وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے۔

نواب حافظ جمشید علی خان، نواب آف باغپت، یارِ غارِ قائد اعظمؒ، رکن صوبائی مجلس قانون یو۔ پی لکھتے ہیں:——

"تصنیف و تالیف کا سلسلہ خداداد چیز ہے۔ جو آپ میں بدرجہ اتم موجود ہے، آپ کی جب کوئی تصنیف مجھ تک پہنچتی ہے تو نہایت شوق اور دلچسپی سے مطالعہ کرتا ہوں۔" آپ کی گرانقدر تخلیق "اقبال اور مسٹر ملی۔ دل نے چاہا کہ پہلے آپ کی توجہ اور کرم فرمائی کا شکریہ ادا کروں۔ آپ بڑا کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس سے چاہے، اپنے دین کی خدمت لے لے ——— میں تو سمجھتا ہوں کہ سب حضرت تھانویؒ کے فیوض و برکات ہیں جو آپ کے ذریعہ صفحۂ قرطاس پر آرہے ہیں۔ ؎

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

نیازمند جمشید
(اندازِ سخن صہ۳۰)

چوہدری نیاز علیخان
بانی دارالاسلام پٹھانکوٹ وجوہر آباد

"آپ کی ہمت اور قابلیت میں کوئی شک نہیں، ایثار و اخلاق قابلِ داد ہے۔"
(انداز سخن صہ۵۰)

علامہ طالوت ملتان

حقِ ادائیگی

صنفِ نازک ہمارے نزدیک انتہائی مظلوم طبقہ ہے۔ جسے پرانی ڈگر پر چلنے والوں نے بہت سے حقوق سے محروم کر رکھا ہے اور نئی روشنی والوں نے محض شہوت رانی کا آلہ کار بنا کر اس کی عزت و احترام کو خاک میں ملا دیا ہے۔

ہمارے منشی عبدالرحمٰن خان نے اب اسی مظلوم طبقہ کی حمایت پر کمر باندھی ہے اور حق یہ ہے کہ مضمون کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ اور دونوں ظالم طبقوں سے عورت کو متنبہ کر کے صراطِ مستقیم دکھانے کی کوشش فرمائی ہے۔

(۱۸ راگست ۱۹۵۸ء)

عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحئی

مصنف "اسوۂ رسول اکرم" کراچی

"آپ کے خط کے ہمراہ "کچہری کی دنیا" بھی سامنے آگئی۔ ماشاء اللہ آپ نے بڑی ہمہ گیر طبیعت پائی ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا بقدرِ مناسب حق ضرور ادا کر دیتے ہیں، آپ کا تبلیغی جذبہ بہت اور قابلِ قدر ہے۔"

(۱۸ رستمبر ۱۹۷۸ء)

مولانا عبد الباری ندوی

استاذ فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی - حیدر آباد۔

جنّاتی صلاحیّت

"منشی صاحب! یہ کونسا اتنا پڑھا لکھا جن آپ نے تابع کر رکھا ہے کہ آپ دن بھر تو کچہری میں ایسے کاموں میں لگے رہتے ہیں کہ اس کو علم و قلم کے نام سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے، اس پر بھی ماشاء اللہ ایک طرف خود قلم اپنوں کا بکتہ ہے، دوسری طرف تیس جلدوں کی مواعظی انسائیکلوپیڈیا کی تکمیل! ادارہ اشرف المعارف کا سلسلہ!! اور ایک علمی ادبی ماہنامہ [1] !!!

(انداز سخن ص۱۹۷)

اللہ تعالیٰ آپ کی اس "جنی" قوت و ہمت سے اپنی راہ و رضا کا کام لیں۔ گوشہ نشینی کے باوجود آپ نے اتنی کثیر ذمہ داریاں قبول کر رکھی ہیں اپنی بھی، پرائی بھی۔ غیروں کا کام اپنا جان کر آج کی دُنیا میں کون کرتا ہے —— الا ماشاء اللہ عملاً تو آپ ہی مرکز ہیں کہ معاملہ یک انار و صد بیمار والا نظر آتا ہے۔

بیشک میں آپ میں کثرتِ مشاغل کی جناتی صلاحیت کا قائل ہوں اور آپ کو فعالی، کراماتی صلاحیتوں والا جن سمجھتا ہوں"

(ایضاً صفہ ۱۹۸-۲۰۰)

---

[1] "مجلہ" جو اپریل ۱۹۶۵ء سے بلا ناغہ و تاخیر مسلسل و متواتر ہر ماہ پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

مسٹر مختار مسعود

سیکوٹری جنرل آر۔ سی۔ ڈی۔ طہران

ملکوتی کام

—— "آپ کے تمام کام جناتی اور ملکوتی ہوتے ہیں۔ رفتار میں جناتی اور نفاست میں ملکوتی، پچھلے خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتاب کی تقسیم کو بھی تقدیس کا مرتبہ دے چکے ہیں۔"

(مکتوب ۱۲۔ از اسلام آباد)

—— "آپ کی تازہ تصنیف کی دو جلدیں مجھے اور بیگم کو علیحدہ علیحدہ تحفہ کی صورت میں ملیں۔ اس نوازش کا شکریہ اور اسراف کا شکوہ کرنا چاہتا ہوں۔ معلوم نہیں آپ نے یہ کتابیں کیونکر بھیجی تھیں۔ ڈاک پر تو خرچ بہت اٹھتا ہے اور یہ بھی یقین نہیں ہوتا کہ ڈاک ملے گی بھی کہ نہیں۔

جب یہ کتابیں یہاں موصول ہوئیں۔ میں باہر گیا ہوا تھا۔ واپس آنے کے بعد اب تک کوئی ڈاک نہیں ملی۔ کیونکہ ڈاک والوں کی ہڑتال تھی۔ کل ہڑتال ختم ہوئی ہے۔ مگر عارضی اور مشروط۔

کتاب فوراً پڑھ لی، کیونکہ یہاں اردو کی نئی کتاب روز روز کہاں سے آئے گی —— کتاب پر رائے تجنِ فاری محفوظ ہے۔"

(مکتوب ۲۵، از طہران)

۔ آوازِ دوست

۔ کچہری کی دنیا

مولانا عبد الصمد صارم الازہری
پروفیسر اورینٹل کالج - لاہور

ہمّت و جرأت

"میں نے آپ کی کتاب ——— "عورت انسانیت کے آئینہ میں" ——— مطالعہ کی۔ ماشاء اللہ خوب لکھی ہے۔ آج کل کے مصنفین کی کتابیں میں بہت کم پڑھتا ہوں۔ مگر آپ کی کتاب نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اس کو پوری دلچسپی کیساتھ پڑھوں۔ کیونکہ آپ نے نہایت جرأت کیساتھ ایک نئے نظریہ کا انکشاف کیا ہے۔ جس کی ضرورت تھی۔ جس کے متعلق میں اکثر سوچا کرتا تھا۔ مگر تمام دُنیا سے اختلاف کرتے ڈرتا تھا۔ پھر آپ نے جس خوبی کیساتھ دلائل پیش کئے ہیں وہ بھی ہر طرح قابلِ داد ہیں۔ مظلوم عورت کی حمایت جس خوبی سے آپنے کی ہے۔ قابلِ صد تحسین ہے پھر آپ کی وکالت بھی اتنی بہتر ہے کہ جس کی تردید دشوار ہے۔ نئے اور پرانے سرچشموں سے آپ نے خوب استفادہ کیا ہے اور دونوں کو خوب ملایا ہے ——— پھر حُسنِ ترتیب و بیان بھی قابل آفرین ہے۔ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

اس کتاب کا انگریزی اور عربی میں ضرور ترجمہ ہونا چاہیئے۔

(اندازِ سخن صہ ۴۲۷)

صوفی عبدالواحد ایم اے شیخوپورہ
مصنف "کیا اسلام تلوار کے زور پھیلا"

تقابلی مطالعہ

"آپ کی کتاب ــــ "عورت انسانیت کے آئینہ میں" ــــ اپنی جامعیت اور افادیت کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتی ہے اور کئی کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتی ہے ــــ میں نے بالاستیعاب اسے پڑھا ہے۔ آپ نے اس کا کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا۔

خصوصاً ــــ

عورت کا مقام، نظام ازواج، عورت کا ماضی، مختلف مذاہب کی نظر میں، اس کی عالی ظرفی، دماغی عجائبات اور ذہنی کارنامے، اس کی بسالت و شہامت پھر اس کے حقوق و فرائض پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

آخر میں ــــ کثیر الازواجی، طلاق وغیرہ عنوانات پر بحث اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کو مذاہب کے تقابلی مطالعہ میں ید طولی حاصل ہے"

جذبۂ ایمانی

● ——— ڈاکٹر اسد اریب پروفیسر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

"آپ جس تسلسل اور توجہ سے لکھ رہے ہیں۔ اس پر رشک آتا ہے۔ ایک سال کے عرصہ میں آپ کی کم از کم چار نئی کتابیں تو میں نے پڑھ ڈالیں۔ ان کے علاوہ کتنے پمفلٹ اور دوسری مؤثر کتابیں ہوں گی جو آپ کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ مجلات کی تقریظیں ان سے بھی سوا ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے علم و دانش کا کوئی جن[1] آپ کے تصرف میں ہے۔" (مکتوب، ستمبر ۱۹۷۷)

● ——— مری کی حبہ خاتون مس شہناز اختر ایم اے

" قدرت نے آپ کو عظیم قوت اور ہمت سے نوازا ہے۔ آپ کا جذبۂ ایمانی آپ کو بیک وقت ان گنت خدمات سرانجام دینے کے لئے تیار رکھتا ہے .... ہم گناہ گار .... پتہ نہیں کس طور وقت تیزی سے گزر جاتا ہے۔ دل و دماغ میں خیالات کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ مگر ان کو تحریر کا جامہ پہنانے کی نوبت نہیں آتی۔ (مکتوب یکم اکتوبر ۱۹۷۹ء)

● ——— میجر شمس الدین محمد ۔ وزیر ریاست بہاولپور

"میں آپ کے جذبۂ ایمانی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میری دعا ہے ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

——— (اندازِ سخن ۵۰۹) ———

[1] یہ خط پڑھ کر ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی مصنف "اسوۂ حسین ؓ" نے زوردار قہقہہ لگا کر فرمایا: ہم تو منشی صاحب کو جن ہی سمجھتے تھے۔ مگر بعد کے حالات نے ہماری رائے بدل دی۔ ——— کہ یہ جن نہیں ہو سکتے بھوت ہیں۔ جو کام ان کے سپرد ہو یہ بھوت کی طرح اسے چمٹ جاتے ہیں۔

ذالک فضل اللہ

• ——— **علاّمہ طالوت** ——— رقمطراز ہیں :-

منشی عبدالرحمٰن خان ، تصنیف و تالیف کا کام ایسے وقت میں (تہجد کے وقت) کرتے ہیں جو "نورِحضور" کہلاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد بھی ان کی رہنمائی فرماتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چھوٹے سے کتب خانہ کا مالک ہونے کے باوجود وہ بہت بڑے مصنف کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

(ملتان، ۱۸ اگست ۱۹۵۸ء)

• ——— **صوفی عبدالواحد ایم۔اے**

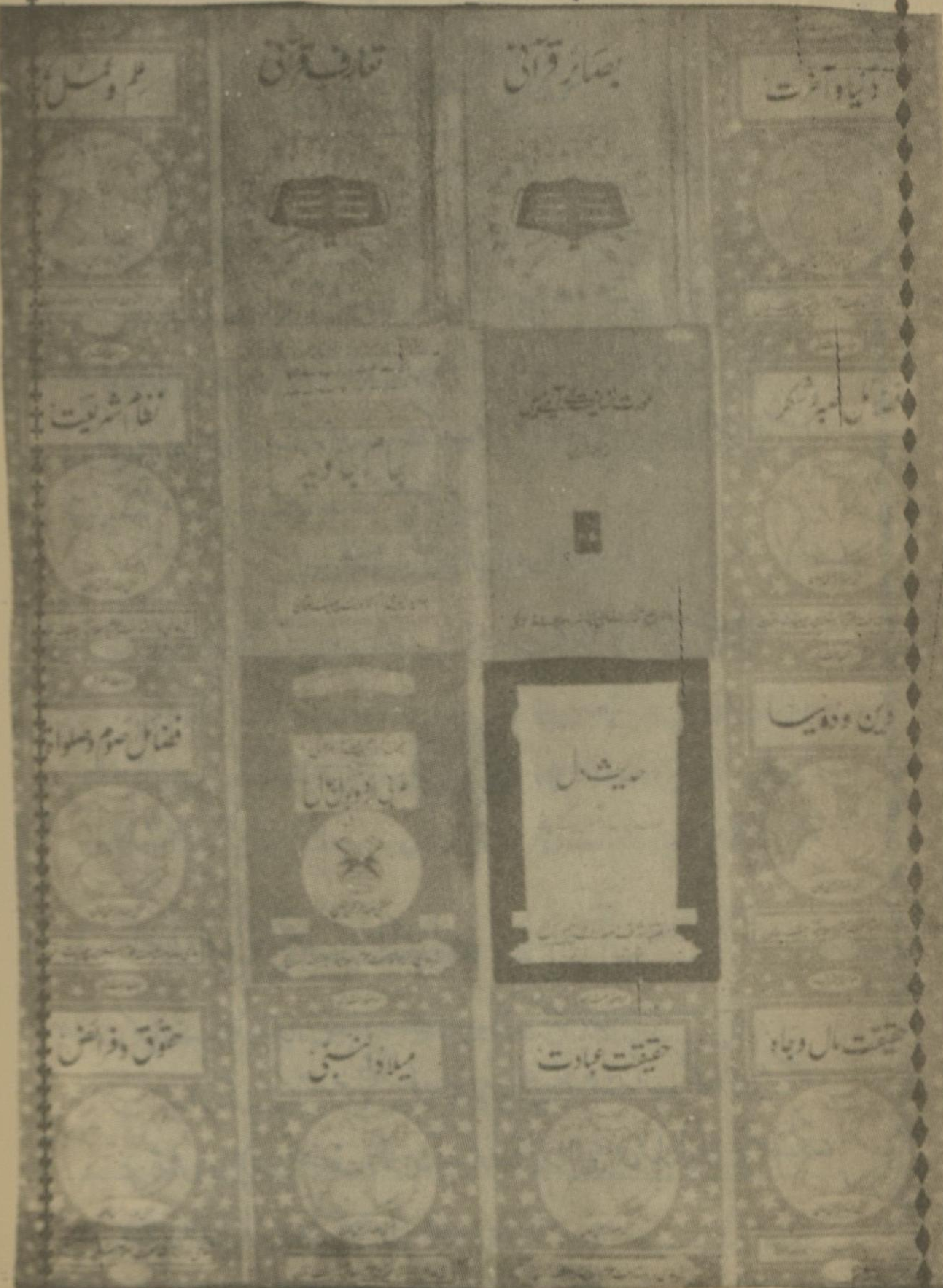
مصنف "کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا" لکھتے ہیں :- ———

یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے کہ مضامین اور حوالے آپ کے ذہن میں مستحضر ہوتے ہیں اور بوقتِ تصنیف و تالیف آپ کو ورق گردانی نہیں کرنی پڑتی۔ یہ نعمت ترکِ معاصی اور تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

(شیخوپورہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۶۰ء)

چند سرِورق


بصائرِ قرآنی
تعارفِ قرآنی
دنیا و آخرت
علم و عمل
نظامِ شریعت
فضائلِ صوم و صلوٰۃ
دین و دنیا
حدیثِ دل
حقیقتِ مال و جاہ
حقیقتِ عبادت
میلاد النبی
حقوق و فرائض

طَلب و اِشتیاق

مولانا قاری محمد طیبؒ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

اضطراب

بفضلہٖ تعالیٰ منشی صاحب کی کتابیں نہ صرف عوام میں بلکہ خواص میں بھی مقبول ہوئی ہیں اور وہ ہرنئی کتاب کے زیرِ قلم آنے کی خبر سُن کر اسے پڑھنے کے لیئے بے تاب ہوجاتے تھے۔ یادگارِ سلف فاضل اجل حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب وائس چانسلر دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کو جو خود کئی معروف کتابوں کے مصنف ہیں۔ اِن کی کتابوں کا شدید انتظار رہتا تھا جن کا وقتاً فوقتاً آپ یوں تقاضا فرماتے۔

● ـــــ "زندگی کے موڑ" لکھنے کا منشی صاحب نے آج سے کوئی بیس سال پہلے ارادہ کیا تھا۔ اس کی خبر پاکر آپ نے تحریر فرمایا:۔ ـــــ

"کتاب ـــ "زندگی کے موڑ" ـــ کا انتظار لگ گیا ہے، اللہ تعالیٰ مکمل فرمائے اور مستفیدین کے لئے استفادہ کا موقعہ میسر آئے۔ یہ موضوع وقت کے لحاظ سے ضروری اور اہم ہے اور آج کی دُنیا کو جو بلا منزل کے سفر میں رواں دواں ہے۔ منزل کا پتہ بتلانا ہی سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔"

(اندازِ سخن صہ ۲۲۲)

● ـــــ "حدیثِ دل" کی تکمیل کی جب آپ کو خبر پہنچی تو فی الفور لکھا کہ:۔ ـــــ

"حدیثِ دل" کا دل سے مشتاق ہوگیا ہوں۔ جب تک کتاب نہیں پہنچے گی بے چینی سے منتظر رہوں گا۔"

(ایضاً صہ ۲۲۴)

——— "اقبال اور مسٹر" کی اشاعت کی خبر پر، اس کی ترسیل کا یوں اشتیاق ظاہر فرمایا :- ———

" جناب تو واقعی ہر موقعہ پر اس ناکارہ کو یاد رکھتے ہیں۔ ہر نئی مطبوعہ ارسال فرماتے ہیں اور احسانات کی کڑی ہے۔ جو قائم ہے۔ سوانح و سیرت کا حصہ پہنچ گیا ہے اس کی تکمیل سے مسرت ہے۔ ——— نئی کتابوں کا اشتیاق ہے یعنی "اقبال اور مسٹر" !

اگر کبھی کچھ لکھنے یا چھپنے میں دیر ہو جاتی۔ تو یوں یاد دہانی کراتے :-

" آج عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ کی طرف سے ایک پیکٹ ملا۔ جس میں "خواتین کے حقوق و فرائض" ——— اور ——— "امام حسینؓ کا مقام و پیغام" ——— مختصر نور افزائے بصر و بصیرت ہوئے۔ بالخصوص جناب کی تالیف عرصہ بعد نظر سے گزری۔"

——— اور کبھی یوں تقاضا فرماتے :- ———

" کوئی نئی تالیف ہوئی ہو تو اس سے محروم نہ فرمایا جاوے۔ ——— جیسا کہ اب تک محروم نہیں رکھا گیا۔"

(اندازِ سخن صہ ۲۲۵)

مولانا عبدالباری ندوی
استاد فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدر آباد۔ دکن

چاہت

"اشرف المواعظ کا کام امید ہے اللہ تعالےٰ آپ کے ہاتھ ہی سے پورا کرادیں گے۔ یہ ایک ادارہ کا کام تھا۔ جس کی توفیق آپ کو تنہا عطا ہوگئی۔ میرے لئے یہی تو ناقابلِ تصور تھا۔ کہ اتنے کثیر اور منتشر مشاغل آپ پورے کیسے فرما لیتے ہیں!

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مشاغل کا حق ادا کراتے رہیں۔ الحمد للہ ماشاء اللہ کہ اشرف المواعظ کی ساتویں جلد نے بھی آنکھوں کو نور اور دل کو سُرور بخشا۔ بارک اللہ، جزاک اللہ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اب تو ——

"ستر بہتر" کا ہو کر بھی دل چاہنے لگا ہے کہ تیسویں جلد کی بھی آپ کی اعانت سے زیارت کر کے مروں۔"

(انداز سخن صہ ۱۹۰)

قدرت اللہ شہاب

سیکرٹری جنرل حکومت پاکستان

بے چینی

جس انداز کی تبلیغی تحریک آپ سوچ رہے ہیں۔ اس کی انتہائی ضرورت ہے۔ دین کی جو خدمات آپ انجام دے رہے ہیں۔ ان میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ خدا آپ کی توفیق اور بڑھائے، آمین!

مواعظِ اشرفیہ کی جلد نمبر ۷ تک میرے پاس ہے۔ "حدیثِ دل" کا ایک نسخہ بھی مل چکا ہے۔ خوب چیز ہے۔ ——— مواعظِ اشرفیہ کی آٹھویں جلد "حقیقتِ مال وجاہ" کا بے چینی سے منتظر رہوں گا۔"

(اندازِ سخن صہ ۳۴۵/۳۴۶)

ادیبِ عصر مختار مسعودؔ

سیکرٹری جنرل آر۔ سی۔ ڈی

انتظار

"میں نے آپ کے سارے مضمون جو حال ہی میں "نوائے وقت" میں چھپے ہیں پڑھے ہیں۔ حالیؔ اور جوہرؔ پر آپ کے مضامین کا انتظار رہے گا"۔ (مکتوب ۲۲ جنوری ۱۹۷۶ء)

سیّد نصرت حسن (سی۔ ایس۔ پی)
چیئرمین پاکستان کاٹن کارپوریشن کراچی

اِشتیاق

آپ نے حال ہی میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہوگا۔ لیکن آپ کو یہ امید نہ ہوگی کہ میں پڑھنے کے لئے بھی کچھ وقت بہ مشکل نکال لیتا ہوں ——— خدا کے لئے مجھے اپنی تحریرات سے محروم نہ رکھئے۔

یہ میری بدقسمتی ہے کہ سرکاری فرائض کے تقاضوں نے اتنی مہلت نہ دی کہ آپ جیسے اہلِ قلم کے ساتھ خط و کتابت کی راہ و رسم جاری رکھ سکتا۔ میری کوتاہیوں سے آپ خدا نہ کرے کہ یہ نتیجہ نکالیں کہ میں آپ کو فراموش کر سکتا ہوں ——— آپ کی تصانیف اکثر و بیشتر آپ کی یاد تازہ رکھتی ہیں۔

(اندازِ سخن صد ۸۴-۸۳)

یہ پڑھکر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کی کتاب "بہارِ رفتہ" شائع ہوگئی ہے۔ آپ کی یہ کاوش قابلِ تحسین ہے۔ آپ نے علم و ادب کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ کسی سے پنہاں نہیں ——— میری طرف سے اس تصنیف پر ہدیۂ تبریک قبول فرمائیے اور پہلی فرصت میں "بہارِ رفتہ" کی ایک کاپی بذریعہ وی۔ پی ہمیں بھجوادیں۔

(مکتوب ۱۹۷۴ء)

پروفیسر عبیداللہ خان
وائس پرنسپل اسلامیہ کالج۔ چنیوٹ

طلب

"آپ کے یکصد رسالے ملے۔ حسب الحکم میں نے خود کلاسوں میں جا کر ان کو ترتیب سے تقسیم کیا اور طلباء کی ٹولیاں بنادیں کہ وہ پڑھ کر ایک دوسرے کو دیتے جائیں۔ آپ نے بہت بڑے کام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ —— اگر آپ نے کچھ نئے رسالے شائع کئے ہوں تو بھیج دیں تاکہ تقسیم کردوں۔ شاید یہ تقسیم ہی میرے حصہ میں نیکیوں کے انبار لگادے۔"

(اندازِ سخن صہ ۴۵۹)

پروفیسر اصغر سودائی
پرنسپل علامہ اقبال کالج سیالکوٹ

تشنگی

"آپ کا لٹریچر برابر مل رہا تھا۔ مگر ایک ماہ سے کوئی رسالہ نہیں ملا۔ کچھ تشنگی سی محسوس کر رہا ہوں۔"

(اندازِ سخن صہ ۲۵۲)

غلام رسول ازہر
اینٹی کرپشن سپیشل جج پنجاب

تقاضا

"آپ کے جدید منصوبہ کا خاکہ میں نے دیکھا۔ جو بیحد جامع اور اصلاحی ہے۔ مجھے بھی اس جدید منصوبہ میں شامل کیجئے اور اپنی مساعی حسنہ سے نوازتے رہیئے۔"

(اندازِ سخن صہ ۴۸۷)

حمید نظامیؒ

مدیرِ شہیر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور

شوق

"میں آپ کا مقالہ بڑے شوق سے پڑھوں گا۔ آپ کے علمی شوق اور تحقیق سے رغبت کی تعریف میں نے بعض دوستوں سے سُنی ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت شائع ہو جائے تو مجھے بھی بھیجیے۔ میں ان کا عقیدت مند ہوں۔" (اندازِ سخن ص ۴۳۵)

پروفیسر محمد احمد

پرنسپل اسلامیہ کالج۔ سکھر

تاکید

"آپ جب بھی کوئی کتاب تحریر فرمائیں۔ بندہ کو ضرور بذریعہ وی۔ پی روانہ فرمائیں۔" (اندازِ سخن ص ۴۵۵)

رشک
و
حسرت

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی
مفتی اعظم پاکستان

رشکِ مفتی اعظم

● "احقر نے جناب کی کتاب "احکامِ قرآنی" کا شوق و رغبت سے مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ اپنے طرز کی ایک نئی کتاب ہے، خصوصاً طرزِ تحریر نہایت دلکش اور عام فہم ہے۔ ناظرین کرام اس کتاب سے یہ اجمالی فائدہ حاصل کریں کہ بلا واسطہ حق تعالیٰ سبحانہٗ کا ارشاد مسلمان کے پیشِ نظر ہو کر اس کے لئے عمل کی طرف داعی اور محرک ہو جائے، جو سعادتِ کبریٰ اور نعمتِ عظمیٰ ہے، حق تعالیٰ اس تصنیف کو شرفِ قبولیت اور آپ کو ترقیاتِ دارین عطا فرمائے۔"
(انداز سخن ۱۴۷)

● "آپ کی گوشہ نشینی مبارک ثابت ہوئی کہ اتنی عمدہ مبارک کتب تصنیف ہو گئیں۔ آج آپ کے دو علمی نسخے ایکساتھ ملے، فوراً سب کام چھوڑ کر دونوں پر نظر ڈالی، دل سے دعائیں نکلیں اللہ تعالےٰ آپ کی عمر اور کام میں برکت عطا فرمائے۔ اور خدمتِ دین و علمِ دین پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ ان کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کے لئے مفید بنائے۔

آپ کے علمی کارنامے دیکھ کر تو اپنی بے کاری پر افسوس اور آپ پر رشک آتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہجومِ متفرقہ سے فراغت فرما کر علمِ دین کی اصلی خدمت میں مشغول فرمائے، آپ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔"

(ایضاً صہ ۱۵۲)

● "آپ کی تازہ اور مبارک تصنیف "سیرۃ حکیم الامتؒ کی دوسری قسط بھی پہنچ گئی۔ آپ کے حالات پر غبطہ ہوتا ہے کہ ماشاء اللہ جلد جلد خوب کام کر لیتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ کچھ سکون ملے تو ہم بھی آپ ہی کی طرح کام کریں۔"

(ایضاً صہ ۱۵۲)

مولانا عبدالباری ندوی

استاذ فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدرآباد۔ دکن

غازیانہ ہمّت

"آپ تو ماشاءاللہ توکّل پیشہ ہو چکے ہیں۔ جس پر اس بندۂ پیر کو بڑا رشک آتا ہے۔ جو طبعاً" تدبیری واقع ہوا ہے۔

آپ کی غازیانہ ہمت اور عظیم کرامانی کارنامے قلب و نظر کو نور و سرور بخشتے" ہیں، انشاءاللہ آپ کے دفتر اعمال میں سب سے گراں قدر وزن ان ہی دفتروں کا ہوگا۔

میں تو آپ کا اس مرتبہ معتقد ہو کر آیا ہوں کہ اپنے حق میں ایمان پر خاتمہ اور مغفرت کی دُعا کا خصوصی طالب ہوں۔" (انداز سخن صہ)

ڈاکٹر احمد اریب

پروفیسر پیپلز اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

زورِ قلم

"آج جمعہ ۲۶ جون ۱۹۷۶ء ہے۔ آپ کا مضمون ــــ "بہادر یار جنگ" ــــ نوائے وقت میں چھپا ہے۔ بالاستیعاب دیکھا، پسند آیا۔ اور رشک ہوا۔

اس سے قبل صادق محمد احسن کے نوائے وقت میں شائع شدہ مضمون قائدِاعظم میں بھی آپ کا حوالہ بسلسلہ حسرت موہانی درج تھا۔

آپ کا زورِ قلم دیکھتا ہوں تو باوجودیکہ خود بھی قلم توانا رکھتا ہوں۔ اپنی ناتوانی صاف دکھائی دیتی ہے۔"

(مکتوب ۲۶/۶/۷۶)

حضرت مولانا قاری محمد طیب

مہتمم (دینی یونیورسٹی) دارالعلوم۔ دیوبند

حیرت و استعجاب

"جناب کے علمی عطیات سے برابر مستفید ہوتا رہتا ہوں۔ کراچی ہیں انسانیت حیوانیت کی راہ پر" اور دوسری تخلیقات دیکھتا اور سوچتا رہا کہ بیٹھے بٹھائے یہ ایک اچھا خاصا مصنف اور اہل قلم کہاں سے نکل آیا۔ مسائل حاضرہ پر حاوی نظر، طرز ادا نہایت شگفتہ، رائے اور تبصرہ نہایت صائب، تنقید نہایت مہذب، شرعی معلومات بہت کافی، بیان بصیرت افروز ——— غرض کہ ان کی جس کتاب کو بھی دیکھا۔ نہایت ہی مشبع پایا۔ جو معلومات اور نکھرے ہوئے افکار سے لبریز ہے اور دوسروں کے لئے بھی انشراح کا ذریعہ بنتی ہے۔

محترم مولانا عبدالرحمٰن خانصاحب مبارک بادی ہی کے نہیں منت پذیری کے بھی مستحق ہیں کہ انہوں نے علمی اور فکری حیثیت سے ایسا قابلِ قدر ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ جس سے عملی طور پر ہر شخص استفادہ کر سکتا ہے۔"

(اندازِ سخن صد۲۴۱)

مفسّرِ قرآن حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی

مدیر "صدق جدید" لکھنؤ (بھارت)

حکمتِ الٰہی

"حضرت گرامی علامہ اشرف علی تھانویؒ کے حالات و سوانح سے متعلق اُردو میں

خاصا کام ہو چکا ہے۔ خواجہ مجذوب غوری کی مستند و ضخیم — "اشرف السوانح" — مدیر صدق کی — "حکیم الامت" — اور خلیفۂ خصوصی مولانا محمد عیسیٰ صاحب کی "کمالاتِ اشرفیہ" — وغیرہ۔ پھر بھی مشتاقانِ جمالِ اشرفی کی سیری نہیں ہو پاتی تھی اور ———

ہر چیزے فزوں کند کہ تماشہ بہ مارسد

کا تقاضا ہر طرف سے جاری تھا۔

حکمتِ الٰہی نے اس تقاضا کی تعمیل کے لئے ملتان کے منشی عبدالرحمٰن خان کو چن لیا اور کمال یہ کہ انہیں حضرت سے کبھی زندگی بھر نیاز حاصل نہیں ہوا۔ لیکن اللہ نے ان میں بات اخذ کر لینے کی صلاحیت خوب پیدا کر رکھی ہے۔ اور لکھنے کا سلیقہ بھی ان کے قلم کو خوب آگیا ہے۔ وہ اس پر آمادہ ہو گئے اور مطبوعہ ماخذوں کی مدد سے چند سال کے اندر ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار کر دی جو اس وقت پیشِ نظر ہے۔

دلچسپ، جامع اور ہر طرح قابلِ مطالعہ، اور اس وقت تک حضرت سے متعلق جتنا دفترِ تحریر پھیلا ہوا تھا۔ گویا سب کا نچوڑ ان کی کتاب میں آگیا ہے۔ اصل چہرہ سامنے ہو تو اس کی مصوری کچھ ایسی دشوار نہیں۔ لیکن مؤلف "سیرتِ اشرف" کی چابکدستی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے محض تصویروں کی مدد سے ایک ایسی تصویر کھینچ دی ہے کہ اس پر گمان اصل صورت کا ہونے لگتا ہے۔ ———

ذالک فضل اللہ — الخ

ترتیب و تدوین ایسی کہ اس سے کتاب کا مطالعہ ہر ناظر کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے وجود میں آجانے سے سیرتِ اشرف پر ایک دلچسپ، جامع اور خاصی حد تک مستند کتاب کا اضافہ ہو گیا ہے اور یہی بہت ہے۔"

حضرت شاہ معین الدین ندوی
مدیر "معارف" اعظم گڑھ

تاریخی حسرت

"سیرت اشرف" پہنچ گئی ہے۔ اگر چہ اشرف السوانح موجود ہے۔ لیکن ———

اَلْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهٗ يَتَضَوَّعُ

پر آپ نے بڑا اہم کام انجام دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔ ساری کتاب پڑھ لی ہے۔ بہت پسند آئی۔ آپ نے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا پورا جوہر بھیج دیا ہے۔ جزاک اللہ۔

اس کے اشتہار کی اُجرت کی ضرورت نہیں۔ کم از کم اتنی سعادت تو معارف کے حصہ میں بھی آنے دیجئے۔ [1]

"تعمیر پاکستان و عُلمار ربّانی" ——— پر ریویو بڑا نازک کام ہے اس کے ریویو میں بعض دقتیں ہیں۔ میں تو خود آپ کی تمام کتابوں پر بڑی پابندی سے ریویو کرتا ہوں۔ اگر (بوجہ تقسیم پاک وہند) کوئی خاص معذوری نہ ہوئی اور کسی عنوان سے ہو سکا تو کر دیا جائے گا۔ ورنہ اس سے عہدہ برآ ہونا میرے لئے مشکل ہے۔"

دار المصنفین اعظم گڑھ (بھارت)

۱۶ ستمبر ۱۹۵۶ء

[1] ایسی اہم تاریخی کتابیں شائع کرنیکا شرف ہمیشہ دار المصنفین اعظم گڑھ (بھارت) کو حاصل رہا ہے۔ متذکرہ بالا فقرہ ان کی اس سعادت سے محرومی کی حسرت کا غماز ہے جو منشی صاحب کو حاصل ہوئی۔

ع

اعترافِ خدمات

جنرل محمد ضیاء الحق

چیف آف دی آرمی سٹاف - حال صدر
مملکتِ خداداد - پاکستان -

مُفید اور کار آمد تصانیف

مکرمی منشی عبدالرحمٰن خانصاحب ۔ السلام علیکم !

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا ۔ یاد آوری کا شکریہ ۔ اگر ملتان میں آپ سے ملاقات ہو جاتی تو بڑی مسرت ہوتی ۔ اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے ۔

آپ کی ہر دو تصانیف —— " کردارِ قائداعظم و معمارانِ پاکستان " ہماری نئی نسل کے لئے خاص طور پر مفید ہیں ۔ —— ایسی کار آمد کتابوں کی تصنیف پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمائیے ۔ تحریکِ پاکستان کو اس کے اصل پس منظر میں صحیح طور پر سمجھنے کے لئے یہ کتابیں ہمارے نوجوان طبقے کو بڑی مدد دیں گی ۔

میں نے ہدایات جاری کر دی ہیں کہ ان کتابوں کو آرمی کی سٹیشن لائبریریں کے لئے خرید لیا جائے ۔

والسلام !
احقر
محمد ضیاء الحق

جنرل ہیڈ کوارٹرز ۔ راولپنڈی
۲۸ مارچ ۱۹۷۷ء

مسٹر جسٹس ایس انوار الحق
چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان

گرانقدر اور دلچسپ کتاب

"آپ کی بھیجی ہوئی کتاب — "کچہری کی دنیا" — اور ملتان کی گذشتہ پچیس سالہ ثقافتی زندگی کے متعلق تصویروں پر مشتمل دوسری کتاب — "بہار رفتہ" — ملی۔ جس کے لئے میں آپ کا بے حد مشکور ہوں۔

آپ نے عدالتی زندگی کی نہایت دلچسپ پیرائے میں عکاسی کی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپنے عدالتی کارکردگیوں اور فطرت انسانی کا گہرا مطالعہ کیا ہے واقعی یہ امر قابل ستائش ہے کہ آپنے اپنی مصروف ترین زندگی میں نہ صرف یہ کتاب لکھنے کے لئے وقت نکال لیا۔ بلکہ کچہری سے اپنی طویل وابستگی کے دوران اپنی مستقل مزاجی اور وقار کو بھی برقرار رکھا۔

مجھے یقین کامل ہے کہ

یہ کتاب ان تمام حضرات کے لئے بڑی گرانقدر اور دلچسپی کا موجب ہوگی۔ جو اس دنیا کے اندرونی حالات جاننا چاہیں گے۔ جس سے آپ کی پچاس سال گہری وابستگی رہی۔

(مکتوب ۲۰ ستمبر ۱۹۷۸ء)

مسٹر جسٹس ایس اے رحمٰن
چیف جسٹس پنجاب ہائیکورٹ - لاہور

انتھک مجاہد

"آپ کی مستعدی اور محنت کی عادت قابلِ داد ہے"

(اندازِ سخن صد ۳۱۳)

میں پرسوں مری سے واپس آیا۔ تو آپ کا گرامی نامہ اور آپ کی کتاب "اندازِ سخن" —— دونوں موجود پائے۔ اللھم زد فزد۔
آپ ادبی میدان میں انتھک مجاہد نظر آتے ہیں۔ تکلیف فرمائی کا شکریہ!

(مکتوب یکم ستمبر ۱۹۷۳ء)

مسٹر جسٹس جاوید اقبال

وسیع سلسلۂ تصنیف و تالیف

"آپ کا خط اور ارسال کردہ کتب مل گئیں۔ بہت بہت شکریہ۔ ماشاءاللہ آپ کی تصنیفات اور تالیفات کا سلسلہ بہت وسیع ہے ؏

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

میں انشاءاللہ آپ کی ارسال کردہ کتب پڑھوں گا۔

(مکتوب ۸ فروری ۱۹۷۷ء)

قدرت اللہ شہاب
سیکرٹری تعلیم۔ حکومت پاکستان

منفرد اور متوازن مثال

■ ——— مجھے کل شام یہ معلوم ہوا کہ آپ کے بازو میں چوٹ آنے سے بہت تکلیف رہی۔ یہ خبر سُن کر رنج ہوا۔ آپ دین و دُنیا کے اتنے کام دوسروں کے لئے کرتے ہیں کہ آپ کی صحت کا ایک ایک لمحہ خلقِ خدا کے لئے قیمتی ہے۔

■ ——— میں جب ملتان میں تھا تو وہاں کے کمشنر رفعت پاشا صاحب سے آپ کا تذکرہ ہوا ——— میں نے انہیں بتایا تھا کہ ملتان میں ایک شخص اتنا کام کر رہا ہے کہ سارے پاکستان میں ہزاروں دوسرے لوگ اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں کر رہے۔

یہ دُنیاوی سہارے فقط اپنے دِل کی تسلّی کے لئے ہیں۔ ورنہ جو کام آپ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کا منبع اور محرک کوئی اور ہی ہے۔

(اندازِ سخن صہ ۴۵/۲۴۴)

■ ——— "بہارِ رفتہ" ——— منشی عبدالرحمٰن خان صاحب کی ۲۷ ویں کتاب ہے۔ لیکن نہ مصنف پر بڑھاپے کے آثار مرتب ہوئے ہیں اور نہ تصنیف پر۔

میرے جیسا انسان تو مکروہاتِ دُنیا میں الجھ کر بے دست و پا ہو جاتا ہے اور دین کی کوئی سُدھ بُدھ باقی نہیں رہتی —— اگر کبھی اس طرف دھیان ہوتا بھی ہے۔ تو دین اور دُنیا متوازی چلتے ہیں۔ مگر آپ کی ذات میں یہ دونوں متوازن ہیں۔"

(جشنِ بہارِ رفتہ صد ۱۵-۱۴)

مسٹر مختار مسعود

حال سیکرٹری جنرل آر۔سی۔ڈی
طہران

اندازِ نگارش و تبصرہ

"آپ کے دونوں خط پہنچے۔ رائے پڑھکر اطمینان ہوا۔ میں نے ایک مُستند نقاد اور پروفیسر کو آپ کا خط سنایا۔ وہ خود بھی کتاب "آوازِ دوست" —— پر مضمون لکھ کر لائے تھے۔ آپ کی رائے سُن کر آپ کے اندازِ نگارش اور تبصرے کی صلاحیت کے معترف ہو گئے:"

(مکتوب ۲۷ جنوری ۱۹۷۳ء)

غلام رسول ازہر
اینٹی کرپشن سپیشل جج پنجاب - لاہور

گراں مایہ رشحاتِ قلم

میں نے آپ کی مہتم بالشان تالیف ——— "معمارانِ پاکستان" ——— کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ علی الخصوص مولانا اشرف علی تھانوی کے حوالہ سے تو کتاب بے حد مفید اور غیر معمولی حیثیت کی حامل ہو گئی ہیں۔ کیونکہ قائد اعظم کی روحانی تربیت کے بارے میں جو معلومات آپ نے بہم پہنچائی ہیں۔ وہ نہ صرف مستند اور دقیع ہیں بلکہ چونکا دینے والی ہیں۔ اور ان کی زندگی کے ایک نہایت ہی مخفی مگر اہم پہلو پر روشنی ڈالتی ہیں۔

باقی اکابر اور مشاہیر کے باب میں بھی آپ کے رشحاتِ قلم گراں مایہ ہیں علی الخصوص چوہدری رحمت علی کے بارے میں آپ کا بصیرت افروز نہایت درجہ معلومات افزا ہے اور محققین کو اکساتا ہے کہ وہ اس مردِ خدا کو بھی اپنا موضوعِ سخن بنائیں اور اس کی جملہ کاوشوں کو محفوظ کر کے تاسیس و تخلیقِ پاکستان کی تاریخ میں ان کو ان کا مقام دلائیں۔

اللہ تعالیٰ خدمتِ اسلام کے لئے آپ کو تادیر سلامت رکھے۔

دعاؤں کا طالب
غلام رسول ازہر

(مکتوب مورخہ ۸ مارچ ۱۹۷۷ء)

شیخ رشید احمد
سیکرٹری گورنر پنجاب

ایک صدقۂ جاریہ

آپ بفضلہٖ تعالیٰ ایک ایسی اہم خدمت بجا لا رہے ہیں۔ جس کا نسل در نسل لوگوں کو پہنچتا رہے گا۔ اور اس طریق سے آپ کو انشاء اللہ صدقۂ جاریہ کا ثواب ملتا رہے گا۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

فی زمانہ دنیا میں بہت کم ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو اس قدر ایثار کرتے ہوں یا کر سکتے ہوں۔

براہِ نوازش

اپنے اوقاتِ خاص اور دعاؤں میں مجھے ضرور یاد رکھیں۔ ممنون ہوں گا۔

(اندازِ سخن صـ ۴۷۵)

سیّد ابنِ حسن برنی
جائنٹ پریذیڈنٹ یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ
پاکستان۔ حال لندن

توفیقِ خدمتِ دیں

آپ کی تازہ تصنیف —— "صحابۂ کبار حضرت علیؓ کی نظر میں" —— عمدہ اور مفید ہے۔ یہ عقائد میں ابہام، تذبذب اور تشکک دُور کرنے میں مدد دے گی۔ اسے نوجوانوں میں وسیع پیمانے پر پھیلانا چاہیئے۔ آپ نے دینی لٹریچر میں ایک مختصر مگر مثبت وصحت مند اضافہ کیا ہے —— اللہ تعالےٰ اس کارِ خیر کو قبول و مقبول فرمائے۔ —— آمین!

پاکستان وہند کے مسلمانوں کے ان دونوں (شیعہ وسنی) فرقوں کو ملتِ اسلامیہ کی بہتری اور ملک کی ترقی کی خاطر ایک دوسرے کے قریب لانا بہت ضروری ہے۔ اس لئے ایسے لٹریچر کی ہمت افزائی کرنی چاہیئے۔ اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے —— جو یہ اہم ترین خدمت سرانجام دینے کی کوشش وخواہش کا پاکیزہ نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کی خدمت کی جو توفیق دی ہے۔ اس کا یہ بھی ایک پاکیزہ ثمر ہے۔

جزاک اللہ!

(مکتوب ۱۷ جولائی ۱۹۷۶ء)

مولانا عبدالماجد دریابادی
مدیر "صدقِ جدید" لکھنو

بہت بڑا کام

منشی عبدالرحمٰن خان نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ کو چھاپنے کا جو سلسلہ بہ کمالِ حُسنِ ادارت شروع کر رکھا ہے۔ بحمداللہ یہ اس کی دسویں جلد ہے۔ اس میں بارہ وعظ جمع کر دیئے ہیں۔ —— منشی صاحب نے غیر متوسل ہوتے کے باوجود یہ کام اتنا بڑا کر دیا ہے کہ حضرتؒ کے خلفاء اور مسترشدین سے بھی نہ بن پڑا۔

(صدق جدید۔ لکھنؤ، ۱۷ مئی ۱۹۶۸ء)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی
صدر شعبہ اسلامیات۔ مسلم یونیورسٹی۔ علیگڑھ (بھارت)

نئے انداز نئے ڈھنگ

اس مرتبہ آپ کے تبلیغی پمفلٹ کیساتھ آپ کا عید کارڈ بھی ملا۔ جو بالکل ایک نئے انداز اور نئے ڈھنگ کا تھا۔ آپ کے کام باقاعدگی اور حُسنِ سلیقہ کو دیکھ کر بے ساختہ آپ کے لئے دل سے دُعا نکلتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کام کی دھن، لگن اور اخلاصِ عمل ہو تو ایسا ہو۔ آپ نے جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اسے بکمالِ حُسن انتہا تک پہنچا کر دم لیا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کا بڑا فضل د

کرم ہے۔ جس سے آپ کو نوازا گیا ہے۔
آج کل کے مذہبی اور سماجی کارکنوں کو آپ سے سبق لینا چاہیئے۔
(اندازِ سخن صہ ۳۶۴)

ڈاکٹر اسد اریب
پروفیسر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

علمی ادبی خدمات

یادگارِ رفتگاں ۔منشیٔ فلک وقار!

عاجز و خستہ جاں، اسد اریب کا سلام قبول ہو۔ ندامت اور مسرت کے ملے جلے جذبات کی تحریر کا مکتوب لکھ رہا ہوں۔ ندامت، ترکِ ادب اور ترکِ مکتوب کی، مسرت، آمدِ نامۂ دوست کی، ——— میں پچھلے دنوں ماہِ جنوری میں کوئٹہ میں رہا۔ اس سے پہلے ایک تعلیمی کانفرنس میں کراچی تھا۔ آپ کو خط نہ لکھنے کا یہی عذر تھا۔

میری خواہش ہے کہ ———
آپ کی خدمات علمی و ادبی کا باضابطہ تذکرہ کیا جائے۔ اور اس کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے ——— یقین مانیئے۔ زمانہ برسوں ڈھونڈے گا۔ اور آپ جیسے انسانوں کو نہ پائیگا۔ اقبالؒ نے ایسے ہی برگزیدہ، ہمت رسیدہ اور دانش چشیدہ لوگوں کے لئے کہا تھا ؎

آئے عشاق، گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ، چراغِ رُخِ زیبا لیکر

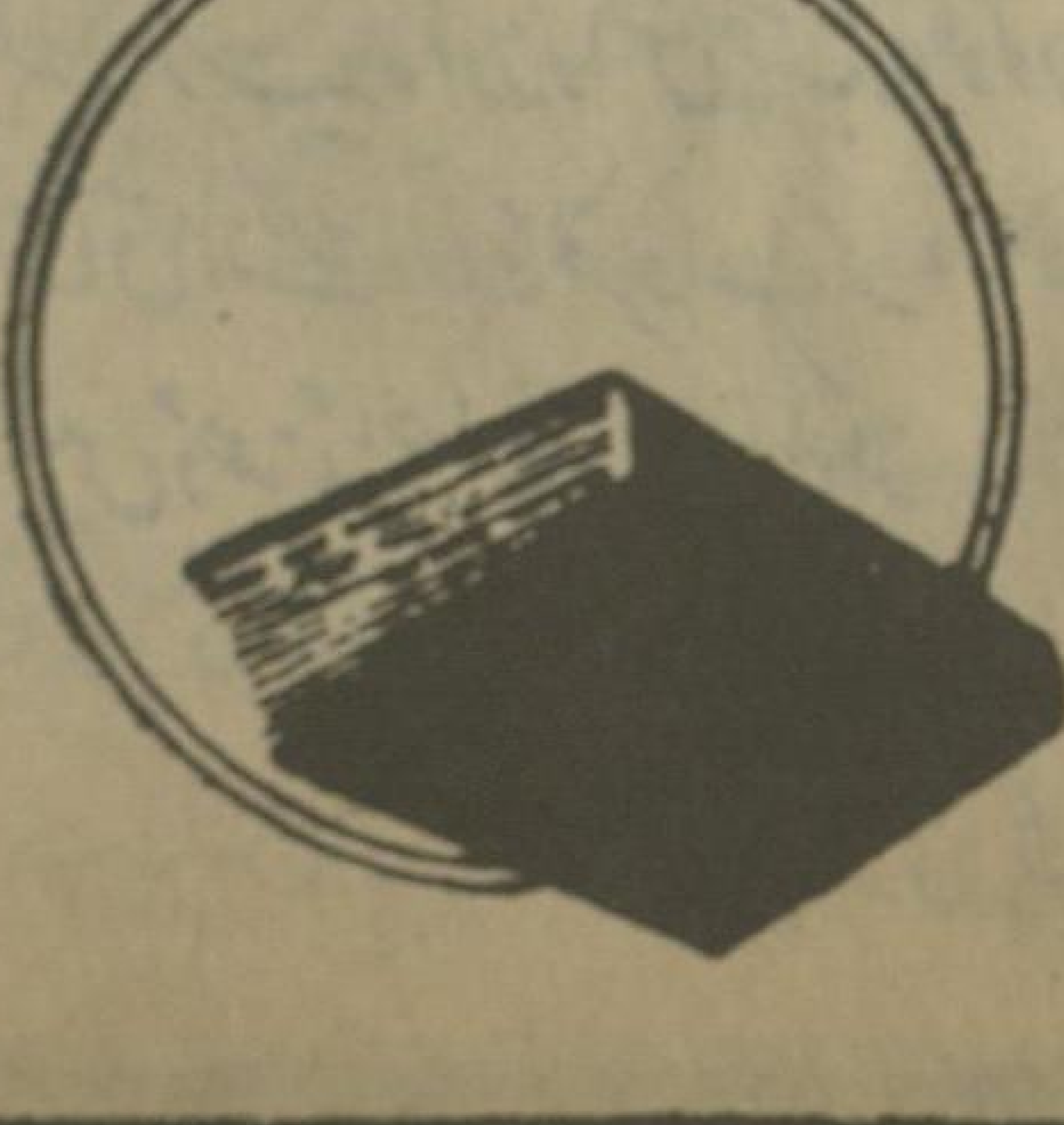
(مکتوب گرامی ۲۹؍۲؍۹۰)

رحمٰن فراز
سیکرٹری رائٹرز گلڈ۔ ملتان و
نمائندہ پریس

گراں قدر اضافہ

"جناب منشی عبدالرحمٰن خان کی علمی و ادبی خدمات نے ہمیشہ خراجِ تحسین وصول کیا ہے ـــــ آپ رائٹرز گلڈ سب ریجن ملتان کے پہلے سیکرٹری ہیں ایک محقق اور مصنف کی حیثیت سے آپ ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اور ملتان کی علمی ادبی تاریخ جب کبھی مرتب کی جائے گی تو آپ کا نام یقیناً ان مشاہیر کی فہرست میں شامل کیا جائے گا ـــــ جنہوں نے اپنے قلم کی کاوش اور ذہنی استعداد کی بدولت تخلیقات میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔"

(جشنِ بہارِ رفتہ۔ صد ۸)



بسم اللہ

خلق

تحریک آزادی کی کتابیات



یہ کتابیں ہماری

روزنامہ حریت کراچی (۵) یوم استقلال ایڈیشن ۱۹۷۴ء

قومی جدوجہد

کا سرمایہ ہیں

جو محفوظ لیکیں

- کیبنٹ مشن اور اس کے بعد ۔ محمد اشرف ۔ لاہور ۱۹۴۶ء
- پاکستان کے معنی ۔ ایف کے خان درانی ۔ طابع ۔ شیخ محمد اشرف ۔ لاہور ۱۹۴۶ء
- ہندوستان میں عظیم تفرقہ کی وجوہات ۔ ایم ۔ اے ۔ مہتر ۔ لاہور ۱۹۴۷ء
- جناح کا تعمیر کردہ مکان ۔ بی جی کوشک ۔ بمبئی ۱۹۴۴ء
- مسلم لیگ کل اور آج ۔ اے ۔ بی ۔ راجپوت ۔ لاہور ۱۹۴۸ء
- پاکستان کی تعمیر ۔ رچرڈ سائمنڈ ۔ لندن ۱۹۵۰ء
- پاکستان کے بنانے والے اور جدید مسلم انڈیا ۔ ایم ۔ اے البیرونی ۔ لاہور ۱۹۵۰ء
- وردکٹ آن انڈیا ۔ بیورلی نکلز ۔ لندن ۱۹۵۱ء
- پاکستان ۔ کیتھ کولارڈ ۔ لندن ۔ ۱۹۵۰ء
- پاکستان کا تعارف ۔ پروفیسر مانک ۔ بی تھادالا ۔ کراچی ۱۹۴۸ء
- پاکستان کے کچھ پہلو ۔ جمیل الدین احمد ۔ لاہور ۱۹۵۲ء
- ماؤنٹ بیٹن کے ہمراہ مہم ۔ کیمپبل جانسن ۔ لندن ۔ ۱۹۵۲ء
- پاکستان سیلیتی ۔ کراچی ۔ ۱۹۵۲ء
- آب کوثر ۔ شیخ محمد اکرام ۔ لاہور ۱۹۵۲ء
- رود کوثر ۔ " "
- موج کوثر ۔ " " کراچی ۱۹۵۸ء
- پاکستان کا ثقافتی ورثہ ۔ شیخ محمد اکرام ۔ کراچی ۱۹۵۵ء
- پاکستان کا بانی ۔ ہیکٹر بولیتھو ۔ نیویارک ۱۹۵۵ء
- تحریک آزادی کی تاریخ ۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۵۷ء
- پاکستان اسلامی ریاست کی حیثیت سے ۔ ڈبلیو سی اسمتھ ۔ لاہور ۱۹۵۱ء
- تقسیم عظیم ۔ ایچ وی ہڈسن ۔ آکسفورڈ پریس ۔ لندن
- ہندوستان میں مسلمانوں کی علیحدگی ۔ عبدالحمید ۔ آکسفورڈ یونیورسٹی ۱۹۶۱ء
- پاکستان میں اسلامی جمہوریت ۔ آئی ۔ ایچ ۔ قریشی ۔ لاہور
- پاکستان کا سیاسی نظام ۔ خالد بن سعید ۔ آکسفورڈ
- پاکستان میں حکومت اور سیاست ۔ مشتاق احمد ۔ کراچی
- انڈیا اور پاکستان ۔ ٹنکاہنگ ۔ لندن ۱۹۶۷ء
- پاکستان کا سیاسی مطالعہ ۔ صفدر محمود ۔ لاہور
- ہندوستان میں اقتدار کی منتقلی ۔ وی پی مینن ۔ مدراس ۱۹۵۷ء
- منزل بہ منزل ۔ " " کراچی ۱۹۶۵ء
- برطانیہ اور مسلم بھارت ۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۔ لاہور ۱۹۶۳ء
- پاک و ہند کی تاریخ ۔ انوار ہاشمی ۔ لاہور ۱۹۶۴ء
- پاکستان کی مختصر تاریخ ۔ پروفیسر رضوی ۔ ڈھاکہ ۱۹۵۴ء
- پاکستان کے لئے جدوجہد کا آخری مرحلہ ۔ جمیل الدین احمد ۔ کراچی ۱۹۴۵ء
- ریاست پاکستان ۔ ولیم رشبروک ۔ لندن ۱۹۶۳ء
- پاکستان کا قیام ۔ شریف الدین پیرزادہ ۔ نیشنل پبلشنگ ہاؤس کراچی
- پاکستان ابھرتی ہوئی اسلامی ریاست ۔ منظور الدین احمد ۔ کراچی
- پہلے آزادی ۔ مشتاق احمد ۔ راولپنڈی ۱۹۶۵ء
- ہمارے مسلمان ۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر ۔ لاہور ۱۹۶۴ء

اللہ

- بنگال میں آزادی کی مسلم تحریک ۔ ایم اے خان ۔ ڈھاکہ ۱۹۶۰ء
- پاک و ہند کی تاریخ کی حقیقت ۔ معین الحق ۔ کراچی ۱۹۶۲ء
- پاک و ہند کی تاریخ ۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۔ کراچی
- پاکستان اور انڈیا کی نئی تاریخ ۔ اے ۔ قیوم ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۰ء
- آغا خان کی یادداشتیں ۔ آغا خان ۔ لندن ۱۹۵۴ء
- ماؤنٹ بیٹن کی سرگزشت ۔ لندن ۱۹۶۸ء
- پاکستان پرانا ملک نئی قوم ۔۔ آئن اسٹیفنز
- نظریۂ پاکستان اور اس کا نفاذ ۔ ڈاکٹر جاوید اقبال ۔ لاہور ۱۹۵۹ء
- تعمیر پاکستان ۔ مفتی عبدالرحمان خان ۔ ملتان ۱۹۵۶ء
- ہمارا پاکستان ۔ خطبۂ صدارت مولانا شبیر احمد عثمانی ۔ لاہور
- اسلام پاکستان میں ۔ پروفیسر محمد عثمان ۔ لاہور ۱۹۶۸ء
- پاکستان ناقابل تقسیم ۔ فضل الرحمن ۔ کراچی ۱۹۶۰ء
- پاکستان ایک حقیقت ۔ ہربرٹ فیلڈمین ۔ آکسفورڈ پریس کراچی ۱۹۶۰ء
- پاکستان کی کہانی ۔ زینب غلام عباس ۔ کراچی ۱۹۶۴ء
- پاکستان کی ترقی ۔ ایس ۔ حمید ۔ لاہور ۱۹۵۰ء
- جدید مسلم انڈیا اور پاکستان کا ارتقاء ۔ شیخ محمد اکرام ۔ لاہور ۱۹۶۵ء
- روح پاکستان ۔ الف ایس جعفری ۔ کراچی ۱۹۵۱ء
- ہماری تاریخ میں پہلا قدم ۔ عبدالحئی خواجہ لاہور ۱۹۵۶ء
- ہمارا پاکستان ۔ محمود بریلوی ۔ لاہور ۱۹۴۹ء
- پاکستان ۔ " " کراچی ۱۹۵۲ء
- پاکستان کے واقعات ۔ محمود بریلوی ۔ کراچی ۱۹۵۷ء
- پاکستان نیشن ہڈ ۔ بیورو آف نیشنل ری کنسٹرکشن ۔ ڈھاکہ ۱۹۶۲ء
- پاکستان ایک قوم ۔ الحمزہ ۔ لاہور ۱۹۶۴ء
- آج اور کل ۔ سید امجد علی ۔ لاہور ۱۹۵۹ء
- پاکستان کی دریافت ۔ اے عزیز ۔ لاہور ۱۹۵۷ء
- پاکستان کو بھارت کا سامنا ہے ۔ عزیز بیگ ۔ لاہور ۱۹۶۶ء
- پاتھ وے ٹو پاکستان ۔ بشیر احمد ڈار ۔ لاہور ۱۹۶۱ء
- مسلم انڈیا کے واقعات ۔ سید علی عباس ۔ شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۳
- تاریخ ہند و پاک ۔ سید عبدالقدیر لاہور ۱۹۶۰
- مسلم انڈیا کی مختصر تاریخ ۔ شمس الدین احمد دیناج پور ۔ ۱۹۵۵ء
- تقسیم ہند ۔ عبدالوحید خان ۔ لاہور ۱۹۵۹ء
- جرنلس آف لارڈ ویول ۔ آکسفورڈ پریس کراچی ۔ ۱۹۷۳ء
- شاہراہ پاکستان ۔ چودھری خلیق الزماں ۔ کراچی ۱۹۷۱ء
- بے تیغ سپاہی ۔ نواب صدیق علی خان ۔ کراچی ۱۹۷۱ء
- چشم دید ۔ فیروز خان نون ۔ لاہور ۱۹۶۷ء
- تاریخ مسلم لیگ ۔ عارف بٹالوی ۔ لاہور ۔ ۱۹۷۱ء
- پاکستان میں مسلم لیگ کا دور حکومت ۔ صفدر محمود ۔ لاہور ۔ ۱۹۷۳ء
- آواز دوست ۔ مختار مسعود ۔ لاہور ۱۹۷۳ء
- نامۂ اعمال ۔ سر محمد یامین خان ۔ لاہور ۱۹۷۰ء
- پاکستان ناگزیر تھا ۔ سید حسن ریاض ۔ کراچی ۔ ۱۹۶۷ء

- مارشل لا سے مارشل لا تک ۔ سید نور احمد ۔ لاہور ۱۹۶۶ء
- نظریۂ پاکستان ۔ حبیب احمد چودھری ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۰ء
- آزادی کے چراغ ۔ سید مشکور حسین یاد ۔ لاہور ۔
- برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ ۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی
- ہماری جدوجہد ۔ محمد نعمان ۔ کراچی ۔ ۱۹۵۱ء
- آزادی کے لئے جدوجہد ۔ پاکستان پبلیکیشنز ۔ کراچی ۱۹۵۷ء
- پاکستان کی جانب ۔ وحید الزماں لاہور ۔ ۱۹۶۴ء

- آج کا پاکستان ۔ لیمی پیرپوا ۔ لاہور ۱۹۶۷ء
- ہماری قومی جدوجہد ۔ عاشق حسین بٹالوی ۔ لاہور ۔
- پاکستان کا معمار اول ۔ صفدر سلیمی ۔ لاہور
- تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ۔ چودھری حبیب احمد لاہور
- نشان منزل ۔ محمودہ حمید نظامی ۔ لاہور ۔
- پاتھ فار پاکستان ۔ اسلم صدیقی ۔ کراچی ۔ ۱۹۶۴ء
- پاکستان ایک ریاست ۔ ایم اے مجید صدیقی ۔ لاہور ۔ ۱۹۴۷ء

- آزادیٔ ہند ۔ رئیس احمد جعفری ۔ لاہور
- تحریک آزادی ہند اور مسلمان ۔ مولانا مودودی ۔ لاہور
- پاکستان کا مستقبل ۔ سعید ملک ۔ لاہور
- پاکستان اور اچھوت ۔ افضل حق چودھری ۔ لاہور
- پاکستان کے لئے جدوجہد ڈاکٹر قریشی ۔ کراچی یونیورسٹی ۔ ۱۹۶۵ء
- پاکستان کی وضاحت ۔ فردوس رضوی ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۳ء
- پاکستان ماضی اور مستقبل ۔ جی ایس ٹرنر ۔ ڈھاکہ

بسم اللہ

- اعلان پیامبر ۔ محمد علی جناح ۔ تالیف : سروجنی نائیڈو ۔ مدراس ۱۹۱۸ء
اس کتاب میں سروجنی نائیڈو نے قائد اعظم محمد علی جناح کی ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۷ء تک کی تقریریں اور تحریریں جمع کی تھیں اور قائد اعظم کو ہندو مسلم اتحاد کا پیامبر قرار دیا تھا ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قائد اعظم کانگریس سے وابستہ تھے ۔

- ہندوستان میں قومیت کا مسئلہ ۔ تالیف ایم ٹی آر ۔ بمبئی ۱۹۴۳ء
اس کتاب کا پیش لفظ قائد اعظم محمد علی جناح نے تحریر کیا تھا اور مولف نے کتاب میں قومیتوں کے مسئلہ کا تجزیاتی جائزہ لیا تھا ۔

- " اب یا پھر کبھی نہیں " تالیف چودھری رحمت علی ۔ پاکستان نیشنل موومنٹ کیمبرج ۱۹۳۳ء
چودھری رحمت علی جنہوں نے مسلمانوں کی علیحدہ ریاست کا نام پاکستان تجویز کیا تھا اپنی اس کتاب میں برصغیر کے مسلمانوں پر زور دیا تھا کہ وہ اپنی جدوجہد تیز کردیں کیوں کہ اگر وہ ابھی کامیاب نہیں ہوئے تو پھر کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے ۔

- کانگریسی راج میں مسلمانوں کی حالت زار ۔ اے ۔ کے فضل الحق ۔ کلکتہ ۱۹۳۹ء
شیر بنگال اے ۔ کے فضل الحق نے کانگریس راج میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا تذکرہ کیاہے اور بنگالی مسلمانوں کو آزادی کی ترغیب دی ہے ۔

- پاکستان یا ہندوستان کی تقسیم ۔ تالیف ڈاکٹر بی آر امبیدکار ۔ بمبئی ۱۹۴۶ء
مصنف نے اپنی کتاب میں ہندوستان کی تقسیم اور اس کے متعلق اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے ۔ اور کانگریس کے موقف کی وکالت کی ہے ۔

- لارڈ منٹو اور ہندوستان کی قومی تحریک ۔ سید رضی واسطی آکسفورڈ پریس ۱۹۶۴ء
- جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی ۔ محمد ایوب خان آکسفورڈ پریس ۔
- متھ آف انڈیپنڈنس ۔ ذوالفقار علی بھٹو ۔ آکسفورڈ پریس ۱۹۷۱ء
- دو قومی نظریہ ۔ محمد عمر خان ایڈوکیٹ ۔ پشاور ۔ ۱۹۷۰ء

اس کے علاوہ تحریک آزادی پر اخبارات و جرائد نے بے شمار خصوصی نمبر شائع کئے ہیں جن میں تحریک آزادی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ لیکن یہاں طوالت سے بچنے کے لئے ان مضامین اور اخبارات و رسائل کی فہرست کو مجبوراً نظر انداز کیا گیا ہے ۔

قائد اعظم محمد علی جناح پر کتابیں

- حالات قائد اعظم ۔ خالد اختر افغانی ۔ بمبئی ۔ ۱۹۴۶ء
- امیر پاکستان ۔ عارف بٹالوی ۔ بمبئی ۔ ۱۹۴۶ء
- محمد علی جناح ۔ عبد العزیز ۔ بمبئی ۔ ۱۹۴۵ء
- قائد اعظم کے نام خطوط ۔ عبد الرحمن سعید ۔ حیدر آباد دکن ۔ ۵
- جناح سے ملئے ۔ اے اے رؤف لاہور ۔ ۵۵ ۔ ۷ ۔ ۴۴ ۱۹۴۴
- قائد اعظم ۔ محمد اشرف خان عطا ۔ لاہور ۔ ۱۹۵۸ء
- قائد اعظم جناح ۔ جی الانا ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۶ء
- قائد اعظم کی جھلکیاں ۔ جمیل الدین احمد ۔ کراچی ۔ ۱۹۶۰ء
- عظیم رہنما ۔ سید عبد اللطیف ۔ لاہور ۱۹۶۵ء
- قائد اعظم کی داستان حیات ۔ خورشید احمد ۔ کراچی ۔ ۱۹۶۰ء
- قائد اعظم کے ہمراہ آخری ایام ۔ الٰہی بخش ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۶ء
- قائد اعظم کو جیسا میں نے دیکھا ۔ ایم اے ایچ اصفہانی ۔ کراچی ۔ ۱۹۶۶ء
- ہمارے قائد اعظم ۔ تعلق الدین خاں ۔ ڈھاکہ ۔ ۱۹۶۵ء
- محمد علی جناح ۔ مطلوب الحسن سید ۔ کراچی ۔ ۷ ۔ ۴۳ ۔ ۵۳ ۔ ۱۹۴۵ء
- میرا قائد ۔ زیڈ اے سلہری ۔ لاہور ۔

- عظیم رہنما قائد اعظم ۔ آر ایم وائٹ ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۲ء
- میراث قائد اعظم ۔ ڈاکٹر جاوید اقبال ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۷ء
- زندۂ بنیائے قوم ۔ محمد سلیم ضیار ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۹ء
- محمد علی جناح جینی ہل کنٹس ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۱ء

- آزادی نمبر ۔ چراغ راہ (مجلہ) کراچی ۔ ۱۹۶۲ء
- تحریک پاکستان میں خواتین کا حصہ ۔ بیگم نور الصباح ۔ کراچی ۔ ۱۹۷۰ء
- پردہ سے پارلیمنٹ تک ۔ بیگم شائستہ اکرام اللہ کراچی ۔
- جناح پاکستان کے خالق ۔ عزیز احمد

- نظریۂ پاکستان کی بنیادیں ۔ حسن زمن ، ڈھاکہ ۔ ۱۹۶۱ء
- برطانیہ اور مسلم انڈیا ۔ کے کے عزیز ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۳ء
- تحریک آزادی نمبر (الزبیر مجلہ) بھاول پور ۔
- نظریۂ پاکستان نمبر چراغ راہ (مجلہ) کراچی ۔

نقوش و تأثرات

محمد اسد خان اسدؔ ملتانی

دادِ استاد

محمد اسد خان اسد ملتانی سے منشی صاحب چھٹی جماعت میں انگریزی پڑھتے تھے۔ بعد میں آپ تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں بھی ان سے اصلاح و مشورہ لیتے رہے۔ وہ ان کی تصنیفات و تالیفات پر یوں اظہار اتے فرماتے رہے :۔

"تعارفِ قرآنی" کا نسخہ مل گیا ہے۔ آپ کی کوشش قابل قدر و مبارک باد ہے "بصائر قرآنی" کا مسودہ دیکھ رہا ہوں۔ جس محنت سے آپ نے کام کیا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اسی توجہ سے اس کو دیکھا بھی جائے۔ بصائر میں آپ کا انتخاب اور ترتیب قابل داد ہے"

(اندازِ سخن ۸۵)

"داستانِ عمل" کا نسخہ پہنچا۔ وقتاً فوقتاً متفرق مقالات پڑھے۔ مجموعی طور پر مضامین بہت اچھے ہیں۔ بیان میں اختصار ہے۔ جس نے زور پیدا کر دیا ہے۔ واقعات کا انتخاب بالعموم خوب ہے۔ ہر دَور اور ہر طبقے کے حالات نے انہیں زیادہ قابلِ عمل بنا دیا ہے۔ تنوّع نے وسعت اور دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ مجموعی طور پر کتاب مفید مضامین کا دلکش مرقع ہے اور مسلمان نوجوانوں کی سیرت سازی کی اچھی کوشش۔ جزاک اللہ"

(ایضاً صہ ۹۷)

"اقبال اور سٹر" ——— لکھ کر آپ نے بڑی خدمت انجام دی ہے اس کتاب کی سخت ضرورت تھی۔ "اقبال اور مُلّا" پڑھکر محسوس ہوا تھا کہ کوئی

اس کا جواب لکھے۔ بارے یہ فرض بھی آپ نے ادا کیا۔"

(ایضاً صہ ۱۰۱)

"آپ کی تخلیق —— "عورت انسانیت کے آئینہ میں" —— دیکھی۔ دو پہلے مطبوعہ باب دوبارہ پڑھ ڈالے، معلومات کی فراہمی اور ان کی ترتیب قابلِ داد ہے۔ اندازِ بیان نہایت سلجھا ہوا اور بحث کا طریقہ نہایت سنجیدہ ہے۔ اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں دلائل و واقعات نہایت فیصلہ کن انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ سب سے زیادہ قابلِ تعریف وہ نیا زاویۂ نگاہ ہے۔ جو اس پرانے مبحث میں پیدا کیا گیا ہے۔

غرض کہ کتاب ہر پہلو سے خوب ہے اور اس موضوع پر ایک گرانقدر اضافہ! اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ اہلِ فرنگ اور ان کے ہم رنگ بھی اپنے طریقِ عمل کی غلطی اور تہذیبِ قرآنی کی برتری کا اندازہ لگا سکیں۔ کتاب کی زبان بھی بہت صاف و شگفتہ ہے۔ لکھتے لکھتے خوب منجھ گئی ہے۔"

(ایضاً صہ ۱۰۳)

مولانا عبد الماجد دریابادی

مدیر "صدقِ جدید" لکھنؤ

تحسینِ مفسّرِ قرآن

منشی صاحب فلسفی اور متکلم، عارف اور ادیب ہوں یا نہ ہوں۔ ان کے رسالہ "موت و حیات اور صبر و ثبات" میں ایسی سب باتیں ماشاء اللہ موجود ہیں۔ اس چھوٹی سی کتاب میں کوئی فقرہ بھی چھوڑنے کے قابل نہیں ہے۔ کم ہی ایسی کتابیں ہوتی ہیں۔ جو اس طرح شروع سے اخیر تک پڑھی جانے کے قابل ہوتی ہیں۔ (صدقِ جدید، جون ۳، ۱۹۷ء)

مسٹر مختار مسعود

چیئرمین زرعی ترقیاتی بنک پاکستان

ستائشِ مسعود

سات تاریخ صبح ½ ۹ بجے تک آپ کا انتظار کیا۔ ٹیلی فون یا رہائش کا پتہ آپ نے نہ دیا تھا۔ میرے پاس کاموں کی طویل فہرست تھی۔ میں آخر اتنا تو آپ کے نقشِ قدم پر چلتا ہوں کہ زندگی کے بعض ۲۴ گھنٹے بالکل مشین اور گھڑی کی طرح گزارتا ہوں۔

آپ کی محبت کا معترف ہوں۔ آپ نے خاص طور پر تشریف لاکر مجھے ممنون کیا۔ آپ جیسے رفیق لوگوں کو کم میسر آتے ہیں۔ میں آپ سے بہت کچھ سیکھتا ہوں۔ صرف اظہار نہیں کرتا۔

(مکتوب از اسلام آباد۔ ۸ جنوری ۱۹۷۲ء)

اسلام آباد سے واپس جانے کے بعد آپ کا کوئی خبر نامہ نہیں ملا۔ میں آپ کے خط کو خبر نامہ لکھ رہا ہوں۔ کیونکہ وہ رسمی نہیں ہوتا اور ہمیشہ اس سے کوئی نئی بات، مشغلہ، خیال یا عمل کی راہ کھلتی ہے یا اس کی خبر ملتی ہے۔ اب عید آئی ہے تو آپ کا نصیحت نامہ ملا۔ حسبِ معمول فکر انگیز۔

آپ نے "بہارِ رفتہ" کی رونمائی کا حال نہیں لکھا۔ صرف کتابچہ بھیج دیا۔

(اسلام آباد۔ ۹ اکتوبر ۱۹۷۵ء)

اپنی کارکردگی پر مجھ سے مبارک باد وصول کیجئے۔ جب بھی جو کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ اسے آپ نے جس خوش اسلوبی سے نبھایا وہ قابلِ ستائش ہے۔ (اندازِ سخن صہ ۳۷۸)

آپ کے خطوط دلچسپ اور معلوماتی ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ملتان کے بارے میں ہمیشہ باخبر رہتا ہوں۔ (ایضاً صہ ۳۸۹)

سیّد رہاج الدّین کرمانی
سیکرٹری حکومت سندھ

ایمان افروز مساعی

ادارے کی ماہوار اشاعات ملتی رہتی ہیں۔ جن سے آپ کی گوناگوں مصروفیات کا نہ صرف علم ہو جاتا ہے بلکہ اس مجاہدے کا بھی جس میں آپ نے ہمہ تن اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے، درازیٔ عمر و صحت عطا فرمائے اور درجات و مرتبات بلند فرمائے۔ —— آمین!

(مکتوب ۲۴ اگست ۱۹۷۶ء)

پیغام سالِ نو، عین سالِ نو کے روز ہی ملا۔ دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جو آپ اس طرح راہِ مستقیم روشن کرتے رہتے ہیں۔

"صحابہؓ کبار حضرت علیؓ کی نظر میں" —— بے حد شاندار اور بلند پایہ تصنیف ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔ میں سمجھتا ہوں ایسی تصانیف سے ظلمت بیماب پا ہو جائیگی۔ آپ کی دونوں تصانیف "کردارِ قائداعظم" اور "معمارانِ پاکستان" ذوق و شوق سے پڑھیں۔ آپ نے گراں بہا اضافہ کیا ہے۔ جس کی بیحد ضرورت تھی۔

(مکتوب یکم محرم الحرام ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۷ء)

کتاب صحابہ کبار دو بار خود پڑھی، کئی اصحاب کو پڑھوائی۔ خصوصاً ایک شیعہ صاحب کو۔ آپ نے اتنا مواد اس اختصار سے جمع فرما دیا ہے۔ اور ایسے موثر طور پر تحریر فرمایا ہے"

کہ اگر میں شیعہ ہوتا تو اس کتاب کے پڑھنے سے یقیناً اہلِ سنت میں شامل ہو جاتا۔
بہت ہی ایمان افروز کتاب ہے۔

(مکتوب ۸ ستمبر ۱۹۷۷ء)

آپ کی کتاب — حقیقتوں کے چراغ — کا مطالعہ تقریباً مکمل ہو گیا ہے۔ جس سے دل و دماغ اور روح کو روشنی ملی۔ اس دورِ ظلمت میں یہ منور چراغ مشعلِ راہ بھی ہے اور سرمایۂ آخرت بھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ کیونکہ آپ نے حقیقتاً بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعوت دینے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ آپ کی روئیداد حج بیت اللہ کا بے چینی کیساتھ منتظر ہوں۔

(۱۴ مئی ۱۹۷۶ء)

بصیرت افروز مقالہ — "قرآن کے محیر العقول شماریات" — کا مطالعہ باعثِ مسرت بھی تھا اور تجدیدِ ایمان کا ایک مزید موقع بھی۔

آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اکثر آپ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ دل میں محبت، دماغ میں آپ کا احترام بحمد اللہ ہمیشہ رہتا ہے۔ فاصلہ ضرور حائل ہوتا ہے۔ جس کا افسوس ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات و مراتب بلند تر فرمائے۔ آپ کی بیش بہا دعاؤں کا طالب و محتاج ہوں۔

(مکتوب ۱۵ مئی ۱۹۷۸ء)

مولانا عبد الباری ندوی
استاد فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی۔ دکن

صفائی و سادگی

گیارہ کا کرم نامہ سب سے بڑی مسرت یہ لایا کہ آپ کے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ، آپ سے انتہائی محبت و مسرت کیساتھ پیش آئے۔ الحمد للہ، آپ ہی کو نہیں، اپنے آپ کو بھی مبارک باد دیتا ہوں۔ کہ سفر پاکستان کے مشن کا ایک بڑا خلا پُر ہو گیا ہے۔ البتہ بے تکلف عرض ہے کہ ممدوح کی خدمت میں آپ کے بعض ایسے خطوط دکھلائے گئے، جن کا لب و لہجہ نامناسب تھا۔

اب آپ سے زیادہ واقفیت کے بعد اس کی وجہ آپ کی طبعی صفائی و سادگی سمجھ میں آتی ہے ——— شیخ کا تعلق انتہائی سپردگی کے ادب کا ہے پھر بھی حضرت کا قلب آپ سے اس طرح صاف ہو جانا حضرتؒ ہی کی کرامت ہے۔

(اندازِ سخن صہ ۱۹۴)

میں آپ کے جن اوصاف کا معتقد ہوں۔ ان میں ایک طبیعت کی صفائی ہے گو اس میں تیزی کی آمیزش کبھی کبھی چاشنی سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

(ایضاً صہ ۱۹۶)

مولانا محمد حسین
صدر مؤتمر علماء شیعہ پاکستان رجسٹرڈ
کوٹ فرید۔ سرگودھا

قول و فعل کی ہم آہنگی

مجھے جناب کی گراں قدر کتاب "مشاہدات و واردات" پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جس نے میرے دل و دماغ میں آپ کا بہت بلند مقام پیدا کر دیا ہے۔ اور آپ کی جودتِ تحریر، عمدگیٔ تقریر، مہارتِ تصنیف و تالیف اور استدلال کی پختگی نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ان سب چیزوں پر طرفہ، آپ کی اہل اللہ سے وابستگی، معارف اسلامیہ سے شیفتگی، کردار کی بلندی اور قول و فعل کی ہم آہنگی ہے۔ جو کسی بھی صاحب دل کو متاثر کرنے کے لئے کافی ہے۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشا

ملتان کے بعض احباب سے یہ معلوم کر کے روحانی مسرت و شادمانی ہوئی کہ جناب بفضلہٖ تعالیٰ زندہ و سلامت ہیں۔ دعا ہے کہ خداوندِ عالم آپ کو تادیر زندہ و سلامت رکھے۔ ملتان آنے پر ضرور نیازِ ملاقات حاصل کروں گا۔ انشاء اللہ۔

آپ کی یہ کتاب پڑھنے کے بعد آپ کی بعض دوسری کتابوں کے مطالعہ کا شوق روز افزوں ہے۔ جن کا اشتہار اس کتاب میں موجود ہے جیسے (۱) داستانِ عمل (۲) آداب و اخلاق (۳) حقیقتِ حدیث و فتنۂ پرویز (۴) حقائق و معارف (۵) انسانیت حیوانیت کی راہ پر۔

لہذا ———— ان کا ایک ایک نسخہ میرے نام بذریعہ وی۔ پی روانہ فرما کر سپاس گزاری کا موقع دیں۔

(مکتوب ۲۶ ؁ھ)

ڈاکٹر اسد اریب
پروفیسر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

عظیم صلاحیتوں کا مالک

اختلاف رائے کو برداشت کرنے کی جو عظیم صلاحیت آپ میں موجود ہے۔ میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ یہ صلاحیت عطائے ریاضت ہے۔ (مکتوب ۲۷/۷/۲۹)

ادیب عصر، دبیر عہد، منشی ارض!

نامۂ محبت آموز، نظر نواز ہوا۔

کن وقتوں میں آپ کے دامِ محبت میں آیا۔ میں اس بارِ محبت کو کیوں کر اٹھا سکوں گا منزل کی دوری کا یہ عالم کہ سوچ کر دل گھبراتا ہے۔

آپ اسلام آباد تشریف لائے۔ یونیورسٹی میں قدم رنجہ فرمایا۔ میری عزت بڑھی۔ اے کاش، ایک بار پھر ایسا ہوتا۔ (مکتوب ۲۰/۷/۵/۹)

منشی فلک وقار۔ یادگارِ رفتگاں۔

آپ کا حسنِ سلوک اس عاجز پر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفاتِ عالیہ کا پیکٹ ملا۔ اپنے نام سے چھپے ہوئے تبرکی کارڈ دیکھے۔ یہ ایک اور بڑا کرم ہے اس کا بدل کیوں کر ادا ہو۔ اور کیسے؟ ناممکن! ناممکن!!

آپ از خود میرے مفاد میں کوشاں ہیں۔ میرے لئے آپ کی ذات نعمتِ عالی سے کم نہیں۔

ملتان یونیورسٹی کے کارپردازوں سے میرا تعارف، آپ کی زبان سے ہو۔ میری

عظمت و عزت نہ بڑھے۔ بھلا کیوں کر ہو۔

آپ کی اب کوئی تازہ تصنیف آئے گی۔ تو صرف آپ کا یہ مخلص، اس پر تقریظ لکھے گا۔

میری ایک ناچیز رائے یہ ہے کہ:۔

خانصاحب منشی عبدالرحمٰن خان کے علمی ادبی کارناموں اور ان کی خدمات کے اعتراف میں "سلور جوبلی" کا انتظام کیا جائے۔ ایک کمیٹی تشکیل دیجئے اور حق دار کو یہ حق دلوایئے۔" (المکتوب ۱۰؍۵؍۱۵)

ادیب عصر، حضرت عالی، منشی عبدالرحمٰن خان کے نام!

ارباب علم نے منشی صاحب کی علمی و ادبی کاوشوں پر اب تک جو کچھ لکھا ہے۔ اس کو بہر حال یک جا ہونا چاہیئے۔

آپ کا مجلہ ہر ماہ پڑھتا ہوں۔ احباب میں تقسیم کرتا ہوں۔ آپ کی دو کتابیں "کردار قائداعظمؒ" اور "معماران پاکستان" ہماری لائبریری میں موجود ہیں اور بڑی توجہ سے منگوائی گئی ہیں۔

میرے لئے دعا کرتے رہیئے اور میرے دوست حبیب محمد حبیب سے ضرور ملتے رہیئے یہ جو آپ اپنے لفافوں کے ہمراہ ایک عدد لفافہ بھیجتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا نکالوں؟ کیا میرے کارڈ لکھنے پر مجھے متوجہ کرنے کی کوشش ہے؟ کہ آئندہ لفافہ بھیجوں۔ کیا میری سہولت مدنظر ہے۔ بہر طور یہ کرم دہرایئے نہیں۔

دعا گو اور سلامی

اسد اریب

اسلام آباد۔ ۲۹؍۵؍۷۲

عمائد کی نظر میں

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

ایک مفید کام

"آپ کی کتاب "تعارف قرآنی" مل گئی۔ اس کی فہرست اور بعض عنوان سرسری طور پر دیکھے۔ میری رائے میں آپ نے یہ مفید کام کیا ہے"۔ (تعلیمات قرآن صہ ۱۹)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

صدر جمیعۃ العلماء اسلام

قابل قدر خدمت قرآن

جناب محترم منشی عبدالرحمٰن خان صاحب ملتانی نے تین کتابیں "تعارفِ قرآنی" "بصائرِ قرآنی" اور "احکامِ قرآنی" کے نام سے چند روز ہوئے شائع کرائی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا موضوع اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ ہر سہ کتب کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ آسان دلچسپ اور تدریجی طریقہ سے قرآنِ کریم کے جمالِ جہاں آرا سے دنیا کو روشناس کرایا جائے۔ حتیٰ کہ کم استعداد آدمی اور ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے بچّے بھی اس کے نورِ ہدایت سے کُلیتہً محروم نہ رہیں ——— آیات مندرجہ کیساتھ ان کا صحیح و سلیس ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ اور بہت سی آیات کے ذیل میں ان کے فوائد یا احکام بھی بیان کئے ہیں۔ مؤلف کی محنت و کاوش اور خدمتِ قرآن قابلِ قدر ہے۔

اُمید ہے کہ
ناظرین تینوں رسائل کو پڑھ کر محظوظ و مستفید ہوں گے۔ (ایضاً صہ ۱۵)

مؤرخِ اسلام علامہ سید سلیمان صاحب ندوی

مسلمانوں کا دستورِ حیات

"تعارفِ قرآنی" کو جابجا سے پڑھا۔ بہت پسند آئی۔ سیدھے سادھے لفظوں میں قرآن پاک کے نام، کام اور پیغام کو مؤلف نے اختصار اور خوش اسلوبی سے جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے مستفید کرے اور مؤلف کو جزائے خیر دے۔

"بصائرِ قرآنی" بھی نظر افروز ہوئی۔ قرآنِ پاک کی اشاعت اور اس کی تعلیمات کی تعمیم کی جو بھی خدمت انجام دی جائے وہ مبارک ہے۔ اس لئے امید ہے کہ اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔

"احکامِ قرآنی" کے نام سے قرآنِ پاک کے احکام کا جو خلاصہ مرتب کیا گیا ہے۔ وہ درحقیقت مسلمان کی حیات کا دستور ہے۔ میں نے سرسری نظر پوری کتاب پر ڈالی۔ بہت مفید نظر آئی۔ اس کی فہرست سے ہی ظاہر ہے کہ یہ کس قدر ضروری اور مفید کتاب ہے امید ہے کہ اس کے ناظرین کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ (تعلیماتِ قرآن صہ ۵-۶)

سلطان القلم مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی

صدر شعبہ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد - دکن

رعایتِ سلاست و سہولت

تعارفِ قرآنی، بصائرِ قرآنی اور احکامِ قرآنی سے جن میں قرآنی مضامین کو مختلف عنوانوں کے تحت جمع کیا گیا ہے، سرسری طور پر میں نے بھی اپنے آپ کو مستفید کر لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طبقہ کو پیشِ نظر رکھ کر یہ محنت اٹھائی گئی ہے۔ ان کے لئے ہر کتاب، اگر لوگوں نے فائدہ

پڑھانے کیلئے ان کو پڑھا۔ اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ جو ترتیب اور طریقۂ ادا، ترجمہ وغیرہ میں جو سلاست وسہولت وغیرہ امور کی مؤلف نے رعایت کی ہے۔ مجموعی طور پر خالص قرآنی تعلیمات سے لوگوں کو قریب تر کرنے کی اس سے بہتر راہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ ان کتابوں کو دیکھ کر میرا جی چاہ رہا ہے کہ اپنی بچی کو جسے علم یتساءلون کا ترجمہ پڑھا رہا ہوں۔ اس کے بعد یہی کتابیں پڑھا دوں۔ ایک ہی جگہ ایک ہی مضمون کی متعدد آیات مختلف پہلوؤں پر مشتمل لوگوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ محنت کرنے والا ہی بے چارہ جانتا ہے کہ اس راہ میں اس کو کن مشقتوں سے دوچار ہونا پڑا ہوگا۔ (تعلیماتِ قرآن صہ ۷-۶)

شیخ الحدیث مولانا حسین احمد صاحب مدنی صدر جمعیۃ العلماء ہند

مُبارک و مسعود خدمت

میں نے جناب منشی عبدالرحمٰن خانصاحب ملتانی کے تعلیم القرآن کے سلسلہ کی تینوں کتابیں، تعارفِ قرآنی، بصائرِ قرآنی اور احکامِ قرآنی کہیں کہیں سے دیکھیں۔ میں جہاں تک سمجھتا ہوں موصوف کی یہ خدمتِ قرآن شریف نہایت مبارک اور مسعود ہے، یقیناً اس سلسلہ میں موصوف کو بہت کچھ جدوجہد کرنی پڑی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ربِ کریم ان کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے اور دنیا و آخرت میں ان کو سرخرو فرماتا ہوا مسلمانوں کو فیضیاب کرے (ایضاً صہ ۸)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی

مدرسہ مظاہر العلوم۔ سہارنپور (بھارت)

نہایت مفید کتاب

"احکامِ قرآنی" مؤلفہ جناب منشی عبدالرحمٰن خانصاحب مدفیوضہم کئی ماہ سے اس

ناکارہ کے پاس اس لئے رکھی ہوئی ہے کہ میں اس کو دیکھ کر اس کے متعلق کچھ لکھوں میرا بھی دل چاہتا تھا کہ بالاستیعاب دیکھ کر کچھ عرض کردوں۔ لیکن مشاغل کے ہجوم سے اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ البتہ عنوانات اور متفرق مواضع دیکھنے سے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ کتاب نہایت مفید ہے۔ بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے۔ مسلمانوں کے لئے بہتر ہوگا کہ اس کو مطالعہ میں رکھیں اور اخلاق و عادات، حقوق و معاشرت میں اس کو اسوہ بنائیں۔ مسلمانوں کے لئے اسوہ صرف وہی چیز ہے جو اللہ کے پاک کلام اور اس کے سچے رسولؐ کے قول و فعل میں پایا جاتا ہے۔ مؤلف نے اس قسم کے بہت مفید مضامین کلام اللہ شریف سے چن کر سلیس ترجمہ و حواشی کیساتھ اس کتاب میں جمع کئے ہیں۔ البتہ اللہ جل جلالہ کی پاک کلام شاہانہ کلام ہے۔ ہر محل پر خاص اسلوب سے حاکمانہ اور حکیمانہ انداز بیان ہے۔ اس لئے ہر آیت میں پوری تفصیل نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے احادیث نبویہ اور فقہا کے کلام کی طرف رجوع کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے ناظرین مسائل فقہیہ میں علماء سے مراجعت فرمائیں۔

بندہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس مبارک تالیف کو قبول فرمادیں اور امتِ محمدیہ کو اس سے انتفاع کی توفیق عطا فرمادیں اور مؤلف کو اجرِ جزیل عطا فرمادیں۔ فقط

(تعلیماتِ قرآن ص۱۵)

مفتی ہند مولانا محمد کفایت اللہ صاحب

صدر مدرسہ امینیہ دہلی

حسنِ نیّت و محنت

معارفِ قرآنی، بصائرِ قرآنی اور احکامِ قرآنی پر تفصیلی نظر مشکل ہے۔ کیونکہ میں بیمار ہوں۔ اجمالی نظر میں یہ کام مبارک اور مفید ہے۔ اور آپ کی مساعی قابلِ استحسان ہیں۔ آپ

کی حسنِ نیّت اور پاک محنت کی جزا اللہ تعالیٰ آپ کو مرحمت فرمائے اور مسلمانوں کو ان کتابوں سے نفع پہنچائے ۔ (تعلیماتِ قرآن مد)

مفسرِ قرآن مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی

مدیر "صدقِ جدید" لکھنؤ ۔ بھارت

سعادت مندانہ سعی

تعارفِ قرآنی کو سرسری نظر سے دیکھ لیا گیا ۔ کتاب اسم بامسمّٰی ہے ۔ قرآن مجید کے طلبہ کے لئے ایک اچھے مقدمہ یا تعارف نامہ کا کام دے سکتی ہے ۔ کتاب مسلم اور غیر مسلم کے لئے یکساں مفید ہے ۔

بصائرِ قرآنی ۔ خدمتِ قرآن اخلاص کیساتھ جس درجہ میں اور جس رنگ میں کی جائے ۔ بہرحال مبارک اور باعثِ اجر ہے ۔ یہ کتاب اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ۔ مؤلف کی مخلصانہ سعی یقیناً باعثِ سعادت ہے ۔ مفصل فہرست کی مدد سے اس میں ہر عنوان کے ماتحت آیات خوب آسانی سے مل سکتی ہیں ۔ ترجمہ بھی عموماً اچھا خاصہ سلیس ہے ۔

احکامِ قرآنی کو بھی سرسری نظر سے دیکھا گیا ۔ مؤلف نے بڑے تفحص و تلاش سے آیتیں جمع کردی ہیں اور ایک مفید کام کر دیا ہے ۔ (تعلیماتِ قرآن مد)

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب

ناظم جمعیۃ العلماء ہند

تبلیغ تعلیماتِ الٰہیہ

جناب محترم منشی عبد الرحمٰن خانصاحب نے سلسلۂ تعلیم القرآن مرتب فرما کر قرآن

پاک سے اپنے تعلق کا اظہار کیا ہے اور عام مسلمانوں تک احکام و تعلیمات الٰہیہ کی تبلیغ کا مبارک فرض انجام دیا ہے۔

یہ سلسلہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) "تعارفِ قرآنی" جس میں آیات کتاب اللہ سے خود فرقان حمید اور قرآن مجید کی حیثیت اور اس کے متعلق ان جملہ حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ جن پر اعتقاد رکھنا مسلمان کا فرض ہے۔ اور اخلاق و معاشرت کے متعلق احکامِ قرآنیہ کو بہتر انداز سے جمع کیا گیا ہے

(۲) "بصائرِ قرآنی" جس میں حروفِ ہجا کی ترتیب سے قرآن حکیم کے حکم و بصائر کو جمع کیا گیا ہے۔

(۳) "احکامِ قرآنی" اس حصہ میں اعتقادات، عبادات و معاملات وغیرہ سے متعلق قرآن حکیم کے بیشتر احکام کو جمع کیا گیا ہے۔

اگرچہ —— حقیقت یہ ہے کہ نہ قرآنِ حکیم کے علمی ذخائر کی کوئی حد ہے نہ اس کے حکم و بصائر کی کوئی انتہا۔ عقلِ انسانی کا ہر ایک ارتقاء اس کے عجیب و غریب لطائف کو واضح کرتا ہے اور اقوامِ عالم کا عروج و زوال اس کے حکم و بصائر کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

اِن لہٗ ظہرًا و بطنًا لا تنقضی عجائبہ ولا تنتھی غرائبہٗ ولکل حدٍ مطلع

او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔

بااین ہمہ یہ سلسلہ تعلیم القرآن کلام اللہ کی عجیب و غریب اور نہایت مفید خدمت ہے ترتیب نہایت مناسب، عنوانات سہل، طرزِ ادا سادہ اور عام فہم۔ معمولی قابلیت کا انسان اس سے بآسانی استفادہ کر سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسلامی مدارس و مکاتب اس سلسلہ کا مطالعہ طلبا کو کرائیں۔ ہر ایک مسلمان کے گھر میں اس سلسلہ کا مکمل سیٹ رہنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کے مضامین ازبر ہوں اور رات دن کے اعمال و افعال ان تعلیمات کے بموجب ہوں۔ خداوند تعالیٰ اس سلسلہ کو مؤلف اور عام مسلمانوں کے لئے مفید فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب
بانیٔ انجمن خدام الدین - لاہور

قرآن کریم کا بہترین خاکہ

"تعارف قرآنی" کو میں نے متعدد مقامات سے بغور دیکھا۔ ماشاء اللہ مؤلف نے مختصر عنوانات قائم کرکے مناسب ترین آیات کو ان کے تحت درج کر دیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے مضامین قرآن مجید کا ایک بہترین خاکہ پڑھنے والے کے ذہن میں آجاتا ہے طلبۂ مدارس کے لئے بالخصوص یہ کتاب اپنی جامعیت اور اختصار کے لحاظ سے بہت زیادہ مفید ہے۔ مؤلف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ کہ قرآن شریف کی ایک بہترین خدمت انجام دی ہے۔ فقط

مولانا محمد حنیف صاحب ندوی
خطیب مسجد مبارک - لاہور

نقوشِ عظمتِ قرآن

"میں مدت سے اسلامی تعلیمات کے سلسلہ میں ایک مشکل میں مبتلا تھا۔ یہ گتھی نہ سلجھتی تھی کہ بچوں کی ذہنی تربیت کے لئے کن چیزوں کو چنا جائے اور وہ کون سی کتابیں ہوں۔ جنکے مطالعہ سے بچوں میں اسلامی فکر و شعور کی تعمیر ہو۔ ایک الجھن یہ تھی کہ جب تک تعلیم کا مسئلہ ہماری منشار کے مطابق طے نہیں ہوتا۔ انہیں تعلیم گاہوں میں رہتے ہوئے بچے کسی مختصر مگر دلچسپ مجموعہ سے اس طرح استفادہ کر سکیں کہ جو ان کے قلب و دماغ میں اسلامی فضا پیدا کرنے میں سازگار ثابت ہو۔ ایسے مختصر اور جامع مجموعے کے انتخاب میں کئی کتابیں ذہن میں آئیں۔ مگر وہ مقصد جو میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اُن سے حاصل نہ ہو سکا۔ یا تو یہ کتابیں

زیادہ مفصل تھیں یا اتنی مختصر کہ ان سے مخصوص ذہنیت نہیں بنتی۔ اسی طرح مشمولات کے اعتبار سے وہ حشو و زوائد کا انبار یا بنیادی مسائل سے عاری تھیں۔ بالآخر جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب کی مرتب کردہ تین کتابیں تعارفِ قرآنی، بصائرِ قرآنی اور احکامِ قرآنی دیکھیں تو کلمۂ شکر زبان سے نکلا کہ بہت بڑی ضرورت پوری ہوگئی، سب سے زیادہ خوشی اس بات سے ہوئی کہ بچوں کی روحانی پیاس بجھانے کے لئے بھی ہمیں قرآن ہی کے سرچشمۂ ہدایت کی طرف لوٹنا پڑا۔ اور دوسری کتابوں سے بے نیاز ہوگئے۔

ان کے مطالعہ سے بچوں کے دلوں پر نہ صرف قرآنی عظمت نقش ہو جائے گی بلکہ اس کی تعلیمات کی روشنی میں اس دورِ بدعات و خرافات سے بچ کر نکل جانا بھی ان کے لئے آسان ہو جائے گا۔ (تعلیماتِ قرآن ص ۱۵-۱۶)

خان بہادر - نواب

سر مخدوم مرید حسین صاحب قریشی

سجادہ نشین خانقاہ حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ڈ ذکن سنٹرل اسمبلی

گوہرِ بے بہا

آپ کی کتاب "تعارفِ قرآنی" مل گئی تھی۔ جس کو میں نے مطالعہ کیا ہے۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے قرآنِ کریم کی تبلیغ و اشاعت کی طرف کامیاب قدم اٹھایا ہے۔ جن مقاصد اور امور کو مدِ نظر رکھ کر آپ نے اس بحرِ بے پایاں میں سے آج کل کی مغربی تہذیب و تربیت کے دلدادہ مسلم نوجوان کے لئے گوہرِ بے بہا چنے ہیں۔ وہ آپ ہی کا حصہ ہے اور غالباً اس طرز کی یہ پہلی تالیف ہے جو میری نظر سے گزری ہے۔ اور اس میں نہایت ہی احسن اور سہل طریق سے عامۃ الناس کو قرآنی رموز و معارف احکام و

اصول سے روشناس کرا کر عمل پیرا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ اس اہم اور ضروری کام کی ابتدا، میرے ایک ہم وطن عزیز کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے —— اللہ تعالیٰ آپ کے ارادوں اور ہمتوں میں برکت دیوے

مجھے قوی امید ہے کہ

آپ کی یہ کتابیں عامۃ المسلمین کے قلوب میں قرآن کریم کی ہمہ گیر عظمت اور برتری کا جذبہ پیدا کرتے ہوئے۔ اس کے عنوانات پر غور و فکر کرنے کی رغبت کا موجب ثابت ہونگی۔ اس لئے —— جہاں یہ کتاب عام تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے مفید ہے۔ وہاں اس کا مطالعہ تمام اسلامی مکاتب و اداروں میں طلباء کے لئے نہایت ہی سودمند ہوگا۔"

(ایضاً صـ ۲۴-۲۳)



مفسرِ قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی

دلچسپ اور بصیرت افروز سیرت

"اشرف العلماء حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس زمانہ میں ایک آیت "من ایات اللہ تھے۔ ایک مستقل مشعلِ ہدایت، چراغِ راہ اور بیسیوں کمالاتِ ظاہری و معنوی کے جامع تھے —— جدید ضرورتوں کا تقاضا تھا کہ آپ کی زندگی کے ہر ہر پہلو کو نمایاں کیا جائے۔ اس ضرورت کو اس کتاب نے پورا کر دیا ہے۔ جو دلچسپ، جامع، بصیرت افروز قابلِ داد ہے۔"

حضرت مولانا خیر محمدؒ صاحب
خلیفہ ارشد حضرت تھانویؒ
مہتمم مدرسہ خیر المدارس، ملتان

سیرت النبیؐ کے بعد بے نظیر سیرت

اشرف الاولیاء، قطب الارشاد، شیخ المشائخ، مجدد الملت، حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی، چشتی، صابری، امدادی نور اللہ مرقدہ کی حیاتِ طیبہ علمی و عملی کمالات اور ظاہری و باطنی فیوض و برکات کی جامعیت کے اعتبار سے ایک ممتاز اور بے نظیر حیثیت رکھتی تھی۔ جن کا ہر قول و فعل انسانیت کے لئے مشعلِ راہ تھا۔ اس لئے خسروِ دربار اشرفیہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ؎

کہیں دیکھا نہ کہیں پایا جمال ایسا کمال ایسا
دکھائے کوئی اگر ہو دعوئ جمال ایسا کمال ایسا

خواجہ صاحب موصوف فطری شاعر ہونے کے علاوہ گریجویٹ، حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ اعظم اور خادمِ خاص تھے۔ انہوں نے حضرت کی حیات میں ہی آپ کی سوانح "اشرف السوانح" کے نام سے لکھ دی تھی۔ جو صحیح حالات کی جامع اور خود صاحبِ سیرت کی مصدقہ تھی۔ مگر وہ اپنے مخصوص اندازِ بیان اور ترتیب کی وجہ سے عوام سے زیادہ خواص کے لئے ہی مفید ثابت ہوئی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ تاریخی حیثیت سے جدید طرز پر ایک ایسی سیرتِ اشرفیہ لکھی جائے جس سے عام تعلیم یافتہ طبقہ بھی استفادہ و استفاضہ کر سکے۔

محبی و محترمی جناب منشی عبد الرحمٰن خانصاحب ملتانی سلمہ نے اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے "اشرف السوانح" کی اساس پر جدید اضافوں کیساتھ ایک ایسی جامع اور

فصل بگر صحیح و مستند "سیرت اشرف" مرتب کی ہے۔ جس کی اہل الرائے کے نزدیک سیرۃ النبیؐ کے بعد اردو ادب میں نظیر ملنی مشکل ہے۔ حسن ترتیب نے اسے نقش حیات کیساتھ درس حیات بھی بنا دیا ہے۔ جسے پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے اور اس کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ سیرت ـــ

"نور کی بنی ہوئی اور تقدس کے سانچے میں ڈھلی ہوئی کسی مافوق الفطرت ہستی کی ہے؟ یا آب و گل سے ترکیب پائے ہوئے انسانی دل اور بشری جذبات رکھنے والے کی۔"

مؤلف سلمہ نے "سیرت اشرف" مرتب کر کے وقت کی ایک بہت بڑی ضرورت ہی کو پورا نہیں کیا بلکہ خدام دربار اشرفیہ پر خصوصاً اور عام مسلمین پر عموماً احسان فرمایا ہے۔ اور مجھ ایسے ناکارہ و خطاکار کو تیاری کیساتھ ساتھ حرفاً حرفاً مطالعہ کی سعادت بخش کر مشورہ طلب امور میں مشورہ بھی قبول فرمایا ہے۔ جس سے قلبی راحت نصیب ہوئی اور دل سے دعا نکلی حق تعالیٰ منشی صاحب موصوف کو مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی تمام دینی تالیفات و تصنیفات کو مقبول و نافع بنائے۔ اور ان کے قال کو حال بنا کر رضا و قرب سے نوازے۔

(آمین ثم آمین) (سیرت اشرف صہ ۳۲)

مولانا عبدالباری ندوی

استاد فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد۔ دکن

اشرف السوانح سے اشرف سیرت

سیرت اشرف بعض حیثیات سے جامعیت میں تو اشرف السوانح سے بھی آگے معلوم ہوتی ہے۔ اور معلومات تو میرے لئے اکتشافات کے درجے میں نظر آئے اوراق کی الٹ

پلٹ سے بڑے پتہ کی اور بے اختیار داد دہی کی باتیں نظر آئیں۔

مولانا شاہ معین الدین ندوی

ندوۃ المصنفین ۔ اعظم گڑھ

حسنِ جامعیت و اختصار

سیرت اشرف میں حضرت تھانوی کے مختصر سوانح ۔ ان کے اخلاق و سیرت، عادات و خصائل کمالات و خصوصیات اور علمی و مذہبی کارناموں کو بڑی جامعیت و اختصار کے ساتھ مرتب کیا ہے ۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی اس کی جامعیت و ترتیب ہے ۔ حضرت مولانا کے متعلق جن معلومات کے لئے بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کی ضرورت ہوتی ہے ۔ وہ تنہا اس کتاب میں مل جاتے ہیں ۔ اس لحاظ سے یہ کتاب حضرت مولانا کے حالات و سوانح کا خلاصہ اور عطر ہے ۔

نواب جمشید علی خاں صاحب

رئیس اعظم باغپت و ممبر یو ۔ پی ۔ اسمبلی

حسنِ تحریر و ترتیب

یہ مژدہ جاں بخش معلوم ہو کر کیا بتاؤں کس قدر مسرت ہوئی اور دل سے آپ کے لئے کتنی دعائیں نکلیں کہ آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مرتب فرما رہے ہیں ۔ سوانح کے کچھ اجزاء جو آپ نے اپنے کرم سے بھیجے وہ میں نے بشوق و

رغبت مطالعہ کئے۔ ماشاء اللہ اسلوبِ بیان اور طرزِ ترتیب بہت خوب ہے۔

پاکستان کے ابتدائی تخیل کے عنوان سے جو کچھ جناب نے تحریر فرمایا۔ نہایت سلیقہ کے ساتھ تحریر فرمایا۔ اس عنوان پر قلم اٹھانا۔ بہت دشوار تھا۔ کہ حقیقت بھی بے نقاب ہوجائے اور مبالغہ بھی نہ ہو۔ گزشتہ داعیان کی دل آزاری بھی نہ ہو۔ اور جو کچھ لکھا جائے۔ دلائل کے ساتھ ہو۔ منتشر موتی خواہ علیحدہ علیحدہ کیسے ہی نادر و نایاب ہوں۔ اس قدر جاذبیت نہیں رکھتے اور نہ اس قدر دیدہ زیب ہوتے ہیں۔ جیسے ایک لڑی میں سلیقہ سے پرونے کے بعد بیش بہا اور خوشنما ہوجاتے ہیں۔ آپ کاہش و کاوش سے اُس متبرک سیرت کو مکمل فرمارہے ہیں۔ یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

مجھے مسرت ہے کہ ——

اس تصنیف میں آپ پوری دیانت سے کام لے رہے ہیں۔ اور خدام حضرت تھانویؒ مطمئن و مسرور ہیں کہ باری تعالےٰ نے سیرتِ اشرف کی تالیف و ترتیب کا کام اپنے ایک ایسے بندے سے لیا ہے جو ہر طرح اس اہم ترین خدمت کی انجام دہی کا اہل ہے۔

مُبارک ہے آپ کی ذات کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے ایسا جلیل القدر کام لیا۔ جو دُنیا و آخرت دونوں اعتبار سے عدیم المثال ہے۔

جملہ حلقہ بگوشانِ حضرت والا آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے بر وقت یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے اور آپ کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(سیرتِ اشرف ص۳۳)

باغپت ضلع میرٹھ

۱۸ر جولائی ۱۹۵۵ء

حمید نظامیؒ
مدیر "نوائے وقت" لاہور

سوانحی سائیکلو پیڈیا

منشی عبدالرحمٰن خان کا نام علمی حلقوں میں اب کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی سوانح عمری پر ان کی ضخیم کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آگئی ہے۔

منشی صاحب نے اس کتاب پر بڑی محنت کی ہے۔ اور حضرتؒ کی زندگی کے متعلق مفصل معلومات اس کتاب میں جمع کر دی ہیں۔ اسی موضوع پر مولانا عبدالماجد دریابادی کی کتاب ——"حکیم الامت"—— بہت معروف کتاب ہے۔ مولانا دریابادی کا اپنا سٹائل ہے۔ وہ ایک صاحب اسلوب ادیب ہیں۔ ان کی کتاب بے حد دل آویز اور دلچسپ ہے —— منشی عبدالرحمٰن خان کو ادیب ہونے کا بھی دعوی نہیں۔ مگر جہاں تک معلومات کا تعلق ہے یہ کتاب مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے متعلق ایک مختصر سی سائیکلو پیڈیا ہے اور وہ اپنی اس تصنیف کے لئے مولانا مرحوم کے عقیدت مندوں کی طرف سے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔

نوائے وقت لاہور
۱۴ فروری ۱۹۵۷ء



خان محمد اسد خان اسد ملتانی

جوائنٹ سیکرٹری حکومت پاکستان ۔ کراچی

قابل تعریف زاویۂ نگاہ

عورت انسانیت کے آئینہ میں دلچسپی، معلومات کی فراہمی اور ان کی ترتیب قابلِ داد ہے۔ کتاب کی زبان نہایت صاف و شگفتہ، اندازِ بیان نہایت سلجھا ہوا۔ اور بحث کا طریقہ نہایت سنجیدہ ہے، اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں دلائل و واقعات نہایت فیصلہ کن انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔

سب سے زیادہ قابلِ تعریف وہ نیا زاویۂ نگاہ ہے۔ جو اس پرانے مبحث میں پیدا کیا گیا ہے غرض کہ کتاب ہر پہلو سے خوب ہے اور اس موضوع پر ایک گراں قدر اضافہ۔ اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہونا چاہیے۔ تاکہ اہلِ فرنگ اور ان کے ہمرنگ بھی اپنے طریقِ عمل کی غلطی اور تہذیبِ قرآنی کی برتری کا اندازہ لگا سکیں۔ (اندازِ سخن صد ۱۰۳)

مولانا عبدالباری ندوی

استاذ فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ۔ دکن

جامع مفید اور بیمثال کتاب

"عورت انسانیت کے آئینہ میں" کے مصنف کے جمع و تالیف کے کمال کا ہی نہیں استادی

کا اندازہ تو ایک "سیرتِ اشرف" ہی سے ہو گیا تھا۔ تازہ کارنامہ نے مزید مہرِ تصدیق لگا دی۔ ماشاء اللہ خوب خوب کہاں کہاں سے اور کیسے سلیقہ سے چیزیں جمع کر دی ہیں۔ اپنے موضوع پر شاید ہی اس سے زیادہ جامع و مفید کوئی دوسری کتاب اُردو کیا کسی دوسری زبان میں ہو۔

دعویٰ بھی عقلی اور نقلی دونوں کے کانٹے پر عورت کے "انسانی مساوات" ہی کا پورا اُترنا سکتا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب میں بجا طور پر کیا گیا ہے۔ نہ کہ ہر اعتبار سے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں نقل کیا عقل کے بھی اندھوں کی طرف سے شور مچایا جاتا ہے۔

بڑی بات یہ ہے کہ ـــــــ

اسلام کی متوازن اور اعتدالی تعلیمات کو مصنف نے اس کتاب میں توڑنے موڑنے کی کوئی "دانشمندی" نہیں فرمائی۔ جو ان کے عقل و دین دونوں کی سلامتی کی بڑی دلیل ہے اور جس کے فتنہ سے اس زمانہ میں بچنا آسان نہیں تھا۔ (مکتوب ۱۸ اگست ۱۹۵۸ء)

شیخ محمد اکرام الحق ایم اے

ایل ایل بی۔ ایم آر۔ اے۔ ایس۔ مُلتان

مدلّل واضح اور دلنشیں

الحمدللہ ـــــــ آپ نے اس تصنیف میں یہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ فطری صلاحیتوں میں عورت اور مرد برابر کے شریک ہیں اور مرد کو عورت پر کسی قسم کا امتیازی تفوق نہیں بخشا گیا۔ واقعی قدرت نے اپنی تخلیقی ساعی میں کہیں بھی نر و مادہ کے درمیان برتری یا کمتری کی تخصیص روا نہیں رکھی اور اپنے سربستہ اسرارِ حیات میں سے نسلی یا جنسی یا ارثی تعینات کا جو انتظام کروموسوم اور جینز (CHROMOSOME AND GENES) کے ذریعہ کیا ہے وہاں بھی صرف تعداد یا تعین کے فرق سے عورت اور مرد کی تمیز پیدا کی ہے۔ ساخت یا خواص کے لحاظ

سے نہیں۔

یہ مرد کی زیادتی تھی یا اس کے جذب و اخذ کا اطمینان کہ اس نے عورت کو اپنا مال و ملک محکوم و متبع سمجھا۔ اس اقدام نے عورت میں بھی ردِ عمل کے طور پر نفرت اور ناثباتی کے جذبات پیدا کئے۔ جنہوں نے عورت کو اپنی روح کی گہرائیوں میں گم ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ اور ایسا معمہ بنا دیا کہ جس کا شکنِ لب یا شکنِ جبیں لاینحل ہو گیا۔ ——— جس کی تمثیل لیونارڈو داونشی نے "مونالیزا" میں پیش کی۔

کسی ملک یا قوم کی ترقی کے رموز میں اس امر کا احساس بھی شامل ہے کہ عورت کو اس کا صحیح مقام دیا جا سکے۔ اور وہ ملّی ترقی میں ہم آہنگ ہو کر کام کرے ——— قرونِ وسطیٰ میں یہ کوشش اسلام نے کی اور وہ کوشش کامیاب ہی۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا لوگوں نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا۔ اور اس کو جاننے اور برتنے میں پہلوتہی کی۔

آپ نے اس حقیقت کو ذہن نشین کرانے کے سلسلہ میں ایک اہم قومی خدمت سرانجام دی ہے۔

مقامِ مسرت ہے کہ ———

آپ کی تصنیف کی زبان صاف اور سلیس ہے۔ طریقۂ استدلال واضح اور دلنشین۔ اور متن واقعات اور مقولات سے مملو ہے۔ ——— میں حیران ہوں کہ آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے ایسی وقت طلب تصنیفات کے لئے بھی وقت نکال لیا ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس پر قادر رکھے۔

"انداز سخن"

سید ابنِ حسن برنی

جائنٹ پریذیڈنٹ یونائیٹڈ بنک پاکستان ۔ کراچی

گرانمایہ معلومات کا مجموعہ

"انداز سخن" خطوط کا ایک دلچسپ متنوع اور عمدہ مجموعہ ہے ۔ بعض خطوط اپنے خلوص و محبت اور سادگی، بعض عمدگیٔ زبان اور ادبی چاشنی، بعض فیض روحانی اور بعض اہم اور نئی معلومات کے سرمایہ کی وجہ سے گرانمایہ ہیں ۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ یہ خطوط شائع کرا دیئے ۔ میں نے اور میری اہلیہ نے انہیں بہت لطف سے پڑھا ۔

پروفیسر محمد احمد

پرنسپل اسلامیہ کالج سکھر

مجموعۂ جمال و کمال

"اندازِ سخن" موصول ہوئی ۔ شکریہ ۔ یہ مانندِ گلدستہ ، ہر ایک پھول کی لطافت و نزاکت و خوشبو الگ الگ ۔ لیکن بحیثیت مجموعی جمال و کمال کی حامل کتاب ہے ۔ جس میں مختلف رنگوں اور خوشبوؤں نے مِل کر چمن کی زینت کو دو بالا کر دیا ہے ۔ اس نادر اشاعت پر میری طرف سے

مبارک باد قبول فرمائیے۔

ڈاکٹر سید مقصود زاہدی۔ ملتان

اپنی نوعیّت کی دوسری کتاب

اس میں منشی عبدالرحمن خان کے نام آئے ہوئے، مختلف موضوعات پر ۶۳ مشاہیر پاک و ہند کے خطوط شامل ہیں۔ جو بہت بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کی دوسری کتاب ہے کہ جس میں ایک ہی شخص کے نام اتنی بڑی شخصیتوں کے خطوط ہوں۔ اس نوع کی پہلی کتاب صرف ساغر نظامی کی "روحِ مکاتیب" ہی مدت ہوئی (ہندوستان میں) منظر عام پر آئی تھی۔ (حقیقتوں کے چراغ صہ۲۱)



شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد عثمانی

مہتمم دارالعلوم، اشرف آباد۔ ٹنڈو الہ یار (سندھ)

وضاحتِ حقیقت

یہ کتابچہ "اقبال اور ملا" کے جواب میں ہے۔ جس میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب ایم اے پی ایچ ڈی نے علامہ اقبال کے اُن اشعار کو جو دنیا ساز علماء سو کی شان میں کہے گئے ہیں جمع

کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اقبال سرے سے طبقۂ علماء ہی کا مخالف تھا۔ مگر جس نے شکوہ اور جواب شکوہ پڑھا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اقبال طبقۂ علماء کا دشمن نہ تھا بلکہ ان دُنیا ساز مکاروں کا دشمن تھا جو حقیقت میں عالم نہ تھے دُنیا کو دھوکہ دینے کے لئے علماء کے روپ میں ظاہر ہوتے تھے۔ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ علامہ اقبال کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت تھی۔

مجھے اپنے معزز دوست منشی عبدالرحمٰن خان کا رسالہ "اقبال اور مسٹر" دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ انہوں نے اصل حقیقت کو واضح کر دیا۔ کہ آجکل کے مسٹر اسلام، قرآن اور اقبال کے نام سے مخلوقِ خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ اور جس فرنگی تہذیب سے نفرت دلانا اقبال کا اصلی کارنامہ تھا اسی کے دام میں پھر سے مسلمانوں کو پھنسانا چاہتے ہیں۔

ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ پاکستان کی زمامِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لیکر انہوں نے پاکستان کو عالمِ اسلام میں بدنام اور تمام دُنیا کی نظروں میں ذلیل سے ذلیل تر کر دیا ہے۔ قائداعظم اور قائدِ ملت کے زمانہ تک پاکستان کی ساکھ دُنیا میں بنی ہوئی تھی۔ کیوں کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ان کے مشیرِ خاص تھے۔ قائدِ ملت کے بعد علماء دشمن جماعت برسرِ اقتدار آئی تو پاکستان کا جو حشر ہوا وہ دنیا کے سامنے ہے مگر ——

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

یہ مسٹر اپنی ہوسِ اقتدار کی جنگ پر پردہ ڈالنا اور علماء کرام کے سر الزام رکھنا چاہتا ہے —— امید ہے کہ رسالہ —— "اقبال اور مسٹر" —— اس طبقہ کی فریبیوں کو چاک کرنے میں پوری طرح کامیاب ثابت ہوگا۔

والسلام

اقبال سلیم گاہندری
نفیس اکیڈمی - کراچی

علمی کارنامے

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ اس کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی آپ میری خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے، مجھے اپنی حالت اور معلومات پر بے حد افسوس ہوا۔ کاش مجھے آپ کی بلند پایہ شخصیت کا علم ہوتا۔ جہاں تک آپ کے اسم گرامی کا تعلق ہے اس سے تو میں آشنا حیدر آباد (دکن) سے ہوں۔ مگر آپ کی بلند پایہ شخصیت اور علمی کارناموں کا صحیح اندازہ —— "بہار رفتہ" —— کے مطالعہ سے ہوا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بعد آپ دوسرے آدمی (مصنف) ہیں۔ جن کی تصنیفات کے حقوق عام ہیں۔ آجکل ادیبوں میں یہ فراخدلی کہاں ؟ —— آپ نے جو سلسلہ مولانا اشرف علی تھانوی کا مرتب کیا۔ اس کا میں والا و شیدا۔

آپ کا تصنیف و تالیف کا شوق، پھر نشر و اشاعت کا سلیقہ، اس سے تو بے شمار تاجر محروم ہیں۔

۱۰ مئی ۱۹۷۹ء ازکراچی

پروفیسر الطاف علی قریشی
وائس چانسلر ملتان یونیورسٹی

دلچسپ اندازِ تحریر

"آپ کی کتاب ــــ "کچہری کی دُنیا" ــــ ملی۔ بہت بہت شکریہ یہ نہایت دلچسپ پیرائے میں لکھی گئی ہے۔ اگرچہ یہ کچہری کے اندرونی حالات پر مشتمل ہے۔ لیکن عکاسی پورے معاشرے کی کرتی ہے۔ عدل و انصاف میں تاخیر سرطان کی صورت اختیار کر رہی ہے۔ آپ کا یہ خیال درست ہے، کہ رشوت اور کرپشن قوم کی گھٹی بن چکی ہے۔ اس کی اصلاح اُوپر کے طبقہ سے ممکن ہے۔ ــــ ہمارے قائدین ہی مثالی کردار ادا کر کے اس کا انسداد کر سکتے ہیں۔ ان کی پاکدامنی ہر شخص کو اپنی اصلاح پر مجبور کر دے گی۔

اگر ــــ

ہر شخص صرف سچ بولنا ہی شروع کر دے۔ تو بہت سی برائیوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔ اور نہ صرف کچہری کی دنیا بلکہ باہر کی دنیا بھی سدھر جائے گی۔"

عبدالرحمٰن بزمی
نیو دہلی - ایسٹ افریقہ

ضربِ کلیمی

مجھے معلوم ہوا ہے کہ خلیفہ عبدالحکیم صاحب کے کتابچہ "اقبال اور ملا" کے جواب میں آپ کے قلم سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔

رسالہ "اقبال اور ملا" میری نظر سے گزرا ہے۔ اگرچہ اس رسالے کا مذاقِ سلیم کی طرف سے کوئی جواب نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن اس میں فکرِ اقبالؒ کی جو بے ہودہ تاویلات کی گئی ہیں۔ ان سے علامہ اقبالؒ کی عظمتِ فکر کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ اسی اندیشے کے پیشِ نظر میری آرزو تھی کہ کوئی دردمند اہلِ قلم اس رسالے کا جواب لکھے اور علامہ اقبالؒ ہی کے صحیح افکار کی "ضربِ کلیمی" سے خلیفہ صاحب کی "حکیمی" کے اس بُت کو پاش پاش کر دے۔

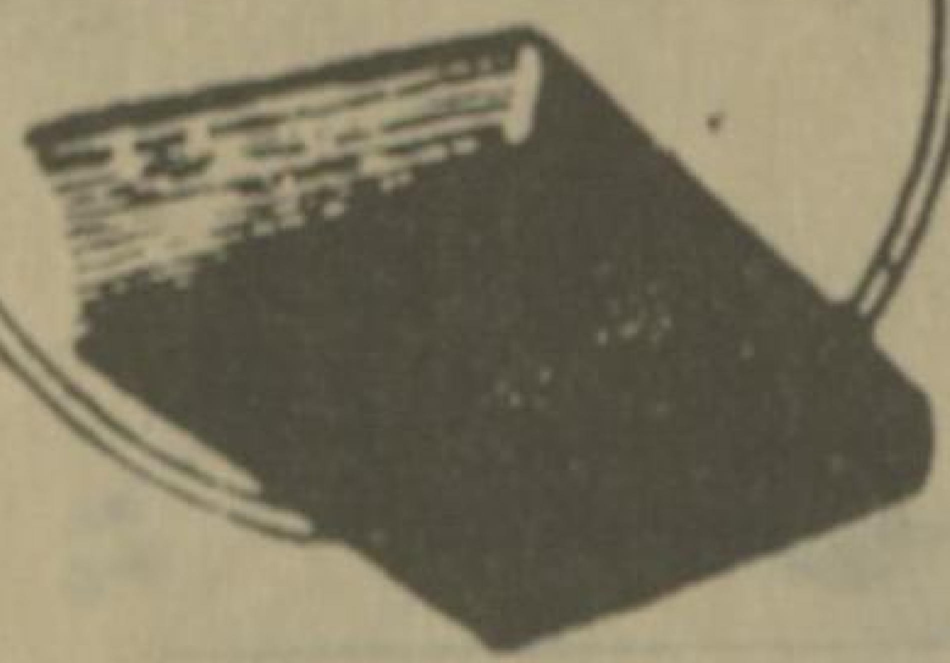
خلیفہ صاحب کو علمائے اسلام سے جو کد ہے اس کے تحت انہوں نے علامہ سید سلیمان ندویؒ۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنیؒ ایسی علوِ مرتبت ہستیوں کو نہایت جسارت سے "ملاؤں" کے زمرہ میں داخل کر کے ان پر بڑی دیدہ دلیری سے گندگی اچھالی ہے۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے "اقبالِ ثانی" —— علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودی مدظلہ پر بھی فرسودہ اور رکیک الزامات کی وہ بوچھاڑ کی ہے کہ عقلِ سلیم خلیفہ صاحب کی نکتہ دانی کا ماتم کر کے رہ جاتی ہے۔

"اقبال اور ملا" کے جواب میں کتاب لکھ کر آپ نے وقت کا ایک تقاضا پورا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

(آمین!)

"کچہری کی دُنیا"



مسٹر جسٹس ایس اے رحمٰن

سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ - پاکستان

منشورِ حکمت

"کچہری کی دُنیا" نظر سے گزری ۔ ماشاءاللہ ۔ اللھم زد فزد ——— آپ نے دکلاء اور عدالتوں کے متعلق نہایت دلچسپ کوائف درج کئے ہیں اور یہ گویا آپ کا اہل عدالت و وکالت کے لیے منشورِ حکمت ہے۔ (مکتوب نومبر ۱۹۷۸ء)

میجر جنرل اعجاز عظیم

ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر - ملتان

عُمدہ معلوماتی ذخیرہ

میں آپ کی زندگی کے اس پچاس سالہ نچوڑ کو پڑھ کر بہت متاثر ہوا۔ آپ نے اس تصنیف میں "طرزِ حکومت" "عدالتی نظام" "ایوانِ وکالت" اور "منشی نامہ" کے زیرِ عنوان جن حقائق و مشاہدات کا اظہار فرمایا ہے وہ قابلِ تحسین ہے ۔ اور اس کتاب کے پڑھنے والوں کے لئے ایک عمدہ

معلوماتی ذخیرہ ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب ایل ایل بی

پاپوش نگر۔ ناظم آباد۔ کراچی

عبرت آموز حقائق

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ "کچہری کی دنیا" بھی سامنے آگئی ہے۔ ماشاءاللہ آپ نے بڑی ہمہ گیر طبیعت پائی ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں۔ اس کا بقدر مناسب ضرور حق ادا کر دیتے ہیں اس دنیا کا آپنے اپنے ذاتی تجربات، مشاہدات اور عبرت آمیز تاثرات کا خوب خاکہ پیش کیا ہے۔ جب میں وکالت کرتا تھا تو مجھے ایک درجہ میں یقین ہو گیا تھا کہ قیامت انہیں بنیادوں پر برپا ہو گی۔ اس لئے میں نے یہ پیشہ ترک کر دیا۔

شیخ امداد احمد صاحب

صدر فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹریز

اس کتاب کا کوئی جواب نہیں۔

ڈاکٹر مقصود زاہدی صاحب

کچہری کی دنیا پر یہ کتاب قرطاس ابیض یعنی وائٹ پیپر کی حیثیت رکھتی ہے۔

خان محمد یوسف خان پی۔ سی۔ ایس

مصنف "گلوریز آف قائداعظم"۔ لاہور

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

آپ کی نئی تصنیف "کچہری کی دنیا" موصول ہوئی۔ بہت بہت شکریہ، اس موضوع پر اتنی

جاندار، دلچسپ اور پُرمغز اور ناقدانہ کتاب لکھنے پر میری طرف سے مبارک باد قبول فرمایئے۔ قانون اور نظامِ قانون پر لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن اس پیشہ سے متعلق حضرات یعنی منشی صاحبان، وکیل صاحبان، جج صاحبان وغیرہ کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ آپ کی شاید اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ اس موضوع پر کم از کم میری نظر سے کوئی اور کتاب نہیں گزری۔ جس میں اتنی جامعیت، اتنی دردمندی، اتنی صداقت اور اتنی خوب صورتی کیساتھ قانون کے انسانی پہلوؤں پر خامہ فرسائی کی گئی ہو۔ اور اسلامی قانون اور مغربی قانون کا موازنہ —— اور مغربی قانون کے کمزور پہلوؤں کی نشان دہی بہت خوب ہے۔

ہمارے موجودہ نظامِ قانون کے قانونی پہلوؤں کی خامیوں اور خرابیوں سے قطع نظر، اگر اس کے انسانی پہلو کو دیکھا جائے تو ایک وسیع و بسیط ویرانہ نظر آتا ہے۔ قانون بنانے والے۔ قانون پر عمل کرانے والے اور اس کی حدود و قیود کی نشان دہی کرنے والے۔ اس سے مستفید و متمتع ہونے والے اور اس کا تختۂ مشق بننے والے۔ یہ سب ہمارے بھائی ہی تو ہیں اور سب مسلمان ہیں۔ لیکن اس پیشہ سے متعلق کتنے اصحاب ہیں۔ جو پاک نظر، پاک طینت، پاک دامن اور پاک باز ہیں۔

ہم نے ایک قائداعظم پیدا کیا، صرف ایک۔ اور پھر اسے سنگ و خشت کے ایک مقبرہ میں دفن کرکے پاکستان کو دولخت کرنے، اسے پارہ پارہ کرنے اور اس میں ہر قسم کی لوٹ مار کرنے کے لئے خود کو وقف کر لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ انصاف نہیں ہے۔ جب ایمان ہی نہ ہو تو انصاف کہاں سے میسّر آئے گا۔ ہم نے اپنی قانون ساز مجلسوں کو، عدالتوں کو، وزارتوں کو تو قانون دانوں سے سجا لیا ہے۔ یہ نہ دیکھا کہ آیا ان میں ایمان اور اخلاص بھی ہے۔ یا نہیں آیا ان میں حق پرستی اور حق نگری کی لگن بھی ہے یا نہیں۔ آیا انہیں امانت و دیانت کا احساس بھی ہے یا نہیں۔ آخر یہ انسانی پہلو ہی تو وہ جوہر ہے۔ جس کی تلاش و جستجو میں، جس کے حصول و اکتساب میں نہذیبیں سرگرداں ہیں۔ صاحبِ نظر افراد کے نزدیک ہمارے نظامِ قانون کا بنیادی مسئلہ یہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اس پہلو کو نظرانداز نہیں کیا۔ (مکتوب مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۰ء)



سیّد ابن حسن برنی

سابق جائنٹ پریذیڈنٹ یونائیٹڈ بنک پاکستان

صحت مند اضافہ

"صحابہ کبارؓ حضرت علیؓ کی نظر میں" ایک عمدہ و مفید کتاب ہے، یہ عقائد میں ابہام، تذبذب اور تشکک دور کرنے میں مدد دے گی۔ اسے نوجوانوں کے حلقے میں خوب پھیلانا چاہیئے اس کے ذریعے آپ نے دینی لٹریچر میں مختصر مگر صحت مند اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کار خیر کو قبول و مقبول فرمائے۔ آمین! (مکتوب مورخہ ۲/۸/۷)

ابو سلمان شاہجہانپوری

مدیر قومی زندگی۔ کراچی

اضافۂ حسنِ خدمت

رات اندھیری ہو۔ راستہ صاف سامنے نہ ہو اور چاند بھی آسمان پر نہ ہو کہ اسے دیکھ کر مسافر اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ تو ستارے رہنمائی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ چاند کی

عدم موجودگی میں صرف وہی ایک ذریعہ منزلِ مقصود تک پہنچنے کا ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے کتاب و سنت کے بعد مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے بعد کے ادوار حوادث و فتن میں اپنے صحابہؓ کو صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کا تذکرہ جس طرح بھی ہو اور جتنی کثرت سے ہو مسلمانوں کی دینی و دنیاوی بھلائی کا باعث ہوگا۔ اور اس سے مسلمانوں کی سیرت و اذکار کی تعمیر میں مدد ملے گی۔ اور ملت کے لئے اتحاد و اتفاق کا ایک ایسا رشتہ مہیا ہو جائے گا جو تمام رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوگا۔

فاضل مصنف نے انہی مقاصد کے لئے یہ کتاب لکھی ہے اور اس اہتمام نے اس کی افادیت اور دلچسپی میں مزید اضافہ کر دیا ہے کہ تمام صحابہ کے لئے عموماً اور اکابر صحابہؓ کے لیے خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے اذکارِ عالیہ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلفاء راشدہ اربعہ اور دیگر صحابہ عظام کے مابین کیسی اور کتنی اخوت اور اعتماد موجود تھا۔

اس کتاب کی تالیف سے منشی صاحب کی ان خدماتِ دینی میں ایک اور احسن خدمت کا اضافہ ہوا ہے۔ جو وہ ملتان کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر ایک مدت سے انجام دے رہے ہیں۔

(قومی زبان جون ۱۹۷۸ء)

جرائد کی

نظریں

اہمیّت وافادیّت

منشی صاحب کی تخلیقات، تصنیفات اور تالیفات کتنی اہمیت وافادیت کی حامل ہیں اس کا اندازہ مندرجہ ذیل آرار سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

- ——— "ان پر کسی ایک فرقہ یا کسی ایک گروہ کی مذہبی چھاپ نہیں"۔ (امروز۔ لاہور)
- ——— "یہ معلومات کا نادر مجموعہ ہیں اور بتلاتی ہیں کہ اسلام کس قسم کے انسان چاہتا ہے"۔ (نوائے وقت لاہور)
- ——— "ان کی تصنیف وتالیف اور ترتیب وتدوین میں خاصی محنت سے کام لیا گیا ہے"۔ (نوائے پاکستان۔ لاہور)
- ——— "ان سے اخلاقی درس بھی حاصل ہوتا ہے اور دُنیوی امور میں بصیرت بھی"۔ (معارف۔ اعظم گڑھ)
- ——— "افادیت کے اعتبار سے انکا مطالعہ بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں سب کے لئے مفید ہے"۔ (الاعتصام۔ لاہور)
- ——— "ان کا ہر گھر، ہر لائبریری اور ہر کتب خانہ میں ہونا ضروری ہے"۔ (الحدیث۔ سوہدرہ)
- ——— "ان سے علم وادب کے میدان میں قابلِ قدر اضافہ ہوا ہے"۔ (قندیل۔ لاہور)
- ——— "ان کے پڑھنے سے تزکیۂ قلب ودماغ ہوتا ہے"۔ (فاران۔ کراچی)
- ——— "ان کے علمی اور فکری سرمایہ سے عملی طور پر ہر شخص استفادہ کرسکتا ہے"۔ (دارالعلوم۔ دیوبند)
- ——— "ان کی کتابیں شروع سے آخر تک پڑھنے کے قابل ہوتی ہیں"۔ (صدق جدید لکھنو)

"داستانِ عمل"

نوائے وقت، لاہور (۶ جولائی ۵۴ء)

تعمیرِ اخلاق و کردار

قومی ترقی میں اخلاق و کردار کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اخلاق و کردار کے سلسلہ میں تاریخی روایات اور مذہبی تعلیمات بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ "داستانِ عمل" میں فاضل مصنف نے تاریخِ اسلام سے مختلف موضوعات پر احکام تعلیمات اور روایات کو حُسنِ ترتیب سے جمع کر دیا ہے۔ موضوعات حسبِ ذیل ہیں۔

تعلیم و تربیت، ضبط و نظم، سخاوت و خدمت، خلق و تواضع، جرأت و آزادی، تدبیر و سیاست۔ عفو و کرم، امانت و دیانت، سادگی و پاکیزگی، دین و دُنیا۔ علم و ادب، عدل و مساوات ایثار و قربانی۔ صبر و ثبات وغیرہ ہر موضوع پر پہلے قرآن و حدیث کی روشنی میں عام تعلیمات پیش کی گئی ہیں اس کے بعد سیرت نبویؐ، اسوۂ صحابہؓ، اور اسلامی تاریخ کے مشہور واقعات کی روشنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ اخلاق و کردار کے مختلف شعبوں میں اسلام کس قسم کے انسان چاہتا ہے تعلیم و تربیت کا یہ طریقہ دلچسپ ہونے کے ساتھ مؤثر بھی ہوتا ہے۔

ہفت روزہ "صدق جدید" لکھنؤ (۱۰ دسمبر ۱۹۵۴ء)

سبق آموز انتخاب

اس مجموعہ میں ۲۲ ابواب ہیں —— مثلاً تعلیم و تربیت، ضبط و نظم، عفو و کرم، امانت و

دیانت، دین و دنیا، ایثار و قربانی، خوف و خشیت وغیرہ اور ہر باب کے تحت متعدد ذیلی عنوانات کے ذریعے تاریخ اسلام کے حیرت انگیز، ایمان افروز اور سبق آموز واقعات کا انتخاب بالعموم مستند کتب تواریخ سے لیکر پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کا مقصد مسلم نوجوانوں اور بالخصوص نوزائیدہ حکومت اسلامی پاکستان کے نوجوانوں کے اخلاق کو پاک، صاف اور بلند کرنا ہے ——— کتاب کے مقدمہ نگار علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی اسی نقطۂ نظر سے کتاب کو پسند فرمایا اور پاکستان کے شعبۂ تعلیم کو اسے داخلِ نصاب کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

مؤلف نے کتاب کے شروع میں ——— "جائزہ" ——— کے زیرِ عنوان پاکستان میں پھیلی ہوئی موجودہ خرابیوں پر نہایت دلسوزی سے تنقید کی ہے اور ان کی اصلاح کے لئے تاریخِ اسلام کے واقعات پیش کئے ہیں۔

اخبار "اہلحدیث" سوہدرہ پنجاب (۱۶ر اکتوبر ۱۹۵۴ء)

واجب العمل کتاب

یہ کتاب ——— "داستانِ عمل" ——— منشی عبدالرحمٰن خان صاحب ہی کی تصنیف ہے جس میں آپ نے اسلاف کے وہ کارنامے جمع کئے ہیں جو ہمارے لئے نہ صرف باعث سبق و موعظت ہی ہیں بلکہ واجب العمل بھی ہیں۔ ——— یہ کتاب اپنی افادیت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ نہ صرف نصابِ تعلیم میں شامل کرلی جائے۔ بلکہ ہر لائبریری، ہر کتب خانہ اور ہر گھر میں رکھی جائے۔

لکھائی چھپائی اعلیٰ، مجلد، گردپوش، دیدہ زیب

"معارف" اعظم گڑھ (ماہ اکتوبر ۱۹۵۴ء)

عملی مثالیں

یہ مصنف کی دوسری کتاب ہے۔ اور اس میں اخلاقِ فاضلہ کی عملی مثالیں جمع کی گئی ہیں۔ قوموں کی تعمیر و ترقی، ان کے افراد کی سیرت و کردار کی صحیح و صالح تعمیر پر منحصر ہے۔ جس قوم کے افراد جس قدر اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ اور سیرت و کردار کے لحاظ سے بلند ہوں گے۔ اسی قدر وہ قوم دنیا میں سر بلند ہو گی۔ ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ترقی و عروج کا بڑا سبب یہی تھا کہ اخلاقِ فاضلہ کا مثالی نمونہ تھے اور ان کے اخلاقی واقعات سے تاریخ کی کتابیں معمور ہیں۔ لائق مرتب نے ہر طبقہ کے مسلمان اکابر کی زندگیوں سے اخلاق کی مختلف شاخوں کے متعلق مؤثر اور سبق آموز واقعات کا ایک ذخیرہ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ جس سے زندگی کے ہر شعبہ میں درسِ عمل حاصل کیا جا سکتا ہے۔ —— اس لئے یہ کتاب مسلمانوں کے اخلاقِ فاضلہ کی تاریخ بھی ہے۔ اور اخلاق کا عملی درس بھی۔ اور یہ دونوں کتابیں مسلمان بچوں اور نوجوانوں کے پڑھانے کے لائق ہیں۔ بلکہ عمر رسیدہ لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

"آداب و اخلاق"

"امروز" لاہور
(۱۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء)

ہمہ گیری

اس کتاب کے مرتب منشی عبدالرحمٰن خان نے اسلامی اخلاق و آداب کے قریباً

تمام پہلوؤں کو بڑے سلیقہ سے ایک جگہ جمع کر دیا ہے، آداب ذکر الٰہی سے لیکر آداب ظروف اور جمائی، چھینکنے اور تھوکنے تک کے آداب موجود ہیں۔ زبان نہایت سلیس ہے اور ہر شخص اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ مرتب کی تحریر پر کسی ایک فرقے یا کسی ایک مذہبی گروہ کی چھاپ ہو۔

اسلامی فلسفۂ اخلاق اور دیگر احکام کو قرآن و سنت کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے اس کتاب میں گہرے حکیمانہ نکات کے تجزیے نہیں ملیں گے۔ کیونکہ یہ کتاب اس مقصد کے لئے نہیں لکھی گئی۔ البتہ ناممکن ہے کہ مسلمان کی زندگی کا کوئی شعبہ مرتب کی نظر سے بچ گیا ہو۔ اور یہی ہمہ گیری اس کتاب کی خصوصیت ہے۔ کتابت و طباعت معیاری اور کاغذ عمدہ ہے۔

ہفت روزہ "قندیل" لاہور (۲ جنوری ۱۹۵۵ء)

آدابِ زندگی

اسلام کی تعلیمات بڑی جامع ہیں۔ اس میں جہاں ایک اسلامی قانون کی ترویج پر زور دیا گیا ہے۔ وہیں افراد اور جماعتوں کی اخلاقی تربیت پر بھی اتنا ہی زور موجود ہے، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام نے ابتدا میں افراد کی اخلاقی تربیت کی اور پھر جب یہ افراد ایک ایسی جماعت بن گئے۔ جو اسلامی قانون کو دُنیا میں رائج کرنے کے قابل ہو گئے تو پھر ان کے ذریعہ خدا کی خلافت زمین پر قائم ہوئی۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں "مہد سے لحد تک کے اصول و آدابِ زندگی" یک جا کئے گئے ہیں۔ جن کی اسلام تعلیم دیتا ہے۔ کتاب کے دس ابواب ہیں۔ جن میں عبادات، علم، اخلاق، حقوق، بدن، طہارت، معاشرت، معاملات۔ تقریبات اور موت سے متعلق بیشتر مسائل کو قرآن مجید اور حدیث کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے، عام فہم اردو زبان میں یہ کتاب

بڑی مفید ہے اور اس سے تعمیرِ سیرت میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اس وقت ہمارے ہاں اسلامی تعلیمات سے بے گانگی عام ہے۔ —— اس لئے اسے دور کرنے میں یہ کتاب بہت ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ (ماہ اکتوبر ۱۹۵۴ء)

درسِ اخلاق

آداب و اخلاق کا مفہوم اور اس کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ مگر اس کو عام طور پر محض آدابِ معاشرت تک محدود سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت انسانی زندگی کا کوئی شعبہ اور انسان کا کوئی فعل و عمل بھی اس کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ اور اس کے سارے اچھے افعال خواہ وہ کسی شعبۂ حیات سے تعلق رکھتے ہوں۔ ان کی صحت و تحسین کے کچھ شرائط و قیود ہیں انہی کا نام آداب و اخلاق ہے۔ اور انہی کی پابندی اور رعایت پر ان افعال کی تحسین و تکمیل موقوف ہے۔ اس لئے اسلام میں ان آداب و اخلاق کی بڑی اہمیت ہے۔ بلکہ اس کا مقصد ہی ان کی تکمیل ہے

مذکورہ کتاب میں اس وسیع مفہوم کے لحاظ سے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور تہذیب و معاشرت وغیرہ انسانی زندگی کے جملہ شعبوں اور انسانی اعمال کے سارے اچھے مظاہر کے متعلق بڑی تفصیل و استیعاب سے آداب و اخلاق بیان کئے گئے ہیں اور اس کا کوئی رُخ اور کوئی پہلو چھوٹنے نہیں پایا۔ جابجا ان کے مصالح اور فوائد بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

اس لئے درسِ اخلاق کی حیثیت سے یہ کتاب بہت مفید ہے۔

ماہنامہ "فاران" کراچی (جنوری ۱۹۵۵ء)

تزکیۂ قلب و دماغ

جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب نے یہ کتاب لکھ کر دین و اخلاق کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے یہ کتاب مندرجہ ذیل دس ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) باب العبادت (۲) باب العلم (۳) باب الاخلاق (۴) باب الحقوق (۵) باب البدن (۶) باب الطہارت (۷) باب المعاشرت (۸) باب المعاملات (۹) باب التقریبات (۱۰) باب الموت۔

ہر عنوان کے تحت متعدد ذیلی ابواب ہیں۔ جن میں کتاب و سنت، سیرت و آثار، فقہ اور صلحائے امت کے تواتر و معمول کو سامنے رکھ کر آداب و اخلاق کی سہل و آسان انداز میں تعلیم دی گئی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے یقیناً تزکیۂ قلب و دماغ ہوتا ہے۔ فاضل مرتب نے نفسیاتِ انسانی کا بھی ہر جگہ لحاظ رکھا ہے اور افراط و تفریط سے دامن بچانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اس مفید کتاب کے مطالعہ سے دل و دماغ اچھا ہی اثر قبول کریں گے۔

منشی عبدالرحمٰن خانصاحب نے بڑے خلوص کیساتھ اس کتاب کو مرتب فرمایا ہے اور بڑے کام کی باتیں اس میں جمع کر دی ہیں۔ عبادات، معاملات اور حقوق میں اعتدال اور حسن کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ ——— یہی اس کتاب کا موضوع اور مؤلف کا محورِ فکر ہے۔

"فتنۂ پرویز و حقیقتِ حدیث"

رسالہ "معارف" اعظم گڑھ
(جنوری ۱۹۵۵ء)

تردیدِ ہفواتِ پرویز

کلام مجید ایک اصولی کتاب ہے۔ جس میں زیادہ تر بنیادی و اصولی احکامات و قوانین ہیں۔ جن کی جزئیات کی تصریح و تفصیل احادیثِ نبویؐ سے معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ان کو نہ مانا جائے تو بہت سی دینی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور آیاتِ قرآنی میں بھی من مانی تاویلات کی گنجائش نکل آتی ہے۔ مگر حدیثوں کے صریح انکار سے اس قسم کے نام نہاد مسلمانوں کا پردہ بالکل فاش ہو جاتا ہے۔ اور عام مسلمان ان کے فریب میں نہیں آسکتے۔ اس لئے وہ حدیثوں کی صحت کو مشتبہ قرار دیکر، تمسک بالقرآن کے پردہ میں ان کے دینی حجت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ جس سے ان کو بہت سی دینی پابندیوں سے نجات مل جاتی ہے۔

اس فتنہ کی تردید میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مذکورہ بالا کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک مفید کوشش ہے۔ اس میں خصوصیت کیساتھ منکرین حدیث کے امام وقت مرزا غلام احمد کے ہم نام غلام احمد پرویز کے ہفوات کی تردید کی گئی ہے۔ اور ان کی تحریروں سے منکرینِ حدیث کے اصل مقصود یعنی دینی پابندیوں سے فرار، قرآن مجید کی معنوی تحریف اور اطاعت رسولؐ سے انحراف وغیرہ کو دکھایا گیا ہے۔ اور منکرین حدیث کی جانب سے حدیثوں کی صحت اور ان کے دینی حجت ہونے پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے۔ ——— اور اس سلسلہ میں حدیث کی دینی حیثیت، اطاعتِ رسول کے قرآنی احکام، قرنِ اول میں حفظِ حدیث، اس کی صحت اور حفاظت

کے انہدام، اس کے ذرائع حفظ و کتابت، اصول روایت و درایت اور تدوین حدیث کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور حدیثوں کی کثرت کے متعلق مبالغہ آمیز بیانات کی تردید کی گئی ہے۔ ——— اور آخر میں منکرین حدیث کے تقلیدِ سلف سے گریز، دین کی تخریب اور اس کی مخالفت میں ان کے اور کمیونسٹوں کے خیالات میں مشابہت دکھائی گئی ہے۔

خالص علمی و تحقیقی حیثیت سے اس موضوع پر اس سے بہتر کتابیں موجود ہیں۔ مگر یہ کتاب بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اور اس میں پرویز کی تحریروں سے ان کا تضاد بیان اور دین سے منکرینِ حدیث کا فرار خصوصیت کیساتھ بڑی خوبی سے دکھایا گیا ہے۔ جناب طالوت کا مقدمہ بہت دلچسپ اور ان کے طرزِ خاص کا اچھا نمونہ ہے۔

ہفتہ وار "الاعتصام" لاہور (۲۴ دسمبر ۵۴ء)

مدلّل اور مؤثر کتاب

اس کتاب میں وقت کے بہت بڑے فتنۂ انکارِ حدیث پر بحث کی گئی ہے۔ اس فتنہ کے آغاز، اس کے اثرات اور اس سے پیدا شدہ نتائج کی وضاحت کی گئی ہے۔ کتاب کا ایک ایک لفظ مصنف کے اخلاص کا آئینہ دار ہے۔ زبان صاف اور آسان ہے۔ پیرایۂ بیان عام فہم اور مؤثر ہے۔ دلائل وزنی ہیں۔ ——— مصنف کے نزدیک اہل قرآن بھی اشتراکیت ہی کا ایک شعبہ ہے۔

پیش لفظ حضرت طالوت ملتانی نے لکھا ہے۔ کتاب اپنے موضوع میں مدلّل اور مفید ہے۔ منکرینِ حدیث کا فتنہ جس تیزی کیساتھ پاکستان و ہندوستان میں پھیل رہا ہے۔ اس سے خود بچنے اور دوسروں کو محفوظ رکھنے کے لئے اس قسم کی کتابوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ منشی عبدالرحمٰن خان صاحب لائقِ تعریف ہیں کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے

لیئے ازراہِ اخلاص اتنی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اور مولوی ثناراللہ خان صاحب شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ انہوں نے اس مفید کتاب کی نشرو اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ اس قسم کی کتابوں کی اشاعت ہونی چاہیئے۔ تاکہ مسلمان ان سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں مستفید ہو سکیں۔

رسالہ "ترجمان القرآن" جلد ۴۳ (۶ مارچ ۵۵ئہ)

معلومات افزا کتاب

حدیث پر متجددین کا حملہ اس لحاظ سے موجب خیر بھی ہو رہا ہے کہ اس کے ردِ عمل کے طور پر حدیث کی حقیقت اور اس کی دینی اہمیت پر مفید لٹریچر سامنے آ رہا ہے۔ یہ کتاب بھی فتنۂ انکارِ حدیث کے رد اور حدیث کی قدر و قیمت کی توضیح میں لکھی گئی ہے۔ منکرینِ حدیث کے ذہن خصوصاً پرویزی مدرسۂ فکر کا تجزیہ ضروری اقتباسات جمع کر کے کیا گیا ہے۔ بہت سی باتیں معلومات افزا ہیں۔ —— کمی صرف ایک ہے کہ اندازِ بیان حکیمانہ اور سنجیدہ ہونے کی بجائے مناظرانہ رنگ اختیار کر گیا ہے اور اس طبقہ کو متاثر کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا جو درحقیقت پیشِ نظر فتنے کی زد میں ہے۔

ماہنامہ "چراغِ راہ" کراچی (دسمبر ۱۹۵۴ئہ)

ایک مفید کتاب

ملتِ پاکستان دین سے فرار چاہنے والے ایک خاص طبقہ کے جس "حیلۂ پرویزی" سے

دوچار ہے۔ اس نے ضرورت پیدا کر دی ہے کہ انکارِ حدیث کے فتنہ کے توڑ میں لکھنے والے لکھیں۔ چنانچہ متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ بھی ہے۔ اس کتاب میں منکرین حدیث، ان کے بڑے بڑے لوگوں اور ان کے جملۂ خاص کی پیش کردہ مناظرانہ فکر کو مختلف اقتباسات کے ذریعے سامنے لا لا کر زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اور مقابلے پر اصل حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ اور فی الجملہ بہت سی مفید معلومات عام لوگوں کے لئے جمع ہو گئی ہیں۔

یہ ایک بڑا فتنہ ہے اور اس پر اہلِ حق کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور ان منکرینِ حدیث کی گھٹیا تحریریں پڑھنے کا ایک تند ردِ عمل ذہنوں میں نمودار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب کی زبان انہی منکرینِ حدیث کی سطح پر جا گری ہے۔

"مشاہدات و واردات"

ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ (نومبر ۱۹۵۵ء)

بصیرت افروز کتاب

مصنف روشناس صاحب قلم اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ اب انہوں نے اپنی زندگی کے تجربات اور بعض افکار و خیالات کو "مشاہدات و واردات" کے نام سے کتابی شکل میں مرتب کیا ہے۔ ان میں ابتدا سے تلاشِ حق اور حرکت و عمل کا مادہ تھا۔ اس لئے انہوں نے مختلف اوقات میں مختلف راہیں اختیار کیں۔ ان کا تعلق اسٹوڈنٹس فیڈریشن، کانگریس، مجلس احرار اور مسلم لیگ وغیرہ مختلف جماعتوں سے رہا اور مذہبی تعلیمات سے بھی پوری آگاہی حاصل کی۔ آخر میں سلوک و معرفت کے کوچہ میں قدم رکھا۔ اور اس کے احوال و مقامات کی سیر کی۔ کسب معاش

کے سلسلہ میں کچہری سے تعلق رہا جو بجائے خود ایک بڑی تجربہ گاہ ہے۔ ان تمام مراحل میں ان کو جو دینی و دنیاوی اور اخلاقی و مادی تجربات حاصل ہوئے۔ اور اس سے جو خیالات پیدا ہوئے ان کو انہوں نے سبق آموز اخلاقی و اصلاحی رنگ میں پیش کیا ہے۔

یہ کتاب ۲۱-۲۲ مضامین پر مشتمل ہے۔ مثلاً کچھ اپنے متعلق۔ اولیا اللہ کی معرفت، سکونِ قلب کی تلاش، روحانیت کی فتح۔ عذابِ قبر کی ابتدار، اقبال اپنی نظر میں۔ قائداعظم کی نماز، قائداعظمؒ کا مقام، فرودگاہِ محمد بن قاسم، علمائے حق اور ارباب مسلم لیگ، انگریزی نظامِ حکومت و عدالت، اربابِ اقتدار کا اخلاق، پرویز کا اسلام وغیرہ۔

اس فہرست سے مضامین کی نوعیت کا اندازہ ہوگا۔ ان سب میں کوئی نہ کوئی دینی یا دنیاوی سبق پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ کتاب دونوں حیثیتوں سے مفید ہے، اس سے اخلاقی سبق بھی حاصل ہوتا ہے اور دنیاوی امور میں بصیرت بھی حاصل ہوتی ہے۔ ——— لیکن قائداعظمؒ کے دینی و روحانی درجہ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ان کے روحانی تعلق کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہم ظاہر بینوں کی فہم سے باہر ہے۔

روزنامہ "نوائے وقت" (۲، ستمبر ۵۵ء)

کوزے میں دریا

عبدالرحمٰن خان صاحب ایک کہنہ مشق اہلِ قلم ہیں اور ایک ایسے مسلمان جنہوں نے اہل اللہ کی صحبت سے روحانی دنیا میں بہت کچھ حاصل کیا۔ ان کا گھر ہمیشہ ایسے حضرات کا مہمان خانہ رہا ہے، صالحین کی روش کا اتباع ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ اور فقراء سے صحبت آپ کی طبعی رغبت رہی ہے۔ اس سلسلہ میں آپنے گوناگوں مشاہدات و واردات کو ان مسلمانوں کے استفادہ کے لیے مرتب کیا ہے۔ جو مادہ پرستی کی رو میں بہہ کر روحانی دُنیا کو قطعاً نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ خانصاحب نے اپنی تمام

تصانیف میں تبلیغی نقطہ اور مسلمان را سلمان باز گردند کے مشن کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔
ان واردات و مشاہدات میں کئی ایسے ہیں۔ جنہیں شاید کوئی باور نہ کر سکے۔ لیکن اس کا لطف کچھ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں۔ جنہیں یہ لگن ہو۔

زیر نظر کتاب میں علامہ اقبال اور قائداعظم پر ایک دو پُر از معلومات مضامین ہیں۔ جن سے ان مردانِ مجاہد کے کردار کے بعض ایسے پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ جن سے شاید بہت کم لوگ واقف ہوں۔ ——— اسی طرح فرودگاہ محمد بن قاسم کے زیر عنوان باب میں ملتان کے ایک موضع محمد پور گھوٹہ کے سفر کا دلچسپ تذکرہ ہے۔ یہ وہ مقام ہے، جہاں پہلی صدی ہجری کے اواخر میں اسلام کے سترہ سالہ مخلص مجاہد اور سپہ سالار محمد بن قاسم نے پڑاؤ کیا تھا۔

"ارباب اقتدار کا اخلاق" ——— کے زیر عنوان بڑے اثر انگیز واقعات درج کئے گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ ۲۶۵ صفحات کے کوزے میں تجربات، مشاہدات، واردات، احساسات و جذبات کے ایک دریا کو بند کر دیا گیا ہے۔

هفت روزہ "صدق جدید" لکھنؤ (۲۷ اپریل ۱۹۵۶ء)

رنگا رنگ آپ بیتی

یہ کشکول کی قسم کی ایک صاحب قلم کی آپ بیتی ہے۔ جو آج کل حضرت تھانویؒ صاحب کی سوانح عمری سیرتِ اشرف کے نام سے تیار کر رہے ہیں۔ اور اسی سے ان کے اعتقادی اور روحانی رجحانات کا اندازہ کسی قدر ہو سکتا ہے، کتاب کا عنوان اس کے موضوع کا پوری طرح مظہر ہے۔ یعنی اس میں مصنف نے اپنے مشاہدات یا مطالعہ کے خارجی واقعات بھی درج کئے ہیں اور اپنے واردات یا باطنی و روحانی تجربات بھی۔ چھوٹے بڑے کل ۲۳ مضامین کا یہ مجموعہ ہے۔ اور اس مجموعۂ اوراق میں اولیاء اللہ کی معرفت اور انتخاب مرشد سے لیکر قائداعظم کی نماز اور قائداعظم کے مقام سے ہوتے

ہوئے۔ مولانا مودودی کا اجتہاد اور مسٹر پرویز کا اسلام تک سیاسی، روحانی، سوانحی مختلف قسم کے مضامین مل جائیں گے۔ اور یہ رنگارنگی ممکن ہے بہتوں کے لئے خود ایک کشش رکھتی ہو معیار تحقیق ہر جگہ بلند نہیں اور مصنف کو محقق ہونے کا ادعا بھی نہیں۔

"کچھ اپنے متعلق" ——— کے تحت میں شروع ہی میں انہوں نے اپنے حالات سادگی بے تکلفی اور دلیری سے لکھ دیئے ہیں۔ واقعات و روایات کے بیان میں وہ بجائے محدثین کے ان صوفیہ صافیہ کے نقش قدم پر ہیں، جن کے ہاں حسن عقیدگی ہر چیز پر غالب رہتی ہے۔

انہوں نے زندگی کے نشیب و فراز اچھے خاصے دیکھے ہیں۔ جس طرح عام انسان دیکھتا ہے۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ یہ ان سے اپنی فہم و بصیرت کے مطابق سبق لیتے اور نکالتے گئے ہیں۔ گو یہ بالکل ضروری نہیں کہ ان کے نکالے ہوئے شعوری اور لاشعوری نتائج سے ہر پڑھنے والا متفق ہی ہو۔

آغازِ کتاب میں ایک شعر انہوں نے خوب لکھ دیا ہے ؎

دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے وہ لوٹا رہا ہوں میں

ساری کتاب شرح ہے اسی متن کی۔

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ۱۱ر جنوری ۱۹۵۶ء

دلآویز اور سبق آموز کتاب

منشی عبدالرحمٰن خان صاحب گوناں گوں اوصاف کے مالک شخص ہیں۔ ان کو زندگی کے بے شمار تلخ و شیریں شب و روز سے گزرنا پڑا ہے۔ ملکی حالات و کوائف اور سیاسیات کے کئی دوران کی نظر کے سامنے سے گزرے ہیں۔ اور انہوں نے ان کا خوب خوب مشاہدہ کیا ہے۔ اس سلسلہ

ہیں ان کے ساتھ جو کچھ پیش آیا۔ اور انہوں نے حالات کا جو مطالعہ کیا۔ وہ مشاہدات و واردات کی صورت میں جمع کر دیا ہے۔ اس کے بعض اجزاء دل آویز بھی ہیں اور سبق آموز بھی ——— یوں تو ساری کتاب ہی لائق مطالعہ ہے۔ لیکن اقبال اپنی نظر میں" فرزدگاہ محمد بن قاسم" "ارباب اقتدار کا اخلاق" "کمیونسٹوں کی جنت" اور "پہ دینہ کا اسلام" تو اس کے وہ حصے ہیں جو خاصے پُر لطف اور معلومات افزا ہیں۔

"حقائق و معارف"

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور (۲۲ جون ۵۶ء)

قابل داد انتخاب

عبدالرحمٰن خان صاحب کی ایک تصنیف ——— "مشاہدات و واردات" پر عرصہ ہوا تبصرہ ہو چکا ہے۔ خانصاحب موصوف نے نئی تصنیف "حقائق و معارف" میں مختلف موضوعات پر علیحدہ علیحدہ اُردو کے مشہور شعراء کے اشعار جمع کئے ہیں۔ یہ موضوعات حروف تہجی کی ترتیب سے دیئے گئے ہیں۔

مثلاً ابتدار و انتہا۔ اتحاد، اثر، احسان، ایمان، باری تعالیٰ، توکل، حیات وغیرہ جملہ ۷۹ا موضوعات منتخب کئے گئے ہیں۔ اس سے مقررین، مقالہ نگاروں اور مضمون نگاروں کے لئے بڑی سہولت ہو گئی ہے۔ اشعار کے انتخاب میں سلیقہ کارفرما ہے اور مرتب کے حسن انتخاب کی داد دینی پڑتی ہے ——— کتابت و طباعت دیدہ زیب، کاغذ اچھا، مجلد دو رنگی دلکش گرد پوش۔

ماہنامہ "فاران" کراچی (جولائی ۱۹۵۶ء)

تعمیری انتخاب

یہ مرقع جناب منشی عبدالرحمن خان کی کاوشوں کا حاصل ہے۔ تین سو دس عنادین کے تحت مختلف شعرا کے منتخب اشعار درج ہیں، اس مجموعۂ انتخاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اخلاق و اصلاح کے مقصد کو سامنے رکھ کر اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو خواتین بھی پڑھ سکتی ہیں کیونکہ بے راہ روی، آزاد خیالی اور شوخی دنیا کی کی پرچھائیں بھی فاضل مرتب نے کہیں نہیں پڑنے دی۔

"قندیل" (جولائی ۵۶ء)

دلچسپ انتخاب

یہ اسی ادارہ کی دوسری کتاب ہے اور اسے بھی "خضر و مسیحا" کے مرتب نے ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب میں جدید اساتذہ کے متفرق اشعار جمع کئے گئے ہیں۔ مختلف موضوعات کے تحت جس قدر بھی اشعار مل سکتے ہیں وہ بڑی خوبی سے پیش کئے گئے ہیں۔ اشعار کا یہ انتخاب خاصا دلچسپ ہے۔

"خضر و مسیحا"

ہفت روزہ "قندیل" لاہور (۸ ر جولائی ۵۶ء)

تعمیری رجحانات کی علمبردار

"خضر و مسیحا" —— میں اخلاقی، قومی اور خالص اسلامی موضوعات پر شعراء کی نظمیں پیش کی گئی ہیں، اس مجموعہ میں اثر صہبائی، عدم، جوش ملیح آبادی، ماہر القادری اور علامہ اقبال ایسے بلند پایہ مفکروں کے روح پرور کلام شامل ہیں —— نظموں کا بیشتر حصہ ملک کے معیاری رسائل میں شائع ہو چکا ہے۔ اور مرتب کی یہ کوشش قابل داد ہے کہ اس نے کافی محنت اور احتیاط سے انہیں یکجا کیا ہے۔ مصنف کی یہ کوشش ادب کے مواد میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

مرتب کا انتخاب اس لحاظ سے بھی قابل داد ہے کہ اس نے "خضر و مسیحا" —— میں ایسی نظمیں شامل کی ہیں، جو تعمیری رجحانات کی علمبردار ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ پوری انسانی برادری کے لئے یکساں مفید ہے۔

ماہنامہ "ہمایوں" لاہور (جون ۱۹۵۶ء)

غنیمت خوانِ نعمت

اس میں بعض مشہور اور بعض ایسی دلکش نظمیں موجود ہیں، جو پڑھنے اور بار بار پڑھنے

کے قابل ہیں۔ قوم جس دور سے گزر رہی ہے۔ اس کے لئے یہ خوان نعمت غنیمت ہے۔

ماہنامہ "الحمراء" لاہور (اپریل ۱۹۵۶ء)

معیار بلند قابل مطالعہ

اس مجموعہ کی بیشتر نظمیں بلند معیار اور قابل مطالعہ ہیں۔ مرتب کا قومی جذبہ اور ذوقِ صحیح مستحقِ ستائش ہے۔

"اقبال اور ملّا"

ہفت روزہ "چٹان" لاہور (۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء)

علماء دشمنی

زیر نظر کتاب "اقبال اور ملّا" بزم اقبال لاہور کے رسالے "اقبال اور ملّا" کا جواب ہے۔ مصنف نے اقبال کے کلام سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال کو ملّا سے کوئی کد نہ تھی۔ انہوں نے اپنے مکاتیب اور اپنے اُردو فارسی کلام میں علماء کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ البتہ وہ نام نہاد علماء جنہیں غزالی سے لیکر شاہ ولی اللہ اور شاہ ولی اللہ سے لیکر مولانا آزاد تک ہر عالم متبحر نے قوم کے جسم میں رستا ہوا ناسور قرار دیا ہے۔ علامہ اقبال کی نظر میں بھی مذموم تھے۔ "اقبال اور ملّا" ایسی کتاب میں علماء دشمنی کا انتساب

شرافت سے گری ہوئی بات ہے۔ اچھا ہوا کہ منشی عبدالرحمٰن خان نے اس کی تردید کر دی۔ کتاب کا نام "اقبال اور مسٹر" گمراہ کن ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کوئی ایسی الزامی کتاب ہے جس میں دلائل سے کم اور جذبات سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔

ہفت روزہ "صدق جدید" لکھنؤ (۲۹ مارچ ۱۹۵۷ء)

علاج بالمثل

اس دلچسپ رسالہ کی حیثیت تمام تر "در جواب آں غزل" کی ہے۔ عرصہ ہوا ایک رسالہ "اقبال اور ملا" کے نام سے خلیفہ عبدالحکیم صاحب ڈائریکٹر ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کے قلم سے شائع ہوا تھا۔ جس میں اقبال کے کلام سے کٹھ ملاؤں اور علماء سوء کے خلاف لکھے ہوئے تمام تر منتشر اشعار کو چن کر یکجا کر دیا گیا تھا۔ اس پر صدق نے اپنے تبصرہ کے ضمن میں، ۲۷ جون ۵۵ء کو لکھا تھا کہ:

"کوئی منچلا اس قسم کی کوشش کر کے رسالہ "اقبال اور مسٹر" بھی تیار کر سکتا ہے"

پیشِ نظر رسالہ اس طرح کے علاج بالمثل کی ایک مثال ہے۔ اس میں کلامِ اقبال سے تو نہیں البتہ نثرِ اقبال سے تمام ایسی عبارتیں چھانٹ لی گئی ہیں۔ جن سے "اقبال اور ملا" کا پورا رد نکل آتا ہے۔

رسالہ بجائے خود ضروری تھا یا نہ تھا۔ یہ ایک الگ بحث ہے، لیکن بہرحال "اقبال اور ملا" کے وجود کے بعد اس کا شہود بھی ایک ناگزیر ردِ عمل سا بن گیا تھا۔ چنانچہ جو صاحب بھی "اقبالی" ملا کے دیدار سے مشرف ہو چکے ہیں۔ انہیں چاہئیے کہ وہ اس اقبالی مسٹر سے بھی ضرور شرف نیاز حاصل کریں۔

ماہنامہ "فاران" کراچی (دسمبر ۱۹۵۶ء)

مفید جواب

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے صدر خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے "اقبال اور ملّا" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں مُلّا کی آڑ میں علماء دین پر خوب پھبتیاں چست کی ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ اپنے دل کا بخار نکالا ہے۔ اور سب سے بڑی جسارت بلکہ تحریف و خیانت یہ کی ہے کہ اپنے ان مزعومہ خیالات کا جوڑ علامہ اقبال کے شعروں سے ملا دیا ہے۔

منشی عبدالرحمٰن خان صاحب نے اقبال کے مکاتیب اور ان کے مضامین کے بعض اقتباسات کے ذریعے خلیفہ عبدالحکیم صاحب کے ان الزامات کی تردید کی ہے۔ اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ اقبال علماء دین کا بہت احترام کرتے تھے۔ اور بقول مولانا عبدالماجد دریابادی کہ "اقبال نے بے شک ملّا پر نکتہ چینی کی ہے۔ لیکن مُلّا سے ان کی مراد ہمیشہ کٹھ ملّا سے رہی ہے" اقبال اور مسٹر جس نیک مقصد کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس کی افادیت مسلّم ہے۔

"تعمیر پاکستان اور علماء ربانی"

ماہنامہ "فاران" کراچی ستمبر ۱۹۵۶ء

قابل قدر ریسرچ

اس کتاب کے آغاز میں ان اسباب و محرکات کو ایک ایک کر کے گنایا گیا ہے۔ جن کو

دیکھ کر مسلمانوں کو قیام پاکستان اور تقسیم ہند کا مطالبہ کرنا پڑا۔ ان تاریخی حقائق کا آغاز سیواجی مرہٹہ کی مسلم دشمنی سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد رام راج کی مہم، راشٹریہ سیوک سنگھ کے قیام، آریہ سماج کی تحریک، گئو رکھشا، ہندو مہاسبھا، اور شدھی کے فتنوں کا ذکر ہے۔ اس کے بعد پاکستان کی داستان شروع ہوتی ہے اور اس سلسلہ کا سب سے بڑا انکشاف :۔ ———

"اسلامی سلطنت کے قیام کا جو خیال علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے متذکرہ بالا اجلاس (۲۹، دسمبر ۱۹۳۰ء) میں پیش کیا تھا۔ بالکل وہ ہی خیال ان سے بہت پہلے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اپنی مجلس عام میں کئی بار ظاہر فرما چکے تھے۔ بلکہ اس کا مکمل خاکہ اور حصول کا پروگرام بھی بنا چکے تھے۔" (صد ۵۰)

فاضل مصنف کی یہ ریسرچ قابل قدر ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور قائد اعظم مرحوم کی آپس میں قیام پاکستان کے سلسلہ میں خط و کتابت رہتی تھی۔ تھانہ بھون سے مسٹر محمد علی جناح کی خدمت میں علماء کے وفود جاتے رہتے تھے۔ طویل گفتگوئیں ہوتی تھیں۔ قائد اعظم کو مولانا تھانوی وعظ و تلقین فرماتے رہتے تھے۔ یہ باتیں اس تفصیل کے ساتھ پہلی بار منظر عام پر آئی ہیں ——— اس کے راویوں میں دیوبند کے بلند پایہ علماء کرام شامل ہیں۔ لہٰذا ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان روایتوں کو شبہ کی نگاہ سے دیکھیں۔

قیام پاکستان کے سلسلہ میں علماء کرام کی جد و جہد کو اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ——— اس میں کوئی شک نہیں کہ مطالبۂ پاکستان کو علماء کرام کی تائید نے بڑی تقویت پہنچائی۔ ان میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرِ فہرست نظر آتا ہے۔

روزنامہ "نوائے پاکستان" (۱۵؍نومبر ۱۹۵۶ء)

قابلِ قدر تصنیف

زیرِ تبصرہ کتاب — "تعمیر پاکستان اور علماء ربانی" — مخصوص گروہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لئے ایک قابلِ قدر تصنیف ہے۔ جسکا مقصد تاریخ کے ایک خاص واقعہ کو منضبط کرنا ہے، فاضل مصنف نے کتاب کا جو عنوان تجویز کیا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف کی کتاب صرف ان علماء ربانی کے زریں کارناموں سے مرتب ہے جنہوں نے قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ مگر آپ جب کتاب پر سرسری نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ بات مذکورہ مفہوم تک محدود نہیں۔ بلکہ اس میں قیام پاکستان کے بعد کے واقعات بھی مندرج پائیں گے۔ جن کا کتاب کے عنوان سے کم از کم کوئی تعلق نہیں ہے۔

فاضل مصنف نے کتاب کے ابتدائی حصہ میں قیام پاکستان کے محرکات بیان کرتے ہوئے ہندوستان کی سیاسی، سماجی اور اخلاقی زندگی پر تبصرہ کیا ہے کہ وہ کون سے اسباب و علل تھے۔ جو بالآخر پاکستان کے قیام پر منتج ہوئے۔ مختصر پس منظر بیان کرنے کے بعد فاضل مصنف نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کی تجویز حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی فراست اور دُور اندیشی کی مرہونِ احسان ہے۔ اور پاکستان کا تصور حکیم الامت علامہ اقبال نے نہیں بلکہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے پیش کیا تھا۔ اور یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ جمعیۃ علماء اسلام سے متعلق حضرات نے قائدِ اعظم مرحوم کی زندگی میں نمایاں دینی انقلاب برپا کر دیا تھا۔ اور اس کتاب کے آخری حصہ میں پاکستان کے دستور اور اس کے نفاذ کے سلسلہ میں علماء کی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے پورا زورِ قلم اس بات پر صرف کیا ہے کہ پاکستان کا دستور دربار اشرفیہ کے علماء کرام کی مسلسل جدوجہد

کا نتیجہ ہے۔ فاضل مصنف نے کتاب کی ترتیب و تدوین پر خاصی محنت کی ہے۔

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور (۱۱ جنوری ۱۹۵۶ء)

ایک مکمل تاریخ

منشی عبدالرحمن صاحب حلقۂ اہل علم میں متعارف شخصیت ہیں۔ یہ متعدد اسلامی و تاریخی کتابوں کے مصنف ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب —— "تعمیر پاکستان اور علمار ربانی" —— ان کی تازہ تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے تحریکِ قیام پاکستان پر تفصیل سے بحث کی ہے اور ان اسباب کا جائزہ لیا ہے جو قیام پاکستان پر منتج ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں ہندوؤں کی روشِ متعصبانہ اور اسلام کے بارے میں ان کے خیالات و افکار کا تجزیہ کیا گیا ہے، ہندوؤں کی تنگ دلی سے مسلمانوں نے قدرتی طور پر جو تأثر لیا ہے۔ اس کا بعض پہلوؤں سے تفصیلی اور بعض پہلوؤں سے اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اس ضمن میں قائداعظمؒ کی مساعی کا سلسلہ چلتا ہے۔ اس میں علمار نے جو تگ و دو کی اور پاکستان کی تحریک میں جو حصہ لیا۔ اس کے بعض ایسے ایسے گوشے اجاگر کئے گئے ہیں جن سے اکثر لوگ واقف نہیں ہیں۔

مثلاً حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مسٹر محمد علی جناح مرحوم کی ملاقاتیں۔ ان کی مراسلت و مکاتبت، اور مسئلہ پاکستان پر ان کی گفتگوؤں کا حصہ معلوماتی ہے۔ علاوہ ازیں اس باب میں دیگر علمار کی مساعی کا ذکر ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اسلامی دستور کے ضمن میں علمار کی کوششوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

اس لحاظ سے یہ کتاب —— تحریک قیام پاکستان سے لیکر اب تک کی ایک مکمل تاریخ ہے۔ اور ان تمام ادوار پر حاوی۔ جن سے اس تحریک کو گزرنا پڑا۔ اور جو اس کا باعث و موجب ہوئے۔ کتاب دلچسپ اور معلوماتی ہے۔ اسلامی اور

سیاسی لحاظ سے بحث ونظر کے کچھ نئے گوشے اس کے مطالعہ سے قاری کو اپنے سامنے کھلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

"انسانیت حیوانیت کی راہ پر"

ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ (نومبر ۱۹۵۶ء)

یورپی تہذیب کے مکروہ خدوخال

یورپ کی تہذیب خالص مادی ہے۔ اس کو اخلاق و روحانیت، خدا کے خوف اور آخرت کے مواخذہ سے کوئی علاقہ نہیں۔ اور اس کا مقصد بغیر کسی قید کے دنیاوی تعیشات سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوزی ہے۔ اس آزادی نے یورپ کی قوموں کو ہوا وہوس اور نفس پرستی میں اس قدر غرق کر دیا ہے۔ کہ بعض پہلوؤں سے ان کی زندگی حیوانیت کی حد تک پہنچ گئی ہے ـــــ جس کے واقعات خود یورپ کے اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور یورپ کے ان مفکرین کو جن میں کچھ بھی اخلاقی احساس باقی ہے اس امر کا اعتراف ہے۔ اور وہ اس پر تشویش کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ یورپی تہذیب کے اس مکروہ رُخ کو اکثر ـــ "صدق جدید" ـــ بے نقاب کرتا رہتا ہے۔ اب منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب نے ان حیوانی واقعات کو "صدق جدید" دیگر اخبارات ورسائل اور یورپین مصنفین کی کتابوں سے لیکر مختلف سرخیوں کے ماتحت اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس کے اثرات ہندو پاکستان میں بھی دکھائے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے۔ جس میں یورپی تہذیب کے مکروہ خدوخال نظر آجاتے ہیں اور ہندوستان وپاکستان کے باشندے اس سے سبق بھی

حاصل کر سکتے ہیں۔

ماہنامہ "فاران" کراچی (اکتوبر ۵۷ء)

حیوانی تہذیب کی شیشہ گری

جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب نے دین و اخلاق کی قلمی خدمت کو اپنی زندگی بنا لیا ہے۔ ان کی کوئی نہ کوئی تصنیف یا تالیف چند مہینے یا سال دو سال کے وقفہ کے بعد چھپتی ہی رہتی ہے۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے تفصیل کیساتھ بتایا ہے کہ نفس پرستی، فحش نگاری، مجرم سازی، مہذب بیوائی، جنسی عیاشی، شہوانی انارکی، بے راہروی، شائستہ درندگی، اقتدار کوشی اور فرض ناشناسی سے جو دُنیا دوچار ہے یہ سب عصر حاضر کے خدا ناشناس تمدن اور آخرت فراموش تہذیب کی شیشہ گری ہے، آج کی سوسائٹی انسانیت کی صراط مستقیم سے ہٹ کر حیوانیت کی راہ پہ جارہی ہے۔ انسان رفتہ رفتہ درندہ بنتا جارہا ہے۔ مصنف نے یورپ کی کتابوں اور اخباروں کے مستند اقتباسات دیکر اپنے اقوال پر دلیلیں فراہم کی ہیں۔ یورپ کی خانہ ساز جمہوریت کے استبداد کی لرزہ خیز مثالیں پیش کرنے کے بعد "اشتراکیت" کی سنگدلی اور بے رحمی کو بھی کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے۔ لائق مصنف نے بڑی دیانت کیساتھ ان کتابوں اور اخباروں کی فہرست درج کردی ہے۔ جن سے اس کتاب کی تدوین میں مدد لی گئی۔

کتاب ——— اپنے موضوع پر خوب ہے۔ مسلم نوجوانوں کو اس کے مطالعہ سے یقیناً فائدہ ہوگا۔

"شانِ ہند" دہلی (جولائی ۱۹۵۸ء)

انسانیت کی بہترین خدمت

روحانی ۔ مادی اور اخلاقی ترقی کے لئے اسلامی فکر و نظر پیدا کرنا ناگزیر ہے اور اس کے لئے معیاری اسلامی لٹریچر کی نشر و اشاعت ضروری ہے، زیرِ نظر کتاب "انسانیت حیوانیت کی راہ پر" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ۔ فرنگی تہذیب نے انسانیت کے ماحول کو جس طرح جراثیم آلود کیا ہے ۔ اس کا تجزیہ فاضل مصنف نے نہایت شرح و بسط سے کیا ہے اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ خود حکمائے مغرب کے دلائل کی روشنی میں فرنگی تہذیب کی نقاب کشائی کی گئی ہے اور اس کے نتائج و اثرات کو خود دانایانِ فرنگ کے اعداد و شمار سے واضح کیا گیا ہے ۔ اس کتاب کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہتے ہوئے مسرت محسوس ہوتی ہے کہ فاضل مصنف نے یہ کتاب لکھ کر انسانیت کی بہترین خدمت انجام دی ہے ۔

"عورت انسانیت کے آئینہ میں"

ہفت روزہ "قندیل" لاہور (۲۴ اگست ۱۹۵۸ء)

دلچسپ اور اثر انگیز

عورت کے وجود سے متعلق آج تک بہت سے نظریات نے جنم لیا ہے ۔ اور بیشتر تعداد ایسے نظریات کی ہے جو عورت کو ناقص العقل اور ایک انتہائی کمزور چیز ظاہر کرتے ہیں ۔ انکے

علاوہ اسلام نے عورت کا جو مقام متعین کیا ہے۔ وہ بعض ذہنوں میں تو ضرور موجود ہے لیکن عملی طور پر مفقود ہے۔

کتاب کے فاضل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ عورت ہی ایک ایسا عنصر ہے۔ جو اس دنیا میں نظام تمدّن کو وجود میں لانے کا ذمہ دار ہے۔ مصنف نے عورت کی نسائیت پر قلم اٹھانے کی بجائے اس کی انسانیت کے گوشوں کو علم القرآن، علم التاریخ۔ علم التشریح اور علم النفس کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ جس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ——— فطرت نے عورت کو انسانیت کا بلند و ارفع مقام بخشا ہے۔ لیکن مرد نے اپنے حقوق و اختیارات میں ایک نام نہاد اضافہ کر کے عورت کو اس کے صحیح مقام سے گرانے کی کوشش کی ہے۔

اس تصنیف کا وہ حصّہ خاصہ دلچسپ اور اثر انگیز ہے۔ جہاں فاضل مصنف نے تاریخی شواہد کے حوالوں سے عورت کے دامن پر ضعیف الفطرت اور ناقص العقل ہونے کے الزامات کی تردید کی ہے، اور یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ عورت مرد کی نسبت زیادہ بلند فطرت اور ذکی الحس ہے۔ ——— مصنف کا اندازِ بیان نہایت پیارا ہے اور عورت کے بنیادی تصوّر کو اچھی طرح واضح کرتا ہے۔

اگرچہ فی زمانہ عورت ترقی کی راہوں پر مرد کے شانہ بشانہ چلنے کی جرأت کر رہی ہے۔ تاہم اس تصنیف کے ذریعے اُن آوازوں کو دبایا جا سکتا ہے۔ جو عورت کے موجودہ معاشرتی کردار کے خلاف ابھرتی رہتی ہیں۔ کتاب میں جہاں عورت کے تقاضوں کی مناسب حمایت کی گئی ہے۔ وہاں مردوں کو بھی اپنی روش کے بارے میں دعوتِ فکر دی گئی ہے۔

ماہنامہ "تعمیرِ انسانیت" لاہور (اگست دستمبر ۵۸ء)

غلط روش پر مدلّل تنقید

منشی عبدالرحمٰن خان ایک کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ اور علمی و مذہبی موضوعات

پر اکثر ان کی تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اس دور میں جن اہل قلم نے اپنی صلاحیتیں اصلاحِ ملک و ملت کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ منشی صاحب کا ان میں نمایاں مقام ہے اور زیرِ نظر کتاب اس کا ایک واضح اور بیّن ثبوت ہے۔

عورت مشرق و مغرب میں ہر جگہ مظلوم ہے۔ مغرب اسے آزادی اور مساواتِ کامل کا چکمہ دے کر متاعِ نسوانیت سے محروم کر دیتا ہے۔ اور مشرق اس کے مقام سے بے خبر اس کو واجبی سی مراعات دینے پر بھی تیار نہیں۔ اسلام ان دونوں کے درمیان ایک نکتۂ اعتدال فراہم کرتا ہے۔ اور منشی صاحب نے اپنی کتاب میں مشرق و مغرب کی غلط روش پر مدلّل تنقید کرنے کے بعد اسے بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔

کتاب کا وہ باب جس میں منشی صاحب نے عورت کی ذکاوت و ذہانت اور زندہ فراست کو تاریخ کے پس منظر میں اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے خوب ہے، مجموعی طور پر کتاب بہت خوب ہے اور ہم ہر پڑھے لکھے آدمی سے اس کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور

فضیلتِ مرد کس بناء پر؟

منشی عبدالرحمٰن خان صاحب محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ اسلامی تعلیمات اور اس سے متعلقہ موضوعات پر ایک درجن سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا مشن ؏

مسلماں را مسلماں باز کردند

بنا لیا ہے —— زیرِ نظر تصنیف میں فاضل مصنف نے انسانی تاریخ، مختلف مذاہب اور پیشوایان کی تعلیمات کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

کہ بحیثیت انسان مرد کو عورت پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ بلکہ دونوں مساوی الدرجہ ہیں۔ اور مرد کو عورت پر جو ایک گونہ فضیلت بخشی گئی ہے وہ فرائض و حقوق کی بنا پر ہے۔ مگر افسوس کہ مرد نے شروع سے خود کو عورت پر ہمہ دستی حاکم تصور کیا ہے۔

"سیرتِ اشرف"

ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ (اگست ۱۹۵۷ء)

ساری محنتوں کا نچوڑ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ذاتِ گرامی اپنی غیر معمولی شہرت کی بنا پر ادنیٰ تعارف سے بے نیاز ہے ـــــــ یہ کتاب اسی ذاتِ گرامی کی سوانح عمری ہے مؤلف سیرت نے صاحب سیرت کو خود دیکھا نہیں۔ لیکن ان کی سیرت کو پڑھا ہے۔ اور مختلف کتابوں میں جو کچھ پڑھا ہے۔ اس کو ایک خاص ترتیب سے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ گویا اب تک کی ساری محنتوں اور کاوشوں کا نچوڑ ہے۔

مؤلف نے اس سیرت کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور ان چار حصوں میں مختلف مناسبتوں سے عہدِ طفولیت سے لے کر سفرِ آخرت تک کے سوانح حیات کی تمام تفصیلات کو سمیٹ لیا ہے۔

مؤلف کا اصل مقصد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور اصول تزکیہ و تربیت کو اجاگر کرنا ہے۔ اور وہ اس میں پوری طرح کامیاب رہے ہیں ـــــــ اور کتاب بڑی جامع ہے۔

بسم اللہ

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور (۶ر ستمبر ۱۹۵۷ء)

ایک معلوماتی اضافہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی متعدد سوانح حیات لکھی گئی ہیں "سیرت اشرف" ان میں ایک معلوماتی اضافہ ہے۔ ـــــــ مؤلف نے مولانا تھانویؒ کو دیکھا نہیں، لیکن ان کی سیرت کچھ اس انداز اور اسلوب سے لکھی ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم کے ساتھ ان کے گہرے روابط رہے ہیں۔

کتاب چار حصوں پر منقسم ہے۔ جس میں نام و نسب سے لیکر سفر آخرت تک کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کتاب معلومات سے پُر ہے اور مؤلف کی ہمت قابل داد ہے، اور ان کا کمال ہے کہ انہوں نے حضرت تھانویؒ کی زیارت کئے اور ان کی صحبت میں رہے بغیر ایسی مفصل اور طویل سوانح عمری لکھ دی اور ان کی زندگی میں پیش آمدہ اہم واقعات کی پوری نشان دہی کر دی منشی صاحب ایک مخلص اہل قلم ہیں ـــــــ اور ان کا اخلاص کتاب کے ہر باب میں عیاں ہے۔

ماہنامہ "فاران" کراچی (دسمبر ۱۹۵۷ء)

جانفشانی، تحقیق اور عرقریزی

حضرۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زندگی اور حالات پر اب تک کئی کتابیں آچکی ہیں۔ "سیرت اشرف" ان تمام کتابوں کی جامع ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضخیم و مفصل ہے۔ فاضل مؤلف نے بڑی عقیدت و خلوص کیساتھ اسے مرتب کیا ہے اور صاحب سیرت کی زندگی اور کمال

کے کسی گوشہ کو شرح اور بسط کے بغیر نہیں چھوڑا۔ اس راحت پسند زمانہ میں اس قدر جانفشانی اور تحقیق و عرق ریزی کیساتھ عام طور پر دورِ حاضر کے مشاہیر کے سوانح حیات شاذ و نادر ہی جمع کئے جاتے ہیں۔

مؤلف نے خاصی کاوش سے کتاب کو مرتب کیا ہے اور اپنی عقیدت کے اظہار کا کوئی عنوان باقی نہیں رہنے دیا۔

"صحابہؓ کبار حضرت علیؓ کی نظر میں"

ماہنامہ "محدث" لاہور ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

ایک نادر طریق

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین امت مسلمہ کا وہ ایک مثالی معاشرہ ہے جو قرآن اور اسوۂ حسنہ کا پہلا امین و وارث اور دین مبین کا ناقل و راوی ہے۔ اور مجموعی لحاظ سے اس طائفہ حقہ کے شب و روز پر قرآن اور رسول نے اعتماد کیا۔ اور ان کو سراہا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی فرد یا جماعت ان کے سلسلہ میں غیر محتاط روش اختیار کرتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد اسلام اور اسلامی حقائق کی بات ایک مجذوب کی بڑ ہو کر رہ جائے گی۔ جب اس ذریعہ سے اعتماد اٹھ گیا تو پھر یہ کہنا کہ قرآن یا رسولؐ برحق ہیں۔ آخر کس منہ سے کہیں گے؛ کیونکہ قرآن اور رسول کے تعارف کا ذریعہ بھی صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔

بھئی —— ان میں باہم رنجشیں ہوئیں، لیکن ہم ان کے جواب دہ ہیں نہ اس سلسلہ میں ہمیں فیصلہ کرنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ اور جو ہوئیں وہ بھی جاتی رہیں اور جتنی ہوئیں، دین

کے سلسلہ میں نہیں، نجی حیثیت میں ہوئیں اور بعض غلط فہمیوں کی بنا پر ہوئیں۔ ہم اگر اس میں فریق بننے کی کوشش کریں گے تو غلطی کریں گے۔ کیونکہ ان کی بنیاد پر ہمارا کوئی بھی مسئلہ اٹکا ہوا نہیں ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

"میرے صحابہؓ کے بارے میں محتاط رہنا چاہیئے۔ ان میں پڑ کر اپنی آخرت کو داغدار کرنا دانشمندی نہیں۔ ورنہ دین کے سلسلہ میں امان اُٹھ جائے گی"۔

مندرجہ بالا کتاب میں تقریباً تقریباً اسی بات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مبارک زبان میں پیش کیا گیا ہے —— آپ کی ذاتِ گرامی ایسی مبارک ہستی ہے جو سب کی آنکھوں کا تارا ہے۔ "آنکھیں میری باقی ان کا" کا سماں جہاں طاری ہو جائے وہاں تسلیم و رضا کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

مؤلف موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے ایک نادر طریقہ کیساتھ ایک بڑی بات کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے۔

روزنامہ "امروز" (جنوری ۱۹۷۸ء)

اہم ترین خدمت

مسلمانوں کے شیعہ سُنی فرقوں کو ملتِ اسلامیہ کی بہتری اور ملک کی ترقی کی خاطر ایک دوسرے کے قریب لانا بہت ضروری ہے۔ اس کتاب کے ذریعے یہ اہم ترین خدمت سرانجام دینے کی آپ کی کوشش اور خواہش قابل داد ہے، ایسے لٹریچر کی ہمت افزائی ہونی چاہیئے۔ اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیئے۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور (۲۸ ستمبر ۱۹۷۷ء)

بہت بڑی خدمت

مصنف نے یہ کتاب لکھ کر ملتِ اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ اور ان لوگوں کا منہ بند کر دیا ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کے پردے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور اُمتِ محمدیؐ میں افتراق کے بیج بوتے ہیں۔

ماہنامہ "البلاغ" کراچی (مارچ ۱۹۷۹ء)

تاریخی حقائق

مؤلف نے اس کتاب میں اس شرانگیز اور بے بنیاد خیال کی تردید کی پوری کوشش کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے صحیح حقدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے غاصبانہ طور پر قبضہ کر لیا تھا۔
مؤلف نے اسی کتاب میں "تاریخی حقائق" سے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خلافت کی ترتیب خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک دُرست اور صحیح تھی۔ اور وہ خود اس کے مؤید تھے۔
ہر پڑھے لکھے مسلمان کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔

دیباچوں
کے
آئینہ میں

قاضی مسعود احمد انصاری

سعادت شعار نوجوان

مسلمان مذہب سے مُنہ پھیر بیٹھے
کسی کو لحاظِ شریعت نہیں ہے

چمن اسلامیاں میں ترکِ شریعت کے باعث بہار کے ایمان نواز نظارہ کی بجائے بادِ خزاں کے کفر آشنا جھکڑ چل رہے ہیں۔ بنی نوع انسان کی حیاتِ ابدی کے علمبردار روحانی اور مادی حیثیت سے ارذل ترین پستی سے ہمکنار ہیں۔

سمندروں کے مالک پیاسے اور قطرہ مستعار لینے والے کم از کم دُنیاوی لحاظ سے بامِ ترقی پر صدر نشین ہیں۔ کس کو گماں ہو سکتا تھا کہ مسلمان عرشِ ترقی سے فرشِ مذلت پر ایسے گریں گے کہ پھر اُٹھنے کا نام نہ لیں گے ؎

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ
ایک وہ تھے جنہیں تصویر بنا آتی تھی

آہ۔ ثم۔ آہ۔ دُنیا کے مصلح کچھ ایسی ذہنی پستی میں گرفتار ہوئے ہیں کہ زہر کو شہد، چھلکے کو مغز اور راہزن کو رہبر کا مرتبہ دے رہے ہیں۔ لفظ سیّد یا پیر کی پرستش کرانے اور کرنے والے بزرگوں اور بھائیوں کی خدمت میں اسلامی نقطۂ نظر سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ انہوں نے احکامِ ربانی اور اسوۂ رسولؐ کو سراسر فراموش کر کے اپنے سلسلہ والے خداد دست پر دانوں کی پیروی کیوں ترک کر رکھی ہے؟ کیا وہ مولانا رومؒ کا یہ شعر بھی بھول گئے ہیں کہ ؎

گر پیمبر زادہ را اعمال نیست
فرق در پیغمبر و "جلاد" نیست

خوشی کی بات ہے کہ ملتان کے ایک سعادت شعار نوجوان کو اتنے بڑے "شریعت توڑ" "دکان داروں" سے مذہبی نقطۂ نظر کیساتھ مجاہدانہ بات کرنے کا حوصلہ ہوا ہے۔ اگر حاملانِ شریعت اور اجارہ دارانِ حریت اپنا اصلی فرض فراموش کر بیٹھے ہیں تو ان سے کیا گلہ ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آج کل کے "مصلحت پسند" دور میں حق کہنا ذرا مہنگا پڑتا ہے اور قوم کے "خیر اندیش" حضرات نے "چُپ شاہ" کا روزہ رکھا ہوا ہے۔

آفرین ہے اس کامریڈ پر کہ جس نے اپنے نام کی ضد موضوع پر خامہ فرسائی کر کے اسے خوب نبھایا ہے۔ ے

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اُمید ہے کہ ———

ناظرین اسے تعصب کی عینک لگا کر نکتہ چینی کے لئے نہیں پڑھیں گے۔ بلکہ جو کچھ صاحب موصوف نے لکھا ہے۔ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے ے

نکل جاتی ہو سچی بات جس کے مُنہ سے مستی میں
فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رندِ بادہ خوار اچھا

والسلام!

"راہرو" محمدی
(فدائی سردار کا شاہی دربار)
مدہ

ملتان چھاؤنی
(۱۲ دسمبر ۱۹۳۲ء)

ادیبِ عصر مختار مسعود

بامقصد زندگی کا پیغامبر

منشی صاحب نے تین معاہدے کر رکھے ہیں۔ ایک اپنے خالق سے۔ دوسرا اس کی مخلوق سے اور تیسرا اپنی ذات سے۔ —— تیسرا معاہدہ سب سے زیادہ جامع اور کٹھن ہے۔ اس میں اتنی شرائط اور اتنی شقیں ہیں کہ منشی صاحب کی بیدار زندگی کا ہر لمحہ کسی نہ کسی فرض کی ادائیگی میں جکڑا ہوا ہے۔ یہ ایفائے عہد میں کسی رو رعایت کے قائل نہیں۔ لہذا ان کے پاس اپنے لئے بالکل کوئی وقت نہیں بچتا۔

اس بات پر ان کے جاننے والوں کو اکثر تعجب ہوا کہ پیشہ کے اعتبار سے نصف صدی تک ایک دلدل میں پھنسے رہنے کے باوجود ان کا پیراہن کیونکر صاف و شفاف ہے اور یہ کیسے ممکن ہوا کہ وہ ایسے مقام سے بامقصد زندگی کا پیغام لیکر آگے بڑھے جو بے مقصد، فساد اور لایعنی جھگڑوں کے لئے بدنام ہے۔

یہ ایک عام سوال ہے جو منشی صاحب کے بارے میں اکثر پوچھا جاتا ہے۔ میں نہ تعجب کرنے والوں میں شامل ہوں اور نہ میں نے کبھی سوالیہ نگاہوں سے ان کے پیشہ کو دیکھا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ایک دن منشی صاحب ملتان کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں تشریف لائے اور اسے نسخ خطاطی کا ایک مطلا، محشے، مترجم قطعہ تحفہ میں دے گئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ درج تھی۔ ——

وفرحوا بالحیوۃ الدنیا ط وما الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الامتاع ط

" اور یہ لوگ دُنیاوی زندگی پر اتراتے ہیں اور دُنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاعِ قلیل کے اور کچھ بھی نہیں "

جو شخص اس آیت کا مطلب جان لے ۔ اس پر دُنیا سہل ہو جاتی ہے، خواہ وہ کچہری کی دُنیا ہی کیوں نہ ہو۔

منشی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ان کی زیرِ طبع تازہ تصنیف کا عنوان ــــــ "کچہری کی دُنیا" ــــ ہے۔ یہ دُنیا اس نوعیت سے ایک لنکا ہے کہ یہاں سبھی باون گز کے ہوتے ہیں۔ اور اس رعایت سے بھی لنکا نظر آتی ہے کہ اب اسے گھر کا بھیدی ڈھانے چلا ہے۔

(کچہری کی دُنیا صہ ۹ - ۱۰)

مولانا عبدالرشید نسیم

تاریخی اور مذہبی صلاحیتوں کا مالک

خان عبدالرحمٰن خان کو میں اُس وقت سے جانتا ہوں جب وہ ایک طالب علم تھے اگرچہ اس زمانہ میں ان کی ذہنی براقیت اور مذہبیت اُجاگر نہیں تھی۔ مگر ان میں قیادت کے جراثیم خاصے تھے اور وہ لیڈر قسم کے طالب علموں میں سے تھے۔ وہ اپنی تعلیم کو جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں نصابی رنگ میں پورا نہ کر سکے۔ لیکن جو شخص ذاتی طور پر ان سے واقف نہ ہو وہ انہیں اور کچھ نہیں تو کم از کم دیوبند کا فارغ التحصیل عالم تو ضرور خیال کرتا ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے محض اپنے ذاتی مطالعہ اور بزرگوں کی صحبت سے حاصل کیا۔

حقیقی طور پر اگر دیکھا جائے تو صرف نصابی تعلیم کا پورا کر لینا ہی آدمیت اور شرفِ آدمیت

کے حصول کے لئے کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے مطالعہ کے ذریعے پچھلے بزرگوں کی صحبت اور مشاہدے کے ذریعے موجودہ بزرگوں کی صحبت بھی ایک لازمی اور ضروری شق ہے اور اس شق کو انہوں نے اچھی طرح پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں انہوں نے سب سے پہلے قرآن کریم کی خدمت کی اور بعدہٗ تاریخی جواہر ریزوں کے جمع کرنے پر اپنی پوری توجہ مبذول فرمائی۔ اس سے فارغ ہوئے تو انتخاب شعران کا موضوع سخن تھا۔ اس سلسلہ میں میری اور ان کی ملاقاتیں جب بڑھیں تو ان کی تاریخی اور مذہبی صلاحیتیں ظاہر سے ظاہر تر ہوتی گئیں۔ بزرگوں کی صحبت نے —— ان کے دل کو ایسا مجلّٰی و مصفّٰی کر دیا ہے کہ وہ آئینہ امروز میں فردا کی واردات نہ صرف خود مشاہدہ کر سکتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی کرا سکتے ہیں۔ رقتِ قلب کا یہ عالم ہے کہ ہر دُکھ بھرے واقعہ پر نہ صرف خود رو سکتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی رُلا سکتے ہیں۔ شب خیزی کی عادت اس قدر پختہ ہے کہ سارا دن کچہری میں گزارنے کے باوجود وہ —— "بالیل رھبان" —— کا مصداق ہیں۔ اور یہ شب خیزی کی عادت نہ ہوتی تو شاید وہ اس قدر تصنیفی کام بھی نہ کر سکتے۔ کیوں کہ دن کو انہیں نہ فرصت ہوتی ہے اور نہ یک سُوئی۔

(مشاہدات و واردات صہ ۱۰۹)

مسٹر جسٹس ایس اے رحمٰن

صاحب نظر مصنّف

شعروں کا انتخاب ایک نازک معاملہ ہے۔ بقول شاعر یہ رسوائی کا باعث بھی ہو سکتا ہے اس کی توجیہہ شاید یہ ہو کہ شعر کی پسندیدگی میں ذاتی رجحان کو بہت دخل ہے کوئی زبان اور روزمرہ پر جان چھڑکتا ہے تو کوئی حسن معنی کو حسن صورت پر ترجیح دیتا ہے، پھر سامع یا قاری کی

ذہنیت بھی تغیر پذیر ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک شعر جو کسی خاص وقت میں اور ایک خاص کیفیت کے زیرِ اثر پسندِ خاطر ہوا ہو۔ تو وہ کسی اور وقت اور مقام پر بھی حُسنِ قبول کا مستحق سمجھا جائے۔ انسانی نفسیات کی بوقلمونی کی کیفیت کے پیشِ نظر یہ اختلاف چنداں متعجب خیز نہیں۔ اس لئے یہ حکم لگانا مشکل ہوگا کہ زیرِ نظر مجموعہ ہمہ گیر مقبولیت حاصل کرے گا یا نہیں۔ البتہ اگر کوئی خردہ گیر یہ کہے کہ "حقائق و معارف" کا کوئی حصہ بھی اس کے دل کے تاروں پر زخمہ زنی کرنے سے قاصر ہے تو میں سمجھوں گا۔ اس کا ذوقِ شعر محلِ نظر ہے۔

صاحبِ تالیف علم و ادب کے میدان میں محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ وہ اسلامی موضوعات پر متعدد کتابوں کے مصنف یا مؤلف ہیں۔ جو اہلِ ذوق سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

اب کے انہوں نے شعر کی رنگین وادی میں قدم رکھا ہے۔ لیکن ان کا مقصود محض قارئین کی جمالیاتی حس کی تسکین نہیں۔ انہوں نے نہایت کاوش سے مختلف سنجیدہ عنوانات کے ماتحت وہ اشعار منتخب کر کے درج کئے ہیں جو ان کی دانست میں زندگی کی اعلیٰ اقدار سے واسطہ رکھتے ہیں ——— ہوسکتا ہے کہ کسی خاص مضمون پر کوئی اور گلچیں چمنستانِ شعر سے زیادہ شگفتہ نمونے پیش کر سکے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اہلِ نظر مؤلف کے دامن میں کوئی زہریلا یا متعفن شگوفہ نہیں پائیں گے۔ ان کا مذاقِ شعر بلند ہے اور ان کا انتخاب سوقیانہ اور مبتذل اشعار سے پاک۔

بعض کور سواد آج کل عریانی کو معراجِ فن سمجھ بیٹھے ہیں۔ لیکن یہ ایک سطحی رو ہے جسے بحرِ عصر کی گہرائیوں کا شعور نہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ سطحیت حقائقِ حیات سے گریز کی غمازی کرتی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ مجموعہ مؤلف کی بلند نظری پر دال ہے۔ امید ہے کہ —— اہلِ ذوق اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

(حقائق و معارف ۱۷-۱۸)

جناب خان محمد اسد خانصاحب اسد ملتانی

قابلِ تحسین مؤلف

"حقائق و معارف" اور "خضرو مسیحا" کے مسودے پہنچے۔ ان کے انتخاب کی خوبی اور ترتیب کی عمدگی نے مجبور کیا کہ منتخبات کو پوری توجہ کیساتھ دیکھوں۔ اس لئے میں نے ان کو بغور دیکھا۔ دونوں کتابیں خوب ہیں اور انتخاب و ترتیب قابلِ داد!

"حقائق و معارف" کے متعلق مؤلف کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے۔ انتخاب کا جائزہ لیا۔ اس میں یقیناً زیادہ شدت کی ضرورت تھی۔ شعر انتخاب کی منزل میں اسی وقت آتا ہے جب کہ وہ لفظی یا معنوی اسقام سے پاک ہو ——— انتخاب میں شخصی ذوق کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ اصولی غلطی کو بہرحال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے میں نے حتی الوسع ذرا سی بھی غلطی نہیں رہنے دی۔ یہاں تک کہ لفظی یا خطی ترمیم تک کر دی ہے۔ اور جہاں ضرورت محسوس کی ہے وہاں حک و اضافے سے بھی کام لیا ہے۔

شعر کی فنی حیثیت اور ہوتی ہے۔ لیکن اس انتخاب میں شعریت کے مقابلہ میں افادیت کا پہلو مدنظر رکھا گیا ہے اور بقول مؤلف:- ———

"اشعار کے مضامین کو قرآن کی عینک سے دیکھا گیا ہے"

اس لئے ——— اس نقطۂ نظر سے انتخاب و ترتیب نمایاں خصوصیت کے حامل ہو گئے ہیں۔

مزید برآں اشعار اپنی جگہ پر نہایت عمدہ اور قابلِ تعریف ہو سکتے ہیں۔ لیکن تاثر کے لحاظ سے گمراہ کن ہے

نئے ادب میں چمک اور تپش سہی لیکن
وہی کہ اصل ہے۔ جن کی شرار بولہبی

اس انتخاب میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ محض چمک اور تپش کو نہ دیکھا جائے بلکہ یہ کہ وہ زندگی پر کہاں تک مفید اثر ڈال سکتے ہیں۔ بس اسی نقطۂ نظر میں اس انتخاب کی اہمیت پوشیدہ ہے۔

(کراچی۔ ۲۰ فروری ۱۹۵۴ء) (حقائق و معارف صد ۱۵۔ ۱۶)

حضرت طالوت، ملتان

دُور اندیش دانشور

خان عبد الرحمٰن خانصاحب مؤلف —— "تعارفِ قرآنی" ۔ "بصائرِ قرآنی" اور "احکام قرآنی" کی شخصیت اہل قلم اور اہلِ ذوق حضرات کے ہاں ایک پختہ کار اہلِ قلم کے طور پر معروف ہے۔ ان کی دینی بصیرت اور ان کا علمی پایہ ان کی دیگر تالیفات —— "اخلاق و آداب" اور "داستانِ عمل" سے ظاہر ہے۔ —— مگر خانصاحب کی زبانی مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ وہ ایک ایسا مجموعہ شائع کرنے والے ہیں۔ جس میں انہوں نے مختلف عنوانات کے ماتحت شعروں کا انتخاب کیا ہے۔ اور تعجب بالائے تعجب اس وقت ہوا۔ جب میں نے وہ مجموعہ دیکھا اور اسے ایک بے نظیر بلند پایہ انتخاب پایا۔

قرآن پاک کے معارف کو ترتیب دینے والا مؤلف اشعار کے انتخاب میں کیونکر کامیاب ہوا! —— یہ ایک تعجب انگیز بات ہے۔ اس مجموعہ میں یوں تو بہت سی خوبیاں ہیں جو اہلِ ذوق سے داد حاصل کریں گی۔ مگر میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں عمومی شعر و شاعری کی سوقیت کا نام و نشان تک بھی نہیں۔ اشعار کی متانت اور ارزانت اس بات کی ضامن ہے کہ یہ مجموعہ اہلِ ذوق تو کیا اہل علم سے بھی انشاء اللہ پوری پوری داد حاصل کریگا۔

(۲۶ نومبر ۱۹۵۳ء) (حقائق و معارف صد ۱۴۷)

مس شہناز اختر (ایم اے)

قلم کا مسیحا

"بہار رفتہ" —— اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ جو یقیناً ملتان کے باسیوں کے لیے گراں بہا سرمایہ ہے۔ اور باہر والوں کے لیے نشانِ راہ! اس میں آپ کبھی تعلیمی اداروں میں ہونے والی تقریبات میں گھومیں پھریں گے۔ اور کبھی ثقافتی اور سماجی سرگرمیاں۔ جو داستانِ پارینہ کا پیراہن اوڑھ چکی تھیں۔ آپ کے سامنے قلم کی مسیحائی کی بدولت جلوہ گر ہوں گی۔ کہیں آپ رفاہی اداروں میں پہنچکر درد دِل رکھنے والے حضرات سے ملیں گے اور کہیں صنعتی، اشاعتی اور کمرشل اداروں کی تقریبات سے لطف اندوز ہوں گے۔ کسی جگہ تکلیف سے کراہتے ہوئے دکھیاروں کی نمائندگی ہو رہی ہوگی، تو کہیں استقبالیہ تقریبات کا جوش وخروش دیکھ کر آپ زیرِ لب مسکرا اٹھیں گے۔ کہیں رنگ برنگے آنچلوں کے درمیان چمکتے دمکتے لباسوں میں ملبوس شرمائے شرمائے عروسی جوڑے آپ کے پردۂ ذہن پر ابھریں گے اور کبھی عدم کے راہی پرسکون و خاموش چہرے، موت کی گہری نیند میں ڈوبے آپ کو سفرِ آخرت کی منادی دیتے ہوئے ملیں گے شاید کہیں یہ احساس بھی آپ کے رگ و پے میں جاری و ساری ہو جائے۔ کہ

ع اٹھ گئے ساقی جو تھے میخانہ خالی رہ گیا

ملتان کی مذہبی، معاشرتی، تہذیبی و تمدنی روایات کیساتھ ساتھ یہاں آپ کو موجودہ معاشرہ میں گمراہی، ضلالت، فحاشی کے پس منظر سے بھی پردہ کشائی ہوتی ہوئی نظر آئے گی۔

المختصر "بہار رفتہ" کے زیرِ مطالعہ آنے سے پیشتر اگر یہ شعر آپ کے لبوں سے پھسل رہا ہے کہ

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئے

تو بہار رفتہ پڑھنے کے بعد آپ گنگنا اٹھیں گے کہ ؎

نخلیں بنات النعش گردوں دن کو پردے میں نہاں
شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں

(بہار رفتہ صد ۲۴)

پروفیسر اسلم انصاری ملتان

ممتاز و منفرد اہلِ قلم

ملتان صدیوں سے ایک علمی، ادبی اور تہذیبی مرکز رہا ہے اور ہر عہد میں اس شہر نے اپنی تاریخی معنویت کو ظاہر کیا ہے۔ گذشتہ ربع صدی سے ملتان پاکستان کے علمی اور تہذیبی مراکز میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اس شہر میں منعقد ہونے والی تقریبات یہاں کی سماجی زندگی کی عکاسی کرتی ہیں ——— تقریبات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ برپا ہوتی ہیں، اذہنوں میں کچھ عرصہ کیلئے ہلچل مچاتی ہیں اور پھر رفتہ رفتہ ان کی یادیں دھندلا جاتی ہیں۔

لیکن منشی عبدالرحمٰن خان صاحب کے ذہن اور قلم نے گذشتہ ربع صدی کی بے شمار تقریبات کے حسن کو تحریر اور تصویر کے طلسم کا اسیر بنا لیا ہے۔ وہ ایک منفرد اہل قلم اور ممتاز مصنف ہیں انہوں نے ان تقریبات کو ایک محسوس کرنے والے انسان کی طرح دیکھا اور سوچنے والے انسان کی طرح سمجھا ہے۔ ان کی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کی قوت مشاہدہ اور فکر انگیزی سے قطعاً اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔

بہار رفتہ ——— میرے خیال میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ جس میں کسی ایک شہر کی علمی، ادبی، سماجی، ثقافتی اور دیگر اجتماعی تقریبات کا ایسا دلچسپ اور خیال انگیز مرقع پیش کیا گیا ہو۔ یہ یقیناً ایک زندہ رہنے والی کتاب ہے (بہار رفتہ صد ۲)

پروفیسر عاصی کرنالی

وسیع النظر مصلح

ایک مصنف کا صرف یہی فرض نہیں کہ اچانک کوئی موضوع اس کے ذہن میں آجائے اور وہ اس پر ایک داستان گھسیٹ مارے اور قلم کی ہر جنبش سے اتفاقی الفاظ کے سنگ و خشت پیدا ہو کر من گھڑت خیالات کی ایک الف لیلائی عمارت بن جائے۔ اور اس طرح کچھ مدت میں کتابوں کی دھڑا دھڑ اشاعت سے اسے ناموری حاصل ہو جائے ——— بلکہ چند اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں جن سے ایک مصنف کی ذات معرضِ وجود میں آتی ہے۔ مثلاً ———

۱ ——— وہ خواب و خیال اور ظن و قیاس کی دنیا میں نہ بستا ہو۔ بلکہ زندگی کے قریبی حقائق سے اسے تعارف ہو۔ نہ صرف تعارف بلکہ وہ خود زندگی کے اہم متقضیات کی تجربہ گاہ ہو۔

۲ ——— مختلف دینی و دنیوی علوم کا جامع ہو اور اس کی قوتِ فکر نتائج کا استنباط کر سکتی ہو۔

۳ ——— اقوامِ عالم کی تاریخ، ذہنی ارتقاء حیوانی تدریج اور تہذیبی سوانح پر اس کی نظر ہو۔

۴ ——— قدیم و جدید معاشرہ ہائے عالم کی اصولی خصوصیات اور اساسی شرائط سے آگاہ ہو۔ اور تہذیب ہائے مختلفہ پر ایک تجزیاتی نظر ڈال کر اپنے قارئین کے سامنے ٹھوس، دقیع اور مفید خیالات و نظریات کا اظہار کر سکے۔

۵ ——— بے شمار بکھرے ہوئے موضوعاتِ زندگی میں سے ان چند عنوانات کا انتخاب کر سکے جو ذہنی ضروریات کے لحاظ سے زیادہ اہمیت و افادیت اور تاثر کے

کے حامل ہوں۔

۶۔ ——— مافی الضمیر کو پوری طرح ظاہر کرنے کے لیے حسن نگارش کے آداب جانتا ہو۔

ان چند اساسی شرائط کے معیار پر تقریباً وہ تمام شخصیات پوری نہ اتر سکیں گی، جو دنیائے طباعت واشاعت میں مصنف کے نام سے معروف ہیں۔

منشی عبدالرحمن خانصاحب کے بارے میں راقم الحروف کچھ عرض نہ کرے گا کہ وہ اس اس کسوٹی پر کس حد تک پورے اترتے ہیں۔ یہ تو قارئین جانیں اور منشی صاحب کے تصنیفی "اعمال نامے" جو ایک درجن سے بھی زیادہ ہیں ——— مجھے تو صرف کتاب ہذا کا انطباق اپنے قول پر مقصود ہے ——— "انسانیت حیوانیت کی راہ پر" ——— ایک ایسا موضوع ہے۔ جس کی موجودہ دنیا کو غالباً ہر موضوع سے بڑھکر ضرورت ہے۔ تہذیب فرنگ نے اپنے ارتقائی دور میں انسانیت کو برائیوں کے جو تحفے بخشے ہیں اور مادیت کی طاقت سے سائنس کے پردوں پر پرواز کرکے ارض انسانی پر اخلاق سوزی، بدکاری اور لادینی کے جو متعدی جراثیم بکھیرے ہیں۔ منشی صاحب نے بائیس ابواب میں ان کا تجزیہ کیا ہے اور بدلائل یہ ثابت کیا ہے کہ تہذیب یورپ فی الحقیقت ایک ہیرے کی کنی ہے۔ جو بظاہر چمکدار اور حسین ہے۔ لیکن اس کے ریزے اپنے اثر کے اعتبار سے انسانیت کے وجود کے لئے مہلک ہیں۔ جو بظاہر کو زخم کا مرہم ہیں لیکن عملاً زخم کو ناسور بناکر سارے وجود کو گلا سڑا دیتے ہیں ——— کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ دلائل کا خنجر دانایانِ مشرق کے ہاتھ میں نہیں، بلکہ خود حکمائے مغرب کے ہاتھ میں ہے جو رفتہ رفتہ یہ محسوس کرنے لگے کہ ان کی تہذیب خود ان کے معاشرہ کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں ہے۔ اور انسانیت کے تحفظ کا طریقہ یہ ہے کہ اس تہذیب کے متعفن وجود میں خنجر بھونک کر اسے ختم کردینا چاہیئے۔

لیکن ابھی ایسا عنصر قلیل ہے اور اس کی آواز نقارخانے میں طوطی کی آواز کے مصداق ہے۔ تاہم اہل مشرق کو اس خطرناک تہذیب کی تاریکیوں سے متعارف کرانا بے انتہا ضروری تھا۔ تاکہ ان کی نظر سے وہ گہرے طلسمی حجابات اٹھ سکیں، جو عیار مغرب کی فسوں گری نے ان کے سامنے حائل کر رکھے ہیں۔

المختصر ایسے مفید موضوع پر نہایت مدلل انداز میں بے شمار حیرت انگیز معلومات کو سمیٹتے ہوئے موجودہ کتاب کا لکھا جانا انسانیت کی بہترین خدمت ہے۔ جس کا انشاء اللہ تعالے منشی صاحب کو قبولِ عام کی شکل میں ضرور صلے گا!

(انسانیت حیوانیت کی راہ پر صہ ۶ تا ۹)

۱۴/۴/۵۶

ڈاکٹر سیّد مقصود زاہدی

بابصیرت سوانح نگار

کسی بھی ادارے یا شعبۂ حیات میں منشی عبدالرحمٰن خان ایسے مستعد انسان کا ہونا، اس ادارے کے لئے حیاتِ جاوید کی نوید بن سکتا ہے۔ وہ شعبہ حیات ادب ہو یا سیاست، مذہب ہو یا ثقافت، جہاں بھی ایسے فعال، پرجوش اور مخلص کارکن موجود ہوں گے۔ ترقی و تدریج کے امکانات آہستہ آہستہ قوی سے قوی تر ہوتے چلے جائیں گے۔

میں نے اکثر سوچا ہے کہ —— کامیاب اور کامران زندگی کیسی اور کیوں کر ہوتی ہے تو منشی عبدالرحمٰن خان اس کی ایک جیتی جاگتی تصویر بن کر میری نگاہوں کے سامنے آگئے —— وہ حصولِ معاش کے لئے کچہری میں کام کرتے ہیں۔ اپنے دینی اور مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے وہ صرف عبادت ہی کو کافی نہیں سمجھتے" بلکہ جو اپنے لئے مفید سمجھتے" یا بہتر جانتے ہیں اُسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے رات دن کوشاں رہتے" ہیں۔

اس کوشش نے —— "عالمی ادارہ اشاعتِ علوم اسلامیہ" —— کا روپ دھارا، جہاں سے ماہ بماہ ایسے بصیرت افروز، معلومات افزا، دلکش و دلنشین کتابچے شائع ہوتے ہیں۔ جو نہ صرف پاکستان میں بلکہ دُنیا کے مختلف ممالک کے شہروں اور دیہی مرکزوں میں پہنچ

جاتے ہیں۔

منشی صاحب کی دور رس نگاہ زندگی کے ہر گوشہ پر پڑتی ہے۔ اسی لئے ان کی تحریروں میں وہ تنوع پایا جاتا ہے جو مشکل ہی سے کسی فردِ واحد کی تخلیقات میں نظر آسکتا ہے۔ غرض کہ ایک انسان اپنی زندگی میں کتنا کچھ سرانجام دے سکتا ہے۔ یہ جاننا ہو۔ تو منشی صاحب کی زندگی اور ان کے کاموں کا سرسری نظر سے جائزہ لے لیا جائے۔ وہ دن بھر کچہری میں کام کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ متعدد علمی، ادبی، دینی ادارے خود چلاتے ہیں، مختلف اداروں میں بحیثیت رکن انتظامیہ کام بھی کرتے ہیں۔ اپنا پریس بھی چلاتے ہیں، تصنیف پر تصنیف بھی منظر عام پر آرہی ہے، کئی اشاعتی اداروں کی ذمہ داریاں بھی سنبھال رکھی ہیں۔ تقریبات میں ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ رکھ رکھاؤ کے لئے دوسروں کے پاس آنا جانا بھی ہے۔ —— جب ان کے وزیٹنگ کارڈ پر لکھے ہوئے کاموں کی طویل فہرست پر نظر پڑتی ہے۔ تو انسان حیران ہو کر رہ جاتا ہے کہ وہ اتنے کام کیسے کر لیتے ہیں۔

اپنی تخلیقات میں منشی صاحب کبھی سوانح نگار نظر آتے ہیں تو کبھی مورخ، کبھی وہ ایک صحافی کی بصیرت اور نکتہ رسی کا ثبوت دیتے ہیں، کبھی قابل اشاعت مواد کو ترتیب دیکر کتابی شکل دے دیتے ہیں تو کبھی خالص دینی جذبے کے تحت وہ اپنے مذہبی معتقدات اور نکتۂ نظر کی تشریح و توضیح میں دقیقہ رس ذہانت کو کام میں لاتے ہوئے تخلیقی مواد فراہم کر دیتے ہیں۔

ان کی زندگی کی مانند ان کی تحریریں بھی اتنی بوقلموں نظر آتی ہیں کہ پڑھنے والا متحیر ہو جاتا ہے۔

میں اپنے قیام ملتان کے دوران انہیں مجلسی زندگی میں بھی متحرک دیکھتا رہتا ہوں اور ان کے مقالات بھی میرے مطالعہ میں آتے رہتے ہیں۔ میں اس بات کا معترف ہوں کہ موصوف ایک بہت مخلص، حقیقت آشنا اہل قلم ہیں، وہ بڑے دور اندیش دانش ور اور انتھک لکھنے والے ہیں ان کے تمام مقالات جو اس وقت آپ کے سامنے ہیں ان کی نکتہ رسی اور ذہانت پر دلالت کرتے ہیں اور ہمیں اس بات پر فخر کرنا چاہیئے کہ ہمارے مابین ایسی شخصیت اب بھی موجود ہے، جو عمل صالح کی منہ بولتی تصویر ہے۔

منشی صاحب کی تنظیمی صلاحیتوں کا اعتراف کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ منشی صاحب جس طرح خود کام کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ ان تمام شخصیتوں پر بھی ہر وقت پڑتی رہتی ہے جن سے وہ کام لے سکتے ہیں۔ یوں ان کے دائرۂ اثر میں کل پاکستان ہی نہیں بلکہ برعظیم پاک و ہند کی تمام ہی ایسی نمایاں ہستیاں آجاتی ہیں جو دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت کو اپنا فریضۂ منصبی تصور کرتی ہیں۔ اور جن کے نام کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ جیسا کہ ان کی تازہ کتاب "انداز سخن" سے ظاہر ہے، جس میں ان کے نام آئے ہوئے ۲۰۶ معروف شخصیتوں کے خطوط موجود ہیں اور جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ —— یہ اپنی نوعیت کی دوسری کتاب ہے، کہ جس میں ایک شخص کے نام اتنی بڑی شخصیتوں کے خطوط ہوں۔ اس نوع کی پہلی کتاب صرف ساغر نظامی کی —— "روحِ مکاتیب" —— ہی مدت ہوئی منظر عام پر آئی تھی۔

منشی صاحب —— جہاں خود اپنے قلم سے نکلے ہوئے بصیرت افروز مقالات کے ذریعے قارئین کو دعوتِ عمل دیتے رہتے ہیں۔ وہاں اور بھی بہت سے لائق و فائق بزرگوں کے ارشادات وہ ہمارے سامنے لاتے رہتے ہیں پھر منشی صاحب اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ افسرانِ بالا اور حکام اعلیٰ میں بھی انہیں جو اہل فکر و نظر ملتے ہیں۔ ان سے بھی کام نکالنا وہ خوب جانتے ہیں یوں تو منشی صاحب ایک ایسی ہستی ہیں جو اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں اور ان کی موجودگی نہ صرف ملتان بلکہ پاکستان کے لئے بسا غنیمت ہے۔ —— میں خود منشی صاحب کے نیازمندوں میں ہوں اور ان کی کارکردگی کی صلاحیتوں سے سبق اور عبرت حاصل کرتا ہوں۔

منشی صاحب کی زندگی، ان کی تخلیقات اور ان کے پھیلے ہوئے کاموں کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے ہر شخص کو ندامت ہوتی ہے کہ وہ بوجہ مصروفیت اتنا کام نہیں کر سکتا۔ منشی صاحب کی زندگی صبر اور محنت کا لائق تقلید نمونہ ہے۔ بشرطیکہ ہماری نوجوان نسلیں اس نمونہ کو سامنے رکھ کر سبق سیکھنا چاہیں —— اس ضمن میں اگر میں یہ کہوں کہ منشی صاحب ایک دقیانوسی سوسائٹی میں ایک بڑے جدید انسان ہیں تو آپ کو تعجب ہوگا۔ لیکن میرا یقین ہے کہ اس قسم کے افراد ترقی یافتہ اور جدید تر معاشرے کی جان تصور کئے جاتے ہیں۔

نواب جمشید علی خانصاحب
(رئیس اعظم باغپت و ممبر یوپی اسمبلی)

حقیقت نگار مؤرخ

یہ مژدہ جاں بخش معلوم ہو کر کیا بتاؤں کس قدر مسرت ہوئی اور دل سے آپ کے لیے کتنی دعائیں نکلیں کہ آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مرتب فرما رہے ہیں۔ سوانح کے کچھ اجزاء جو آپ نے اپنے کرم سے بھیجے ہیں۔ وہ میں نے بہ شوق و رغبت مطالعہ کئے ہیں۔ ماشاء اللہ اسلوب بیان اور طرز ترتیب بہت خوب ہے۔

پاکستان کے ابتدائی تخیل کے عنوان سے جو کچھ جناب نے تحریر فرمایا۔ نہایت سلیقہ کے ساتھ تحریر فرمایا۔ اس عنوان پر قلم اٹھانا بہت دشوار تھا کہ حقیقت بھی بے نقاب ہو جائے اور مبالغہ بھی نہ ہو۔ گذشتہ داعیان کی دل آزاری بھی نہ ہو اور جو کچھ لکھا جائے دلائل کے ساتھ ہو۔ —— منتشر موتی خواہ کیسے ہی نادر و نایاب ہوں۔ اس قدر جاذبیت نہیں رکھتے اور نہ اس قدر دیدہ زیب ہوتے ہیں۔ جیسے ایک لڑی میں سلیقہ سے پرونے کے بعد بیش بہا اور خوشنما ہو جاتے ہیں۔ آپ جس کاوش و کاوش سے اس متبرک سیرت کو مکمل فرما رہے ہیں یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

مجھے مسرت ہے کہ —— آپ اس تصنیف میں پوری دیانت سے کام لے رہے ہیں اور خدام حضرت تھانوی مطمئن و مسرور ہیں کہ باری تعالیٰ نے سیرت اشرف کی تالیف و تصنیف کا کام اپنے ایک ایسے بندے سے لیا ہے جو ہر طرح اس اہم ترین خدمت کی انجام دہی کا اہل ہے۔

مبارک ہے آپ کی ذات کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایسا جلیل القدر کام لیا جو دُنیا و آخرت دونوں اعتبار سے عدیم المثال ہے ۔ جملہ حلقہ بگوشانِ حضرت والا آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے بر وقت یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے اور آپ کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے ۔ آمین ثم آمین !

باغپت ۔ ضلع میرٹھ

۱۸ر جولائی ۱۹۵۵ء (سیرتِ اشرف صـ ۳۳)

ڈاکٹر اسد اریب صاحب پی ۔ ایچ ۔ ڈی
اوپن یونیورسٹی ۔ اسلام آباد

لائقِ تقلید شخصیّت

کسی عہد کی تاریخ لکھنا اور پوری دیانت داری کیساتھ واقعات کا تجزیہ کرنا، بے بصیرت لوگوں کا منصب نہیں ۔ یہ عظیم الشان کام صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں ۔ جو فکر و نظر کی وسعت کے حامل ہوں، اور جو بغیر تعصب اور ترحّم کے افراد کی سیرت نگاری کا عمل سرانجام دے سکیں ۔

ہمارے قریب تر زمانے میں جو سیاسی، تہذیبی اور نظریاتی تبدیلیاں، برِعظیم میں رونما ہوئیں ۔ برہمنی سامراج پر قائدِ اعظم محمد علی جناح کے تدبّر کو جو فتح حاصل ہوئی ۔ جس کے نتیجہ میں "پاکستان" اسلامیانِ ہند کی جد وجہد کا ثمر ثابت ہوا ۔ اور جو لاکھوں انسان، آزادی کی راہ میں قربان ہوئے ——— یہ سب وہ واقعات تھے ۔ جو ایک دم ظہور میں نہیں آئے برسوں پہلے ان کی بنا قائم ہوئی ۔

تاریخ کے ان واقعات کو کسی خاص مقصد سے متعین کرنا اور سلسلۂ تاریخ کی ان

تمام کڑیوں کو جوڑ کر کسی نصب العین کی نشان دہی کرنا ، اس دور کے صاحب نظر اور مختار قلم افراد کا سب سے اہم فریضہ تھا ۔ لیکن یہ جتنا اہم تھا ۔ اتنا ہی مشکل بھی تھا ۔

"معماران پاکستان" ——— کے فاضل مؤرخ نے ، اس اہم فرض کو کسی قدر سرانجام دیا ہے ۔ اس کتاب میں انہوں نے ایسے تمام افراد اور ایسی تمام تحریکوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے جن افراد کی شعوری اور غیر شعوری کاوشوں سے پاکستان وجود میں آیا اور جن تحریکوں نے تشکیل پاکستان کی راہ ہموار کی ۔

پاکستان کی تشکیل واقعی صدیوں پرانے سلسلۂ فکر کا نتیجہ ہے ۔ اس سلسلۂ فکر کو شاہان حکومت نے نہیں ، صوفیار ، اہل اللہ ، علماء اور مصلحین قومی نے آگے بڑھایا ہے ———

منشی عبدالرحمٰن خانصاحب ہماری جدید تاریخ اور تشکیل پاکستان کے عینی شاہد ہیں ان کی باتیں سُنی سُنائی سے زیادہ سرگذشتیں اور آپ بیتیاں ہیں ۔ وہ علمار ہند کے معتمد اور تحریک آزادی کی فوج کے سپاہی بھی ہیں انہوں نے گزشتہ پچیس تیس برس سے ملّی تقاضوں کی تکمیل میں نمایاں جدوجہد کی ہے ۔ یہ مضامین منشی صاحب کے جستہ جستہ خیالات ہیں ۔ منطقی طور پر انہیں تحریک پاکستان سے مربوط کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن میں اس کتاب کی ایک اور اہمیت محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ منشی صاحب نے ہماری تاریخ کی بعض شخصیتوں کے فکری رجحانات پر ایک نئے انداز سے روشنی ڈالی ہے ۔ ان میں سے بیشتر شخصیتوں کے جسمانی خط وخال کے ساتھ ان کے خطوطِ فکر کو بھی اُبھارا ہے ۔ مولانا اشرف علی تھانوی ، ظفر علی خان ، مولانا الطاف حسین حالی اور نواب بہادر یار جنگ کی قد آور شخصیتوں کے نئے روپ سامنے آئے ہیں ۔

"معماران پاکستان" ——— صرف مضامین ہی نہیں ، تاریخ وتہذیب کا تسلسل بھی ہیں ۔ اس تسلسل کو باقی رکھنا قومی فریضہ ہے ، اس فرض سے غفلت نسلوں کو نسلوں سے منقطع کر دیتی ہے ۔ تاریخ ایک ایسا ماضی ہے جس کو حال سے علیحدہ کرنا تاریخ کے ارتقار کو روک دینا ہے ۔

"معماران پاکستان" ——— واقعات کی تاریخ نہیں ۔ افکار ونظریات کی تاریخ ہے ۔ ایسی تاریخیں جو فکر ونظر کی اساس سے وابستہ ہوں ۔ زندہ قوموں کا

عزیز ترین سرمایہ ہوتی ہیں۔

احساساتِ ملی اور نظریاتِ قومی کا تحفظ کئے بغیر کوئی قوم زیادہ دیر تک جی نہیں سکتی ـــــــ پاکستان ایک واضح نصب العین کی بنیاد پر ظہور میں آیا تھا۔ اس نصب العین کی حفاظت صرف اس صورت میں ممکن ہے جب شعور قومی کا باضابطہ تحفظ کیا جائے۔

ہمارے تدبر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم پاکستان کے اسلامی تشخص کو قائم رکھیں اور اس تشخص کی تاریخ لکھیں۔ اور یہی وہ حربہ ہے جس سے مختلف قومیتوں، علاقائی تقاضوں اور نسلی عصبیت کے بتوں کو توڑا جا سکتا ہے ـــــــ گویا پاکستان کے اسلامی تشخص کی تاریخ لکھنا ثبت شکنی کا فرض سرانجام دینا ہے۔ بلاشبہ یہ فرض، فرضِ کفایہ ہے۔ سب کے لئے اس کی ادائیگی ضروری نہیں۔ لیکن جن پر فرض ہے انہیں ترک بھی لازم نہیں آتا۔

جو لوگ اپنے قلم کی طاقت، اپنے وسائل کی معرفت اور اپنے قلم کی رسائی کو بے جواز ضائع کر دیں۔ وہ غفلت شعاری کے مرتکب ہیں اور قومی فرائض سے غفلت، آئین اخلاق کی رو سے ناقابلِ معافی جرم ہے۔

میرا عقیدہ ہے کہ ـــــــ

ایسی کتابوں کو صرف تصنیف ہی نہیں ہونا چاہیئے بلکہ انہیں ایک تحریک بھی بننا چاہیئے اس اعتبار سے منشی صاحب کی ذات میری امید کا چراغ ہے ـــــــ وہ جسم اور جسمانیت کے لحاظ سے فرد ہی صحیح۔ لیکن وہ اپنے افکار کی رو سے ایک انجمنِ خیال ہیں۔ ایسی انجمنِ خیال ـــــــ جو جمال الدین افغانی اور اقبال کے تصورات سے اُبھرتی ہے۔

دیباچہ "معمارانِ پاکستان"

۶ - ۶ - ۷۶

ڈاکٹر سید زاہد علی صاحب واسطی

ہمہ وقت منہمک و مصروف

صحابہ کبارؓ کی ہدایات سے سرتابی، ان کے لئے خیر خواہانہ جذبات رکھنے کی بجائے طنز و تعریض کے جذبات رکھنا۔ ان کی غیبت کرنا، ان کے متعلق بدولی پھیلانا۔ ان کے واقعات و اصول سے آگاہ کرنے میں اور راہِ صواب پر چلنے کے لئے صحیح اور راست گری میں بخل کرنا، سب گناہ ہے اور یہ وہ کبائر گناہ ہیں۔ جن کی وجہ سے انسان کی عاقبت، حقوق اللہ کے انجام دہی و تکمیل کے باوجود تباہ ہو سکتی ہے۔

الغرض حق تنقید کا یہ استعمال فساد انگیز ہے۔ یہ سب کچھ ذاتی اندازِ ناصحانہ پر محمول نہ سمجھا جائے۔ بلکہ کتاب اللہ اور کتابِ سنت ہی اس عرضداشت کے ماخذ ہیں۔

قبولیت عامہ و شہرت دوام سے قطع نظر، حدیث و تاریخ کی روشنی میں منشی عبدالرحمن خان صاحب نے جذبوں کی گہرائی میں حقیقتوں کو سمویا۔ پھر جو پیمانۂ دل چھلکا تو بے اختیار ان صفحات کو رقم کر دیا۔ اس کتاب میں اسلوب کی انفرادیت بیان کا سلیقہ، مواد کا حسنِ تدوین، معلوماتی پہلوؤں کی فراوانی کو یک جا کر کے بکمال احسن قارئین کے اذہان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ مضمحل اور زنگ آلود عقائد و مسائل کو اضمحلال کی اتاہ گہرائیوں سے باہر نکال لائے پھر نہ حقیقتوں سے ان کو صیقل کیا۔ بلکہ اس کے بعد کے حالات و واقعات کو قارئین کی صوابدید پر چھوڑ کر خود کو بری الذمہ کر لیا۔

اب ان تمام حقائق و واقعات کی روشنی میں، کون سے اہل دل ہیں جو علی المرتضیٰؓ کے اسوۂ حسنہ پر چلیں اور جن اصحاب کبارؓ سے حضرت علیؓ شیر خدا کے رحجانات، عقیدت اور میلانات محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ ان صحابہ کرامؓ کے لئے اپنے اندر کی

تمام بغض و عناد کی چنگاریوں کو سرد کریں۔

منشی عبدالرحمٰن خانصاحب کو آپ ہمہ وقت منہمک و مصروف پائیں گے آپ پوچھیں کہ چوبیس گھنٹے کیا کرتے ہیں تو یہی کہا جا سکتا ہے، جو شاید غالب نے انہی کے لئے کہا تھا ؎

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں
ایک چکر ہے میرے پاؤں میں زنجیر نہیں

ایک لگن ہے ایک دُھن ہے۔ بس کام! کام!! اور کام!!!

کبھی کچہری میں، کبھی اپنے پریس میں، کبھی عالمی ادارہ میں، بعد مغرب ذاتی کتب خانہ میں۔ کئی مرتبہ میں سوچتا رہا کہ ـــــــــ مولوی اسماعیل میرٹھی نے سو سال پہلے اپنی ایک نظم "پن چکی" میں لکھا تھا، جو میں نے چالیس سال پیشتر پڑھا تھا کہ ؎

نہر پر چل رہی ہے پن چکی
کام کی پوری - دھن کی پکی

منشی صاحب نہر پر تو نہیں چلتے، مگر چکی کی طرح دھن کے ضرور پکے ہیں - جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کی چالیس کے قریب گراں مایہ تصنیفات و تالیفات ہیں۔ منشی صاحب کو بہت سے قارئین نے بچشم خود تو نہیں دیکھا ہوگا۔ مگر بچشمِ خود پڑھا ضرور ہوگا۔ غالباً دیکھنے کی تمنا بھی کرتے ہوں گے۔ مگر دیکھنے سے پہلے یہ اشعار پڑھ لیں۔ ـــــــــ

وضع دیکھو تو قاطع حکمت
اس کی گفتار میں علوم و فنون
لائق تحسین اس کا ہر انداز
قابل داد اس کا ہر مضمون

اگر آپ کبھی قسمت سے منشی صاحب سے ملاقات کا وقت دریافت کریں تو جواب ملے گا کہ ـــــــــ

"رات کے سو بجے سے صبح پانچ بجے کے درمیان میں اپنے دارالتصنیف میں موجود ہوتا ہوں"

آپ ہکا بکا رہ جائیں گے۔ آپ کی مرضی آپ ملاقات کے لئے جائیں یا نہیں۔ مگر منشی صاحب آپ کو یہی بتائیں گے ؎

واقف ہو اگر لذتِ بیداریٔ شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پراسرار

(دیباچہ صحابہ کبارؓ حضرت علیؓ کی نظر میں)

خان صادق محمد احسن
ایڈووکیٹ ۔ ملتان

حیران کن شخصیّت

تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر وکیل اپنی طبیعت کے مطابق منشی تلاش کرتا ہے۔ کیونکہ وکیل اور منشی کی طبیعت میں ذہنیت میں اختلاف کی موجودگی میں وکالت کی گاڑی نہیں چل سکتی البتہ میرے سامنے وکیل اور منشی کی ذہنیت میں تضاد کی صرف ایک مثال صاحب کتاب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب کی موجود ہے کہ وہ نصف صدی سے بغیر ہچکولے کے وکالت کی گاڑی کو چلا رہے ہیں ——— اور ایک ایسی شخصیّت کیساتھ مسلسل اور متواتر نبھائے چلے آرہے ہیں۔ جس کا سراپا ان کے عقائد و نظریات اور قول و کردار کے بالکل متضاد ہے۔ جو ہم سب کے لئے باعثِ تحیر ہے۔

ویسے تو ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ———

"میری نماز، میری قربانی، میری موت فقط اللہ ہی کے لئے ہے"

لیکن اس عظیم نظریئے کا عملی مظاہرہ میں نے ملتان کچہری میں ہی دیکھا ہے۔ اس نے ایک

ایسا صاحبِ نظر منشی پیدا کیا ہے۔ جس نے نہ صرف یہاں ہر قسم کی آلودگیوں سے دامن بچائے رکھا، بلکہ اس دنیا میں رہنے والوں کی اصلاح کے لیے بھی کوشاں رہا اور اصلاحِ معاشرہ کے سلسلہ میں بھی بیسیوں کتابیں تخلیق، تصنیف اور تالیف کر ڈالیں۔ ملتان کچہری اس لحاظ سے بڑی خوش قسمت ہے۔

اس سے مجھے یہ احساس ہوا کہ اگر صمیمِ قلب سے کوئی شخص خدمتِ خلق پر کمربستہ ہو تو زندگی کی مشکل اور ان کی پیشہ ورانہ مصروفیتیں اس کا راستہ ہرگز نہیں روک سکتیں، مجھے حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آتا ہے ؎

زباں کز بہرِ دیں گوئی چہ عبرانی چہ سُریانی
مکاں کز بہرِ دیں جوئی چہ جابلسا چہ جابلقا

یعنی —— اگر تمہارا مدعا و مقصود دین کی تبلیغ ہے تو چاہے تم عبرانی زبان اختیار کرو یا سُریانی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اگر تم دین کی خاطر کسی تگ و دو میں مصروف ہو۔ تو چاہے تم سفر کی ابتدائی منزل میں ہو یا آخری منزل میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس کی زندہ مثال یہ صاحبِ کتاب ہیں۔

(کچہری کی دُنیا ص۱۳)

مقالوں

کی

روشنی میں

صاحبزادہ فاروق علی
سپیکر نیشنل اسمبلی۔ پاکستان
اسلام آباد

ایک بیش بہا کتاب

محترمی!

آپ کا خط مورخہ ۹ راگست ۱۹۷۵ء کو ملا اور ساتھ ہی ایک اعلیٰ پائے کی کتاب بھی، دونوں کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ میں ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے یہ بیش بہا کتاب ارسال فرمائی ——— اس کی تقریبِ تعارف میں شرکت کی دلی خواہش رکھنے کے باوجود ہجوم کار کی وجہ سے اس مسرت سے محروم ہوں۔

مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ ملتان کی تاریخ اور اس کی عظمت کا مصوّر اور جامع مرقع پہلی بار اس کتاب کی صورت میں شائع ہوا ہے۔ یہ کتاب ہمارے علمی سرمائے میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اور یہ اس قسم کی مزید کاوشوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

احترامات فائقہ کیساتھ

مخلص

۱۵ راگست ۱۹۷۵ء

قدرت اللہ شہاب
منسٹری آف ایجوکیشن، اسلام آباد

ہر دم رواں پیہم جواں مصنّف

محترمی و مکرمی جناب منشی صاحب!

نوازش نامہ ——— "بہارِ رفتہ" ——— لایا۔ اس دل پذیر تحفہ نے اتنی یادیں تازہ کردیں جن کا شمار نہیں۔ آپ کی ۳۶ کتابوں کے بعد جن کا مجھے علم ہے، "بہار رفتہ" — غالباً ۳۷ ویں کتاب ہے۔ لیکن نہ مصنف پر بڑھاپے کے آثار مرتب ہوئے ہیں نہ تصنیف پر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وقت میں خاص برکت عطا فرمائی ہے۔ ہم لوگ تو وقت کو دولت صرف محاورۃً ہی کہتے ہیں۔ لیکن آپ اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

شہید ستم جاوید احمد خان مرحوم مغفور کی یاد کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے "بہار رفتہ" سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔

اس ایک کتاب میں آپ نے اُن سب حضرات کی ذات کو بھی محفوظ کر لیا ہے۔ جن کے متعلق یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ جلد یا بدیر وہ زندگی یا موت کے پردے میں گم نامی کی نذر ہو جائیں گے۔ میرا اپنا شمار اسی فہرست میں ہے۔ اب آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں؟

میری بڑی خواہش تھی کہ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں جب ——— "بہار رفتہ" ——— کی رونمائی کی تقریب منعقد ہو تو میں بھی اس موقع پر حاضر خدمت ہو سکوں۔ لیکن چند دفتری مجبوریوں کی وجہ سے معذور رہوں۔ ——————— انشاء اللہ جب بھی موقع ملا۔ آپ کی خدمت میں حاضری دوں گا۔

میرے جیسا انسان تو مکروہاتِ دُنیا ہی میں الجھ کر بے دست و پا ہو جاتا ہے۔ دین کی کوئی سُدھ بُدھ ہی نہیں رہتی ——— اگر کبھی اس طرف دھیان ہوتا بھی ہے تو دین اور دُنیا متوازی چلتے ہیں۔ آپ کی ذات میں یہ دونوں متوازن ہیں۔ کبھی کبھی احقر کے لئے بھی دُعا فرما دیا کریں۔

والسلام
نیاز مند

(جشنِ بہارِ رفتہ، ۱۲/۱۵)

علاّمہ غلام شبّیر بخاری
ڈپٹی سیکرٹری ایجوکیشن۔ پنجاب

حبیبِ لبیب و ادیبِ شہیر

ملتانِ جدید، پنجاب، سندھ، بلوچستان و سرحد کی علمی، تہذیبی اور ثقافتی قدروں کا امین ہے اور ایک مستحکم پاکستان کا دھڑکتا ہوا دل۔

منشی عبدالرحمٰن خان حبیب لبیب و ادیب شہیر مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی تازہ تالیف ——— "بہارِ رفتہ" ——— میں ملک و ملت کے سامنے ملتان کی مجلسی زندگی کا ایک غایت درجہ مفید مرقعِ تقریبات پیش کر دیا ہے۔ جو نہ صرف ادب و تاریخ و ثقافت کا ایک حسین سنگم ہے۔ بلکہ قومی روایات کا ایک قابلِ فخر سنگِ میل بھی ——— یہ دیدہ زیب مرقع تقریبات کم و بیش ۴۰۰ یادگار تصاویر پر مشتمل ہے۔ ہر تصویر کیساتھ معلومات افزا تشریحی نوٹ ہیں۔ جن سے ان کے پس منظر پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ منشی صاحب کی قابلِ تعریف صلاحیتوں کا کرشمہ ہے۔ کہ انہوں نے ان تصاویر سے بھی ملکی نظریات و ملی معتقدات کی اشاعت کا کام بڑی خوبی سے لیا ہے۔ جا بجا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے

ایک کامیاب معلّم کی طرح ان بصری معاونات کا بڑا اور موثر استعمال کیا ہے۔ اور حسین و دلآویز ترکیبوں، ہلکے پھلکے، تیکھے تیکھے جملوں اور رمزیت اور اشاریت میں ڈوبے ہوئے نشتروں سے ملتان کے تغیر پذیر معاشرے کی جیتی جاگتی زندگی کی عکاسی کی ہے اور رہنمائی بھی۔

منشی صاحب ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہیں اور محب وطن پاکستانی۔ وہ اسلام اور پاکستان کے نظریہ اساسی پر غیر متزلزل یقین و ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی تالیفات و تصنیفات کا محور یہی مقدس مشن ہے۔

یہ مرقع تصاویر اس دور کے عوامی رجحانات فکری کا ایک ایسا جام جہاں نما ہے، جس میں اہل نظر قومی زندگی کو صحت مند بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے نئے نئے راستے تلاش کر سکیں گے ——— گویا منشی صاحب ترجمانِ حقیقت حضرت علامہ اقبال کی زبان میں یہ کہہ رہے ہیں ؎

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں
آنے والے دَور کی دھندلی سی اِک تصویر دیکھ

(جشنِ بہارِ رفتہ صہ ۱۷-۱۶)

خواجہ خورشید احمد
پرنسپل گورنمنٹ ٹریننگ کالج۔ ملتان

صاحبِ ہمّت انسان

منشی عبدالرحمٰن خان بڑے ہی صاحب ہمت انسان ہیں۔ ایسے لگتا ہے جیسے علامہ اقبال نے یہ بات شاید ان کے عزم کے بارے میں کہی تھی کہ ؏

" سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت بے رائی "

یہ تعریف نہیں حقیقت ہے۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ انہوں نے گذشتہ ۳۰،۲۹ برس کی سب رنگ تقریبات کے حسن افروز مرقعات، اپنی دلچسپ تحریروں کے نگار خانے میں سجا کر ——— " بہار رفتہ " کے عنوان سے ہمارے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ یہ مرقعات جہاں ہماری سماجی، ثقافتی اور ادبی سرگرمیوں سے عکاس ہیں۔ وہاں ہماری قومی زندگی کے مختلف ارتقائی رجحانات کے ترجمان بھی ——— ان سے ایوبی دور کی واضح ترین ہی نہیں، بلکہ خیال افروز شکل بھی ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

عنوان کتاب ——— دو الفاظ سے مرکب ہے۔ یعنی بہار اور رفتہ سے کتاب کے اندر جھانکیں۔ تو نتیجہ نکلتا ہے کہ " بہار " سے ایک خاص دور کا تذکرہ جوانی اور شباب و شراب مراد ہے۔ زنگارنگ تقریبات، راگ و رنگ کی حسین محفلوں اور شعر و ادب کی روح پرور اور سخن افروز مجلسوں کا تذکرہ ہے۔ اصغر گونڈوی نے شاید ایسی ہی بہار کے بارے میں کہا ہوگا ؎

جوشِ شباب، نشہ صہبا، ہجوم شوق
تعبیر یوں بھی کرتے ہیں فصلِ بہار کو

" رفتہ " کا لفظ غالباً اس لیئے بڑھایا گیا ہے کہ منشی صاحب کو اس عہد جوانی اور نوازشاتِ شباب کی یاد ستا رہی ہے اور آج وہ کچھ یوں ماتم کناں ہیں ؎

نہ گل کھلے ہیں نہ ان سے ملے نہ مئے پی ہے
عجیب رنگ میں اب کے بہار گزری ہے

یا شاید ——— یہ عنوان اس لئے تجویز کیا ہے کہ اس میں ان دانش وروں اور مفکروں کا ذکر ہے جو ملت کا سرمایۂ عزیز ہوتے ہیں، جن کی گرمئ سخن فکر و تدبر کی راہیں کھول دیتی ہے یا ان صورتوں کا ذکر ہے جو آئیں تو طلوع بہار بنکر مگر شامِ زندگی کی نذر ہوگئیں ؎

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

"بہارِ رفتہ" ـــــــــ ایوبی دور کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ اقتصادی، سیاسی سماجی ثقافتی اور اخلاقی لہریں مخالف سمتوں میں پھیلتی اور ابھرتی نظر آتی ہیں۔ جن سے قوم کی نفسیات اور فلسفۂ زندگی کی وضاحت ہوتی ہے۔ ایسے لگتا ہے گویا ایک ڈرامہ ہے۔ جس کے کئی کردار ہیں جو بکمال مستعدی اور چابکدستی سے اپنا رول ادا کر رہے ہیں۔

افسر شاہی اپنے حسنِ انتظام سے تقریبات کی نوک پلک درست اور حسن و آرائش میں چار چاند لگاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ صنعت کاروں نے ان پروگراموں کی زیب و زینت اور رعنائی و زیبائش کے لئے اپنے خزانوں کا منہ کھول رکھا ہوگا۔ قوم ہے کہ دادِ عیش دیتی اور ع

اللہ کرے زورِ حُسن اور زیادہ

کا نعرۂ مستانہ بلند کرتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے۔ شعر و ادب کی ندیاں نہیں بلکہ آبشاریں بہہ رہی ہیں، شاعرِ خوش نوا، نے اپنے سحر آفریں نغموں سے بہارِ چمن کو رنگینیاں عطا کی ہیں ؎

یہ نغمے یہ ترانے، یہ شراب و شعر کا عالم
یہ عمریں، یہ بہاریں یہ شباب و شعر کا عالم

رقاصاؤں کے پائلوں کی جھنکار، جسموں کو گدگداتی اور دلوں کو گرماتی اور پھر ہوش و خرد شکار کرتی ہوئی لگتی ہے۔ رقص و سرود اور راگ و رنگ کی یہ محفلیں، حسن و عشق کی یہ سرمستیاں اور نئی نئی ثقافتوں کی خرمستیاں ایک سحر پھونک رہی ہیں۔ عوام کا الانام ہیں کہ اس زلفِ تابدار کے اسیر ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

غرض کہ ـــــــــ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فکر و دانش ہوش و خرد اور قلب و نظر کی تمام راہیں مسدود ہیں اس طلسم ہوش رُبا میں جہاں کا ہر کردار زبانِ حال سے یہ کہتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ ؎

بدلے جا خُلد میں یارب، یہیں رہنے دے تو مجھ کو
یہ دُنیا ہے تو جنّت کی نہیں ہے آرزو مُجھ کو

البتہ ——— کہیں کہیں نشتر بھی ہیں۔ جب کبھی بھی حق و صداقت کی آواز اٹھتی ہے تو نغمہ و شعر کے رسیا ایک مسحور کُن ادا سے مسکراتے ہیں اور لمبی تان کر سو جاتے ہیں۔ ایسے میں خطرات سے کون آگاہ ہے؟ آنے والے کل کی کس کو فکر ہے؟ اگر ہوا بند ہو تو بادِ نسیم کا ہلکا سا جھونکا ہی غنیمت ہے۔ اہلِ دل اگر ان لمحوں کا ماتم کریں تو لا حاصل، خودی کی موت کا نوحہ بے سُود، ——— اگر نوجوانانِ ملت، فکر و نظر سے عاری ہیں اور ہوس کی بے نور راہوں میں کھوئے ہوئے ہیں تو ان کا کیا قصور؟ اگر اخلاق کی ڈوریاں ڈھیلی پڑ گئی ہیں تو شکوہ عبث ہے ——— "آوازِ دوست" ——— اس بتکدے میں سنائی نہیں دیتی، طلسم ہوش رُبا کے اس گنبد کو پاش پاش کرنے والا کوئی بھی نہیں۔ حکیم تو ہیں، مگر اپنے ہی فلسفہ اور فکر و نظر کی رو با ہی کا شکار! ——— کوئی بھی کلیم نہیں جو سربکف ہو کر فکر و نظر کی راہیں کھول دے۔ اور اپنے نورِ بصیرت سے باطل کی تاریکیوں کے پردوں کو چاک کر دے اگر ——— آج نونہالانِ ملت رقاصاؤں کے تھرتھراتے اور لچکتے ہوئے جسموں کے نظارہ میں محو ہیں اور اس کے لہراتے ہوئے بازو کی طرف یوں کہتے ہوئے لپکتے ہیں کہ ؎

اس سینے کا وہ چاک ستم۔ اس کرتی کا تن زیب ستم
اس قدر کی زینت قہر بلا۔ اس کافر جیب کا زیب ستم

تو ماتم کیسا؟

یہی تو ——— بہارِ رفتہ کی رنگینیوں اور حشر سامانیوں کا ثمرہ ہے۔ منشی صاحب کی تحریر کے نشتر اس دور میں تو اثر کر سکتے ہیں۔ لیکن اس دور کے مخمور و مسرور قلب پر بے اثر ہیں۔

(رجبِ بہارِ رفتہ ۲۰-۲۳)

ڈاکٹر اسد اریب ایم اے، پی ایچ، ڈی۔ اوپن یونیورسٹی
انسٹی ٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز۔ اسلام آباد

اِس صدی کی

ایک قیمتی دستاویز

میری انا کے خول سے برابر ایک آواز آرہی ہے :۔ ——

"کسی کو نہ مان۔ کسی کو نہ مان"

اس مبہم صدا کا میں مستقل سامع ہوں۔ لیکن پھر بھی جب کبھی مجھے میرے مکان سے اونچا کوئی مکان دکھائی دیتا ہے یا میری دیوار سے اونچی کوئی دیوار نظر آتی ہے تو تر ذد میرا اس مکان اور دیوار کے اس پار دیکھنے کا آرزومند ہو جاتا ہے —— اور پھر شرمندہ ہو کر میں یوں کہنے لگتا ہوں ؎

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے اُدھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

ملتان ۱۹۷۰ء میں آیا تھا۔ یہاں آنے سے پہلے بہاولپور میں کم و بیش نو سال تک ملتان کے دو شخصوں کا نام بار بار سنتا رہا۔ ان میں ایک آغا شیر احمد خان خاموش تھے اور دوسرے منشی عبدالرحمٰن خان صاحب!

عجب اتفاق ہے کہ سن ۷۰ سے ۷۵ تک پانچ سال ملتان میں رہا اور منشی صاحب سے ملاقات کی آرزومندی کے باوجود، زیادہ قریب ہو کر نہ مل سکا۔ میں ان کے کمالِ ادب کا غائبانہ تو معترف تھا۔ مگر روبرو اعترافِ حقیقت کا حوصلہ نہ پاتا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ منشی صاحب اس صدی کی ایک قیمتی دستاویز ہیں۔

اب میں اسلام آباد میں ہوں اور وہ ملتان میں ہیں! ہونا تو یہ چاہیے تھا
آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل

وہ مجھے نظر انداز کر دیتے۔ لیکن ایسا ہوا نہیں —— "بہارِ رفتہ" —— انہوں نے بڑی شفقت سے مجھے بھجوائی۔ میں یہ کتاب دیکھ رہا ہوں اور جدید ملتان کی تاریخ کے تمام چھوٹے بڑے پہیے میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہے ہیں۔ سر سید احمد خان نے —— "آثار الصنادید" —— میں دلی کے آثار کا حال لکھا تھا۔ مگر ان کے آثار عماراتی تھے، عملی اور جذباتی نہ تھے۔

منشی عبدالرحمٰن خان صاحب نے اپنے شہر کی متحرک اور عملی زندگی کو مصوّر کر دیا ہے۔ صرف تصویریں ہوتیں تو پتھر کی مورتیوں اور کاغذ کی پتلیوں کی طرح گونگی ہوتیں —— "بہارِ رفتہ" —— کی تصویریں تو برابر بول رہی ہیں۔ اور ہر تصویر ایک اہمیت لئے ہوئے ہے۔ یہ سب کی سب ذاتی، نجی یا اداراتی تصویریں ہیں۔ مگر ان کی کیفیتوں کے بیان سے پہلے جو مقدمات منشی صاحب نے لکھے ہیں، ان کے سبب یہ نجی اور ذاتی تصویریں بھی واقعاتِ عصر اور لمحاتِ زندگی میں ڈھل گئی ہیں۔ جدید ملتان کی تہذیبی تاریخ کو تصویروں میں بیان کرنے کا یہ بالکل نیا ڈھب ہے۔

تاریخ لکھوانا بادشاہوں کا کام ہے۔ اور تاریخ پڑھانا معلّموں کا پیشہ ہے۔ یہ دونوں مقیّد ہیں، ایک آرزوئے دولت میں، دوسرا جبرِ منصب میں۔ لیکن تاریخ لکھنا اور تاریخ پڑھانا، ماضی سے محبت کا ثبوت ہے۔ جو کوئی شخص تاریخ لکھتا ہے یا یا اس کے اجزائے ترکیبی کو جمع کرتا ہے۔ اس شخص کا تہذیبی شعور مسلّم ہے۔ —— تاریخ کا قاری اور تاریخ کا مرتّب، تہذیب و تمدّن کا دوست ہوتا ہے۔ ماضی سے شدید محبت کرنے والے لوگ ہی تاریخ لکھتے اور پڑھتے ہیں۔

جو لوگ مستقبل کی طمع میں مبتلا ہیں۔ جو صرف آگے دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں روح کی لذتوں سے آشنائی نہیں۔ جو تہذیب اور تاریخ کے تسلسل پر یقین

نہیں رکھتے ۔ یہ شعورِ قومی کے منکر اور حیاتِ اجتماعی سے منحرف ہیں ۔ یہ وہی لوگ ہیں جو جدید شعر و ادب کی دُنیا میں خود ساختہ' فن کار، عظیم شاعر اور بزعم خود ترقی پسند کہلاتے ہیں ۔ ماضی سے نفرت کرکے کوئی قوم اچھے حالوں ، نہ جی سکتی ہے ۔ نہ جاگ سکتی ہے ماضی کا شعورِ حیاتِ ابدی کی علامت ہے ۔

منشیؔ عبدالرحمٰن خاں ، ماضی کے شعورِ حیاتِ آفریں سے بھرپور ایک مکمل شخصیت کا نام ہے اور "بہارِ رفتہ" اس شعور کی علامت ۔

اس مرحلہ پر اگر کوئی اور ہوتا تو اس کا قلم بہک جاتا ۔ اور نوکِ قلم کی گرفت ممکن نہ تھا ۔ کاغذ پر ڈھیلی پڑ جاتی ۔ لفظ بگڑ جاتے اور مضمون پھیل جاتے ۔ لیکن تصنیف و ترتیب کے میدان کا یہ آزمودہ سپاہی ، مرفع بندی کے خار دار ، نوکیلے اور کڈھب کام سے بخیر و خوبی گزر گیا ۔ یہ ادبی ظفر مندی نہیں ، شخصیت اور فکر کے مکمل انطباق کا نتیجہ ہے ۔

منشی عبدالرحمٰن خان —— اپنے لباس میں ، اپنی ہیئت معروضی میں ، اپنے طور و طریق میں اور اپنی رفتار و گفتار میں جیسے نظر آتے ہیں ۔ ان کی سوچ میں بھی ویسی ہی وضع ، ویسی ہی شرافت ، ویسی ہی سادگی اور دردمندی دکھائی دیتی ہے ۔

(جشنِ بہارِ رفتہ ص ۳۰ تا ۴۵)

ڈاکٹر سیّد مقصود زاہدی

صاحبِ دیدۂ بینا و دلِ بیدار

تقریبات تکملہ ہوتی ہیں ، انسانی آرزوؤں ، اُمنگوں ، خواہشات اور تصورات کی انجام پذیرائی کا ۔ اس میں بڑے اجتماعی منصوبے بھی شامل ہوتے ہیں اور افراد کی نجی آرزوئیں بھی

کسی شہر یا ملک کی اہم تقریبات کے روشن لمحات کو جمع کر لینا ایک تاریخی کارنامہ ہے جو ہر ایک کے بس کا نہیں ہوتا۔ یہ کارنامہ اُسی دیدۂ بینا اور دلِ بیدار کا ہے جو ہر رنگ میں دا ہونے کی فطری صلاحیت سے بہرۂ وافر رکھتا ہو ———— اور "بہارِ رفتہ" جو ایک بے نظیر مصور تالیف ہے۔ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ منشی عبدالرحمٰن خان دیدۂ بینا اور دلِ بیدار کی دولت بے قیاس کے مالک ہیں اور ان کی شخصیت میں ایسی فراخی اور وسعت موجود ہے کہ وہ زندہ دلی کیساتھ ہمہ قسم کی تقریبات میں اس طرح دلچسپی لیتے ہیں کہ وہ ان تقریبات کے روحِ رواں نظر آنے لگتے ہیں۔

زوال پذیر معاشرے کے بیشتر افراد جو رنگا رنگ خداداد صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں ہمیشہ یہی شکایت کرتے سُنے جاتے ہیں کہ انہیں فرصت نصیب نہیں ہوتی۔ انہیں کی مصروفیت کوئی اہم کام سرانجام دینے کا موقع نہیں دیتی ———— لیکن ایسے سست الوجود معاشروں میں بھی منشی صاحب جیسی شخصیتوں کا وجود ثابت کرتا ہے کہ وقت کی تنگی اور مہلت کی نایابی اور کم یابی کا گلہ کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو درحقیقت کام سے جی چراتے ہیں اور زندگی کو سہولت سے بسر کرنے کے آرزومند ہوتے ہیں۔ وگرنہ وقت تو وہ بے مثال شے ہے کہ ہم اس سے جتنا بھی کام لینا چاہیں وہ ہماری کارکردگی کی مناسبت سے اتنا ہی اپنی آغوش کو کشادہ کرتا چلا جاتا ہے۔

"بہارِ رفتہ" ———— منشی عبدالرحمٰن خان کے حُسنِ کارکردگی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اس بے مثال مرقع کو دیکھ کر جو کثرتِ نظارہ سے ہر دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ہمیں منشی صاحب کی (DYNAMIC) متحرک ہستی پہ رشک آنے لگتا ہے۔ ان کی بے پناہ توفیق مشقت سے لوگ حیران ہو کر ان کے بارے میں طرح طرح کی ایسی قیاس آرائیاں کرتے رہتے ہیں جن کے پسِ پردہ حسد کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔

منشی صاحب کی وسعتِ قلبی قابلِ داد ہے کہ انہوں نے اپنے مخالفین، معاندین اور حاسدین کو اس تاریخی مرقع میں جائز مقام دینے میں بخل سے کام نہیں لیا۔

منشی عبدالرحمن خان ــــ اپنے پیشہ کے اعتبار سے ایک محرر ہیں جو سارا دن کچہری میں بڑی مستعدی سے اپنے فرائض منصبی انجام دیتے نظر آتے ہیں۔ عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ کے ماہنامہ ــــ "مجلہ" ــــ کے لئے دینی، تہذیبی، سیاسی اور ثقافتی نظریات پر خود بھی لکھتے ہیں اور دوسروں سے بھی لکھواتے ہیں۔ علاوہ ازیں کتابوں پر کتابیں لکھتے جاتے ہیں۔ زائد از اڑھائی درجن کتابوں کے مصنف، مؤلف اور مرتب ہیں۔ ان کی مصنفہ اور مؤلفہ کتب نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون پاکستان امریکہ، افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ تک کے کتب خانوں میں جاتی ہیں۔

ان کے نام اور کام کا تذکرہ عالمی شہرت کے مصنفین کی ایسی کتابوں میں ملتا ہے جو ہر براعظم میں الگ الگ کروڑوں کی تعداد میں چھپی ہیں۔ جن میں سرفہرست مشہور عالم اکانومسٹ گنرمارڈال کی کتاب ــــ "ایشین ڈرامہ" ــــ ہے۔

منشی صاحب اگر اپنی حالت پر قانع نہ رہتے اور کسی کالج سے قانون کی تعلیم حاصل کر لیتے تو بہت بڑے وکیل یا بیرسٹر ہوتے۔ ــــ لیکن ایک کامیاب ماہر قانون ہو کر وہ مطمئن اور آسودہ زندگی گزارنے کے عادی ہو جاتے اور شاید ان کی شخصیت کے پنہاں اوصاف اور خداداد صلاحیتیں سرد پڑ جاتیں اور یوں وہ اپنی شخصیت کی تکمیل کی خاطر وہ کچھ نہ کر پاتے جو انہوں نے گذشتہ نصف صدی کی ہر دم رواں، پیہم جواں متحرک زندگی میں کر دکھایا ہے۔

منشی صاحب ــــ سیدھے سادے اور مسکین طبع سہی مگر وہ کوئی خانہ نشین اور اپنی ذات کے خول میں بند دانشور نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک بے حد فعال اور عملی انسان ہیں۔ وہ جہاں اور جس ادارے سے وابستہ رہے۔ وہاں اپنی فعال حیثیت میں رہے اور لوگ ان کے زورِ کردار کی تپش سے جلنے لگے۔ ان کی زندہ دلی نے اپنی نمود و نمائش کے لئے صدہا راہیں اختیار کیں اتنی راہیں کہ کبھی کبھی ان کی شخصیت کی عبارت کثرتِ معنی سے مبہم ہونے لگتی۔

غرض کہ ــــ منشی صاحب ان باعمل انسانوں کی یادگار ہیں۔ جنہیں ہم اکثر یاد

کرتے ہیں۔ جن کی ہم برسیاں مناتے ہیں۔ اور جن کے چھوڑے ہوئے عظیم کارہائے نمایاں کو دیکھ کر ہم انہیں خراج عقیدت ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

"بہارِ رفتہ" ——— کو جس خوبی سے لوٹایا گیا ہے اسے دیکھتے ہی ہر شخص کے دل میں یہ کرید پیدا ہونا ایک فطری امر ہے کہ آیا وہ بھی تقریبات کے اس ہجوم میں تصویروں کے اس چمن زار میں کہیں موجود ہے؟ ——— اتنی متنوع اور ایسی یادگار تقریبات کی تصاویر جمع کرنا ہی ایک کٹھن کام تھا۔ اس پر منشی صاحب کا اپنی آرا، تبصروں، تجزیوں اور گونا گوں دلکش دلچسپ اور حقائق افروز عنوانات سے اسے سنوارنا جدا مرحلہ تھا۔ منشی صاحب تنقید و تبصرہ، طنز و مزاح سبھی سے اس حسن خوبی سے گزرے کہ کتاب کو انکشافات و معلومات کا ایک حسین مرقع بنا دیا ہے۔ ——— انہوں نے چند نہایت نادر، قیمتی اور تاریخی لمحات کے عکس لیکر ماضی کی یادیں کچھ اس طرح تازہ کیں کہ وہ حال و مستقبل کے لئے نشانِ راہ بن گئیں۔

غرض کہ ——— اس کتاب میں آپ کو قدم قدم پر ایسے تیر و نشتر چھپے ہوئے ملیں گے۔ جو اپنے اندر بہت بڑے حقائق کو سموئے ہوئے ہوں گے۔ جن کی صحیح قیمت آنے والا مورخ ہی لگا سکے گا۔ جس کے لئے یہ مرقع نشانِ راہ کی حیثیت رکھے گا۔

(جشنِ بہار رفتہ ص ۵۰-۵۶)

پیر رفیع الدین شاہ

ایڈووکیٹ - ملتان

درویش مسلک بزرگ

درخشاں حقیقتیں تاریخ کی پنہائیوں میں دفن ہوتی ہیں۔ لمحات کے سائے

واقعات کو یاد سے محو کر دیتے ہیں۔ گراں ساعتیں گزر جائیں تو کب یاد رہتی ہیں۔ وقت حادثات کے آئینے توڑ دیتا ہے۔ زخم مندمل ہو جاتے ہیں۔ امتدادِ زمانہ کیساتھ احساسِ زیاں بھی مدھم ہو جاتا ہے۔ وقت گزرنے پر کوئی کسے یاد رکھتا ہے۔ کون کسے یاد آتا ہے۔ اس بے حسی کے دور میں تو عظمتِ رفتہ بھی ماضی کے نہاں خانوں میں ایک افسانہ بن کر رہ گئی ہے۔

اس ۱۴ اگست کو ایک حادثہ نے بہارِ رفتہ کو پھر زندہ کر دیا اور منشی عبدالرحمٰن خان صاحب کی تصنیف "بہارِ رفتہ" مطالعہ میں آئی۔

"بہارِ رفتہ" ـــــــ کے مصنف محتاجِ تعارف نہیں۔ وہ دین کی خدمت کے لیے کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ انہیں بہت سے بزرگانِ دین سے قرب حاصل رہا ہے۔ ـــــــ یہ کتاب ملتان میں مختلف اوقات میں منعقد ہونے والی تقاریب کا مرقع ہے۔ جن کو نوعیت کے لحاظ سے ۲۲ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ فرقہ بندی تصویر کی پسند نہیں، مصوّر کی آنکھ تو ہر چہرے سے یکساں وفا کرتی ہے۔ گروہ سازی تو مورّخ کا کرشمہ اور اہلِ قلم کا فن ہے۔ ـــــــ بہر حال کتاب کا سراپا فن کی خوبی کا مظہر ہے۔ میں نے کتاب کے نقوشِ مسلسل میں زندگی کو مختلف رنگ اور روپ میں دیکھ لیا ہے۔

تصویروں میں تو حسنِ گریزاں کو بھی ٹھہراؤ ہے۔ کسے انکار ہے کہ گردشِ آسمان جب رکتی ہے تو تصویر کھنچتی ہے۔ تصویریں تو بات سننے کا سلیقہ بھی رکھتی ہیں۔ ان کے لب و دہن میں نہ غصہ ہے نہ گلہ۔ یہ تو خود داستان سرا ہیں۔ بہتر مورّخ ہیں۔ یہ "بہارِ رفتہ" یہ عکسِ ماضی یہ عبرت کدہ جہاں، اپنی تفسیر آپ ہیں۔

اس کتاب کا نقشِ اوّل جاوید مرحوم ہے۔ اس تصویر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ ایک ہونہار طالب علم جو شہیدِ ستمِ وقت ہے۔ اپنے جان آفرین سے یہاں کی عدالتوں کی شکایت کر رہا ہے اور انصافِ تمام کی وہ زنجیر تھامے ہوئے ہے۔ کہ جس کے میزان میں ذرہ برابر بھول بھی نہیں ـــــــ ایک عظیم بیٹے کی عظیم یادیں منشی صاحب کے لیے اس تصنیف کی محرک ہوئیں۔ وہ خود ایک پرخلوص اور درویش مسلک بزرگ ہیں۔ ان کی تصنیف اپنے بین السطور

ہیں خلوصِ دلِ مسلم کی آئینہ دار ہے۔ یہ کتاب اپنے دامن پر چار صد سے زائد علمی ادبی ثقافتی، سماجی اور رفاہی تقریبات کی تصاویر سجائے ہوئے ہے۔ ہر تصویر کیساتھ اس کا مختصر مگر جامع پس منظر اور پیش منظر دے دیا گیا ہے۔ تحریر میں الفاظ کا انتخاب اور نشست دونوں ہی ذی مقام ہیں۔ ادب و خلوص کا یہ بحرِ بیکراں ہر تصویر کے دامن سے یوں ٹکرا کے گزرتا ہے کہ ہر عکس بے خرام محفلِ ہستی میں منتقل ہو گیا ہے ——— بہاریں تو لوٹ آتی ہیں۔ ہم نے جانیوالے وقت سے عبث شکوہ کیا تھا ؎

ہم خزاں سے نبھا کریں گے
تُو بہاروں کو ساتھ لیتا جا

اس محفل میں لوگ ——— "بہارِ رفتہ" ——— کی مسکراتی ہوئی کلیوں کو اپنے دامن میں سجانے کے لئے جمع ہیں۔ لیکن مجھے آج نہ جانے کیا ہے کہ دعوتِ مژگاں کے سامان کر رہا ہوں۔ یہ آبِ رواں ——— "بہارِ رفتہ" ——— کے مصنف کے لئے تشکر کے آنسو بھی تو ہو سکتے ہیں ؎

گردشِ ساغرِ صد جلوۂ رنگیں تجھ سے
آئینہ داریٔ یک دیدۂ حیراں تجھ سے
(جشنِ بہارِ رفتہ)

رحمان فراز

سیکرٹری رائٹرز گلڈ ملتان

ایک منفرد حق گو محقق و مؤرخ

جناب منشی عبدالرحمن خان کی علمی و ادبی خدمات نے ہمیشہ خراجِ تحسین وصول کیا ہے

آپ رائٹرز گلڈ ملتان کے پہلے سیکرٹری ہیں۔ ایک محقق اور مصنف کی حیثیت سے آپ ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اور ملتان کی علمی و ادبی تاریخ جب کبھی مرتب کی جائے گی تو آپ کا نام یقیناً اُن مشاہیر کی فہرست میں شامل کیا جائے گا۔ جنہوں نے اپنے قلم کی کاوش اور ذہنی استعداد کی بدولت تخلیقات میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔

منشی صاحب ——— اس وقت تک ۳۶ کتابوں کے مصنف، مؤلف اور مرتب ہیں۔ "بہارِ رفتہ"، جس کی تعارفی تقریب آج منعقد ہو رہی ہے۔ ان کی ۳۷ ویں تصنیف ہے۔

"بہارِ رفتہ" ——— دراصل مختلف النوع تقاریب کا ایک خوب صورت اور مزین مرقع ہے۔ جو گزشتہ چند برسوں میں یہاں منعقد کی گئی ہیں۔ ان میں علمی اور ثقافتی تقاریب سے لے کر طبّی اور عروسی تقاریب تک سبھی کو شامل کر لیا گیا ہے۔ اور یوں زندگی کا کوئی گوشہ صاحبِ تصنیف کی دُور رس نگاہوں سے اوجھل نہیں رہا۔

"بہارِ رفتہ" ——— تحریر و تصویر کے گل ہائے رنگا رنگ لئے ہوئے ہے۔ ان چار سو تصاویر کے ذریعے جو اس کتاب میں شامل کی گئی ہیں ہمیں جہاں گذشتہ بیس پچیس برس کی ادبی، تعلیمی، تہذیبی، صنعتی، صحافتی، اشاعتی، تجارتی اور دیگر سرگرمیوں کا سراغ ملتا ہے وہاں اس دور کی بعض مقتدر سیاسی شخصیتوں کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ جن کا اصل مقام آنیوالا مورخ ہی متعین کرے گا۔

منشی عبدالرحمٰن خانصاحب کو قدرت نے سچ بولنے کا کمال حوصلہ عطا کیا ہے۔ وہ اپنے فرزند جاوید احمد خان کے قتل کے ضمن میں ایک جگہ رقمطراز ہیں کہ:- ———

میں نے اپنی ۴۵ سالہ کچہری کی زندگی میں یہی ہوتے دیکھا ہے کہ زردار قانون کی زد سے بچ جاتے ہیں، مگر نادار دھر لئے جاتے ہیں:

البتہ بعض مقامات پر مجھے محسوس ہوا ہے کہ خانصاحب نے سچ بولنے میں ذرا دیر کر دی ہے۔ ——— مثلاً صفحہ ۸۱ اور ۸۲ کی تصاویر اس پلاؤ سے متعلق ہیں جو ۱۹۶۵ء میں

صدر ایوب کے انتخابات جیتنے کی خوشی میں ملتان کے غربار یتامی اور مساکین میں تقسیم کیا گیا۔ البتہ ان تصاویر کے نیچے جو عبارت ہے اس میں خانصاحب نے سچ بولا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :۔

"۲ جنوری ۱۹۶۵ء کو آٹھ بجے صبح پرچیاں پڑنی شروع ہوئیں۔ بظاہر تو مادر ملت فاطمہ جناح کی کامیابی یقینی تھی۔ مگر آمریت نے کچھ ایسا اثر دکھایا کہ مادرِ ملت کو ۳۶ فیصد اور صدر ایوب کو ۶۳ فیصد ووٹ ملے"

مندرجہ بالا دونوں تصاویر تو یقیناً الیکشن کے فوراً بعد کی ہیں۔ مگر میرا قیاس یہ کہتا ہے کہ تصاویر کے نیچے کی عبارت ہمارے بزرگ دوست نے صدر ایوب کے مسندِ اقتدار سے اترنے کے بعد رقم کی ہے — مگر ہم میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو کسی جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی جرات رکھتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر سچ اس وقت بولتے ہیں، جب جھوٹ سب پر آشکار ہو چکا ہوتا ہے۔ اور ہمارے سچ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ہم میں سے اکثر سچ بولنے سے پہلے یہ یقین کر لینا چاہتے ہیں کہ کوئی جھوٹا ہماری گردن تو نہیں مارے گا۔

بہر حال یہ تو ہم سب کو علم ہے کہ تصویریں ہمیشہ سچ بولتی ہیں۔ اسی لئے "بہار رفتہ" میں تصویریں زیادہ ہیں۔ اب یہ قاری اور ناظر پر منحصر ہے کہ وہ ان تصاویر کے ذریعے سچ کو پہچانے۔ جیسا کہ صاحب تصنیف نے "نشانِ راہ" کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔

"آج تک — ایسی کوئی کتاب منظرِ عام پر نہیں آئی جو صرف کسی شہر کی تقریبات کی تصاویر و تفاصیل پر مشتمل ہو۔ اس لئے یہ کتاب اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ آئندہ اگر کوئی اس نہج پر کام کرنا چاہے تو اُسے یہ مرقع نشانِ راہ کا کام دے سکتا ہے"

(جشنِ بہار رفتہ)

غلام رسول اظہر
سپیشل جج انٹی کرپشن پنجاب

صاحبِ اسلوب انشاء پرداز

منشی عبدالرحمٰن خان عصرِ حاضر میں دورِ سلف کی لائقِ تحسین اور قابلِ ذکر یادگار ہیں ہمارے دور میں کسی مصنف کیساتھ منشی کا لاحقہ اپنی پوری معنویت کیساتھ یوں نہیں سجا۔ جیسا کہ منشی عبدالرحمٰن خان کے نام نامی کے ساتھ ——

وہ نہ صرف باعتبارِ پیشہ منشی ہیں بلکہ باعتبارِ علم و فضل اور تصنیف و تالیف بھی فی الواقعہ منشی قلم کار اور صاحبِ اسلوب انشاء پرداز ہیں۔

ان کی قابلِ قدر ضخیم تصانیف جن کی فہرست حیرت ناک حد تک طویل اور جو مجموعی طور پر بلا مبالغہ ہزارہا صفحات پر مشتمل ہیں۔ نہایت درجہ اور گوناگوں موضوعات پر محیط ہیں اور علی الخصوص ان کے دینی شغف کی آئینہ دار اور ان کے خالص اسلامی طرزِ فکر پر مبنی، صالح اور صائب مطمعِ نظر کی عکاس ہیں —— وہ سب کی سب مومنانہ فراست، بصیرت و آگہی، ملی شعور، درد مندی اور جاں سوزی کی مظہر ہیں اور تعمیرِ اخلاق سے متعلق ہمارے معاشرہ کے بنیادی پیش آمدہ مسائل پر حاوی ہیں۔

"آئینہ ملتان" —— کے بعد جو ملتان کی تاریخ پر عہدِ قدیم سے عصرِ حاضر تک ایک دلچسپ معلوماتی کتاب ہے۔ زیرِ نظر کتاب —— "بہارِ رفتہ" بھی ایک دل آویز اور دلکشا تصنیف ہے۔ جو قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۷۴ تک ملتان کی علمی، ادبی، ثقافتی، سماجی اور سیاسی زندگی کا ایک جامع مرقع اور مصور جائزہ ہے۔ —— اس کے مطالعہ کے بعد یوں لگتا ہے جیسے کہ مقامی اور قومی زندگی کی منہ بولتی ہوئی تصویر، مختصر مگر جامع الفاظ میں

کھینچ کر سامنے آگئی ہو ـــــــ حسنِ صوری و معنوی کے علاوہ یہ کتاب حسنِ ترتیب سے بھی آراستہ ہے۔ حسنِ اختصار و ایجاز فی الواقعہ کتاب کی جان ہیں۔ جس سے مصنف کی قوتِ مشاہدہ، دقتِ نظر، عصری تاریخ اور معاشرہ کی اقدار سے گہری وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ایک رواں دواں تبصرہ کی صورت میں ان شخصیات اور موضوعات سے بھی کماحقہ تعارف ہو جاتا ہے جو ضمناً زیرِ بحث آئے ہیں۔

پس کتاب کیا ہے ـــــــ ملتانِ نو کے لمحاتِ رفتہ کی یادوں کا ایک گلشنِ نورس ہے۔ واقعات و سانحات کا ایک دلچسپ تصویری خاکہ اور البم ہے۔ جس میں مصنف کی ژرف نگاہی اور طرزِ نگارش سے اس کی افادیت میں دہ چند اضافہ ہو گیا ہے اور اس کی قدر و قیمت تفریحی و عارضی اور گریز پا ہونے کی بجائے سنجیدہ، مستقل اور دیرپا ہو گئی ہے۔

(جشنِ بہارِ رفتہ)

ثمر بانو ہاشمی ایم اے

بابصیرت مؤرخ و محقق

تحریریں اور تصویریں ماضی کے ذخیرے کی امانت دار ہوتی ہیں۔ ان کے ذریعے سے ماضی اپنے تمام دریچے کھول دیتا ہے اور ہم کھلی نظروں سے ایک ایک شے اور اس کی جزئیات کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

ان وسائل کی مدد سے ہم اپنے سے پہلی نسلوں کے فکر و عمل، انداز حیات اور ان کے علم اور تجربات کے نقوش کو اپنے سامنے پاتے ہیں۔ پھر ہم ان نقوش سے رہنمائی حاصل کرتے

ہیں اور مستقبل کی طرف اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ منشی عبدالرحمٰن خان نے "بہارِ رفتہ" — پیش کر کے ماضی کی دریافت کا ایک نیا اور خوبصورت تجربہ کیا ہے میں نہیں کہتی کہ یہ تجربہ اس سے پہلے نہیں ہوا۔ لیکن اتنا بھرپور تجربہ میری نظر یا اطلاع سے نہیں گزرا۔ چار سو تصاویر یعنی ۴۰۰ تہذیبی مناظر کی تجسیم کے وسیلے سے ملتان کی معاشرتی زندگی کے رنگا رنگ پہلو اور گوشے بے نقاب ہوئے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ علمی اور ادبی انداز سے بھی کیا جا سکتا ہے اور تحقیقی اور تاریخی اعتبار سے بھی۔ ملتان کی گزری ہوئی زندگی چشمِ تماشا کے سامنے مجسم ہو گئی ہے اور ایک مبصر کے لئے سامانِ بصیرت و آگہی یکجا ہو گیا ہے۔ منشی صاحب نے ایسا گلستان سجایا ہے۔ جس میں رنگ رنگ کی کیاریاں بنائی ہیں اور لالۂ و گل کے شاداب قطعے اگائے ہیں ان کیاریوں میں احساس کے معطر منور پھول بے شمار ہیں، معاشرت تہذیب، تمدّن، علم و فضل، شعر و ادب، صنعت و حرفت، فنونِ لطیفہ، الغرض اجتماعی زندگی کے مناظر اور مظاہر کی ایک برات ہے جو آنکھوں کے سامنے سے شادیانے بجاتی اور گل ہائے نغمہ بکھیرتی چلی جاتی ہے۔

مناظر کی پیش کش میں منشی صاحب نے دہری تصویر کاری کی ہے۔ ایک تو عکسی فوٹو دوسرے لفظی فوٹو، عکس و لفظ نے مل کر واقعاتِ گزشتہ کو متحرک، زندہ اور تابندہ بنا کر رکھ دیا ہے تصویریں بھی بولتی ہیں اور لفظ بھی باتیں کرتے ہیں۔ اور چشم و گوش اپنے آپ کو ایک عالمِ حیرت میں محو پاتے ہیں۔ منشی جی کے تصویری مناظر کا تعارف پڑھ کر اس تجسس کو تسکین مل جاتی ہے ——— اس تحقیقی اور تاریخی اسلوبِ تحریر کے لئے منشی صاحب کو جن علمی ذخائر کا مطالعہ کرنا پڑا ہو گا۔ اور جتنی کڑی ریاضت اٹھانا پڑی ہو گی اس کا اندازہ کرتے ہوئے ان کی عظمت اور کام کی وقعت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بھرپور کام کے باوجود ان کا یہ اندازِ عجز، کہ ———

"یہ تو ایک کام کے ابتدائی نقوش ہیں اور اہلِ قلم کیلئے انوکھا اور دلچسپ کام کرنے کی بنیاد ہے۔"

ان کی شخصیت کے خاص پہلو کو سامنے لاتا ہے۔ وہ پہلو جہاں انسان کمال اور کارنامے کو انکسارِ عمل کا نام دیتا ہے۔

مجھے یہ کام بہت خوبصورت لگا اور بہت مفید معلوم ہوا۔ اس کام نے بیتے ہوئے لمحوں کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی اور گزری ہوئی زندگی سے بھرپور رونقوں کو پھر سے زندہ اور متحرک کر دیا ہے۔

میں اس کتاب کا خیر مقدم کرتی ہوں۔ اور اسے ملتان کے تہذیبی نقوش کا ایک تصویری اور ادبی مرقع قرار دیتے ہوئے لائق تحسین سمجھتی ہوں۔



وفاقی وزیر سائنس و ٹیکنالوجی چوہدری محمد ارشد منشی صاحب کی مصور تصنیف "بہارِ رفتہ" سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

تبلیغ کے میدان میں

سرپرست و معاون

ادارہ کا لٹریچر جب تعلیمی اداروں اور سرکاری دفتروں میں پہنچنا شروع ہوا تو ارباب اختیار نے اسے ایک خاص جماعت کا لٹریچر تصور کر کے اس کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ حالانکہ اس ادارہ کا اس جماعت سے کوئی تعلق بالواسطہ نہ تھا۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے منشی صاحب نے نامور ارباب اختیار و اقتدار سے ادارہ کی سرپرستی و معاونت کی درخواست کی۔ چونکہ وہ منشی صاحب کو ذاتی طور پر جانتے تھے کہ ان کا کسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے انہوں نے بلا تامل ادارہ کی سرپرستی و معاونت قبول فرمالی۔ جسے اخبارات نے یوں نمایاں طور پر شائع کیا۔ جس کی بنا پر تمام سنگ راہ خود بخود ہٹ گئے اور شکوک کے بادل چھٹ گئے

عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ کا مقصد

تعلیمیافتہ نوجوانوں کو اسلام کے قریب تر لانا ہے (عبدالرحمان خان)

اسلامی مشاورتی کونسل کے صدر ادارہ کے سرپرست بن گئے

ملتان ۲۰ ارمئی (سٹاف رپورٹر) عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ کے ناظم اعلیٰ منشی عبدالرحمٰن خان نے بتایا ہے کہ اسلامی مشاورتی کونسل کے چیئرمین مولانا علاؤالدین صدیقی نے ادارے کا سرپرست بننا قبول کر لیا ہے ادارے کی مجلس مشاورت میں جسٹس ایس اے رحمٰن جسٹس سجاد احمد جان جناب قدرت اللہ شہاب اور جناب مختار مسعود شامل ہیں جناب محمد اکرام ایڈووکیٹ اور نیشنل بنک کے منیجر، ایم ایم جوہر مقامی معاونین ہیں ادارہ کے ناظم منشی عبدالرحمان خان نے ادارے کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تعلیم یافتہ طبقے کو اسلامی نظام حیات کے قریب تر لایا جائے تعلیم یافتہ طبقہ ہمارے غلط تعلیمی نظام کے باعث اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گیا ہے۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ اس طبقے کو جدید ذہنی کا گہرا مطالعہ کئے بغیر اسلام کی آفاقیت کا قائل نہیں کیا جا سکتا ہمارے علماء جدید استدلال سے لاعلمی کی بنا پر گریز کرتے ہیں ورنہ مسلمانوں کو علم ہے کہ ہر مسئلہ تکفیر کے فتووں سے حل نہیں کیا جا سکتا اس کے لئے ایک مضبوط نظریاتی محاذ کی ضرورت ہے ادارہ اس کوشش میں مصروف ہے کہ جدید علمی تحقیق کی روشنی میں اسلامی اصولوں کی بالادستی ثابت کی جائے اس سلسلے میں ادارہ کا طریق کار یہ ہے کہ ہر ماہ مختلف علمی مسائل پر مختصر رسالے شائع کئے جائیں گے ادارہ کے زیر اہتمام اب تک مغرب میں مذہب خدا اور سائنس اور اسلامی عقائد اور سائنس کے موضوعات پر رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ (روزنامہ کوہستان)

یہ پریس رپورٹ روزنامہ کوہستان اور نوائے وقت ملتان
اپریل ۱۹۶۵

عقیدہ کی کمزوری کے افسوس ناک نتائج: ملتان میں عالمی تبلیغی منصوبہ کا افتتاح

ملتان ۱۳ اپریل (شان رپورٹر) ملتان میں آج عالمی تبلیغی منصوبے کا افتتاح کرتے ہوئے نیشنل بنک کے منیجر مسٹر [illegible] نے کہا نوجوانوں کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے جدید تہذیب کے تمدن و عقائد کی وجہ سے مسلمانوں کا نوجوان طبقہ اسلام سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ دنیا میں ایک نئے فکری انقلاب کا آغاز ہو چکا ہے سائنس نے انسانی ذہن کو وسعت دی ہے اس کی بدولت اب مغرب کے مادہ پرست بھی خدا کی ہستی کے قائل ہوتے جا رہے ہیں لیکن مسلمانوں میں مذہبی جذبات ٹھنڈے پڑتے جا رہے ہیں عقیدے کی ناپختگی کے باعث ہم فکر و عمل کے میدان میں اہل مغرب سے بہت پیچھے چلے گئے ہیں۔ آپ نے کہا کہ اب ثابت ہو چکا ہے کہ سائنس اور مذہب میں چولی دامن کا ساتھ ہے بلکہ سائنس کی مدد سے ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچان سکتے ہیں اس منصوبے کی مجلس عاملہ کے رکن جناب اکرام الحق شیخ نے کہا کہ عصر حاضر کا سب سے اہم انقلاب یہ ہے کہ ہم مذہب کے زیادہ نزدیک ہو رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ آئن سٹائن اور جیمز جینز جیسے مادہ پرست سائنس دان بھی سائنس کے توسط سے خدا کے قائل ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے فطرت کے مطالعہ پر زور دیا ہے تاکہ وہ خدا کی صنعت گری کو پہچان کر اپنا عقیدہ پختہ کر لیں۔ سیشن جج ملتان حاجی محمد سرفراز خاں نے اس عالمی تبلیغی منصوبے کو سراہا اور کہا کہ اگر ہم نے خدا کے راستے پر چلنا شروع کر دیا تو خدا خود ہماری رہنمائی کرے گا خدا کوشش کرنے والوں کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو انسان کے سجدوں کی پرواہ نہیں بلکہ خود انسان کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر جھکاتا رہے اس تبلیغی ادارہ کے بانی منشی عبدالرحمٰن خان نے اخبار نویسوں کو منصوبے کی تفصیلات بتائیں۔ آپ نے کہا کہ اس تبلیغی سلسلے کا پہلا رسالہ مغرب میں مذہب ہے ایسے رسائل ہر ماہ شائع کئے جائیں گے اور

کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا،

کمیونزم کے سب سے بڑے علمبردار کو بھی خدا کا قائل ہونا پڑا تھا

ملتان ۱۴ اپریل (شان رپورٹر) ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام عالمی تبلیغی مشن کے پہلے پمفلٹ "مغرب میں مذہب" کی رسم افتتاح ادا کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج حاجی سرفراز خاں نے کہا ہے خداوند تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کئے بغیر کوئی مسلمان کامیاب نہیں ہو سکتا ہم آج مغرب کی تقلید میں صرف مادی وسائل پر یقین رکھتے ہیں اور اس امید پر جی رہے ہیں کہ خداوند ہی ہماری مدد کے لئے آ جائیں گے مگر ہم جدوجہد اور کوشش کے اصول پر یقین نہیں رکھتے نیشنل بنک کے منیجر مسٹر محمد محمود جوہر نے کہا اسلام دینی و دنیاوی معاملات پر حاوی ہے یہ مذہب فطرت رہبانیت کی تلقین نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ آج مادیت کے بڑے علمبردار بھی خدا کی ہستی کے قائل نظر آتے ہیں شیخ اکرام الحق نے کہا کمیونزم اور دہریت کے سب سے بڑے علمبردار لینن کو بھی بالآخر یہ کہنا پڑا کہ اس دنیا کو چلانے والی ایک بہت بڑی طاقت ضرور ہے آپ نے کہا مسلمان دوسری طرف جا رہے ہیں اور وہ وحدانیت پر یقین رکھتے ہوئے عملی طور پر اسلام سے دور چلے گئے ہیں منشی عبدالرحمٰن خاں نے تبلیغی مشن کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ کالجوں اور سکولوں میں دینی تعلیم موجود نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہمارے طلبہ اسلام سے بے بہرہ ہوتے جا رہے ہیں ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ نے عصری مذاق اور جدید تقاضوں کے مطابق قرآن و اسلام کا پیغام دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچانے کے لئے تبلیغ و تعلیم دین کا کام شروع کیا ہے اس مقصد کے لئے اسلام کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے پمفلٹ شائع کئے جا رہے ہیں جو کالجوں اور سکولوں کے طلبہ کو خاص طور پر فراہم کئے جائیں گے عالمی تبلیغی کمیٹی کے سرپرست ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ملتان حاجی محمد سرفراز ناظم و مہتمم منشی عبدالرحمٰن خاں ہوں گے

انبیائی مشن

تبلیغ دین ایک انبیائی مشن اور فرض کفایہ ہے۔ لیکن جب بدعات وخرافات، رسومات وفواحشات عام ہوجائیں اور ملحدانہ عقائد اور مشرکانہ فتنے رواج پاجائیں تو اس وقت یہ فرض کفایہ، فرض عین بن جاتا ہے۔ اور بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ ——

"ایسے لادینی دور میں دین کو رواج دینے کے لئے ایک کوڑی خرچ کرنا اللہ کی راہ میں لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے برابر ہے"

اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے منشی صاحب نے مارچ ۱۹۶۵ء میں —— عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ملتان —— کی بنیاد رکھی تاکہ ہر ماہ جامع، مختصر، دیدہ زیب اور دل نشین لٹریچر ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے ان حضرات تک مفت پہنچایا جائے۔ جو

۱ —— محراب ومنبر تک نہیں پہنچ سکتے۔

۲ —— قیمتی دینی لٹریچر نہیں خرید سکتے۔

۳ —— ضخیم دینی لٹریچر پڑھنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتے۔

تاکہ ——

نوتعلیم یافتہ طبقہ کو مغربیت اور اشتراکیت کے سیلاب سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ نیز جو حضرات گوناگوں دنیوی مصروفیت کی وجہ سے یہ تبلیغی فریضہ ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ انہیں اس ادارہ کے ذریعے یہ فریضہ ادا کرنے کی سہولت بہم پہنچائی جائے۔ تاکہ وہ اس کی مالی اعانت کر کے گھر بیٹھے فریضۂ تبلیغ ادا کرتے رہیں اور اپنا سرمایۂ آخرت بڑھاتے رہیں۔

حوصلہ افزائی

منشی صاحب نے اپنے اس عالمی تبلیغی منصوبے کی تفصیلات سے جب مسٹر جسٹس ایس اے رحمٰن مرحوم چیف جسٹس پاکستان کو آگاہ کیا تو انہوں نے منشی صاحب کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے لکھا کہ :-

"اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ نئی پود کو بنیادی اسلامی تخیلات و اقدار سے آشنا کیا جائے اور اس مقصد کے لئے سادہ اردو اور انگریزی زبان میں ایسی تالیفات پیش کی جائیں جو علمی لحاظ سے پختہ ہوں اور موجودہ دور کے ذہنوں تک اپنے دلنشیں انداز بیان سے رسائی حاصل کر سکیں۔ انشاء اللہ یہ تبلیغی سلسلہ ہر وجوہ مفید ہو گا۔ آپ کی ہمت قابل داد ہے۔"

(اندازِ سخن)

حسنِ تعاون

جسٹس رحمٰن نے صرف حوصلہ افزائی پر ہی اکتفا نہ کیا۔ ادارہ کی مجلس مشاورت میں شمولیت بھی کر لی۔

مجلس مشاورت میں شمولیت کے لئے جب منشی صاحب نے مسٹر جسٹس سجاد احمد جان جج پنجاب ہائی کورٹ کو لکھا تو انہوں نے بالفاظ ذیل اس میں شرکت پر آمادگی ظاہر کر دی :- ——

"مجھے آپ کے ادارہ کے بلند مقاصد کے فروغ اور تکمیل میں کسی بھی خدمت سے انتہائی مسرت ہوگی —— مجلس مشاورت میں میری رکنیت کو آپ موزوں سمجھتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" (ایضاً)

تائید و اعانت

بفضلِ تعالیٰ جب ادارہ کا "مجلہ" منظر عام پر آیا اور ارباب اقتدار تک اس نے رسائی حاصل کر لی تو مسٹر جسٹس بدیع الزماں کیکاؤس جج سپریم کورٹ

پاکستان نے منشی صاحب کو لکھا ـــــــ

" اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نہایت نیک کام کر رہے ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اللہ کے دین کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ میرے لائق کوئی کام اس سلسلہ میں ہو۔ تو انشاء اللہ بقدر توفیق ضرور کر دوں گا۔"

صدقہ جاریہ

منشی صاحب کی یہ اشاعتی تبلیغی تحریک ان مخیر حضرات کے لئے ایک صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو ـــــــ

دامے، درمے، قدمے، سخنے

اس کی پشت پناہی کرتے رہتے ہیں۔ اس ادارہ کے لیے کبھی چندہ جمع نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کام کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر موقعہ بہ موقعہ اہل خیر اس کی از خود دلی اعانت کرتے رہتے ہیں۔ انکم ٹیکس گزاروں کو ثواب کے علاوہ انکم ٹیکس میں بھی بقدر اعانت چھوٹ بھی ملتی ہے۔ اور وہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق بن جاتے ہیں۔

ادارہ کی طرف سے ماہانہ مجلہ کے علاوہ عید الفطر اور اسلامی سالِ نو کے موقع پر ایک حسین و جمیل اور موثر تہنیتی تبلیغی کارڈ بھی ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتا رہتا ہے، جسے ارباب ذوق و نظر حرزِ جان بنا کر رکھتے ہیں۔ یا شیشے کے فریموں میں محفوظ کر کے اپنے دفتروں میں سجا رکھتے ہیں اور ان کے تراجم غیر ممالک میں چھپتے ہیں۔ ـــــــ ان تہنیتی تبلیغی کارڈوں کا سلسلہ جاری کرنے پر مبارک بادی اور حوصلہ افزائی کے اتنے خطوط موصول ہوتے جن کی ایک الگ کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

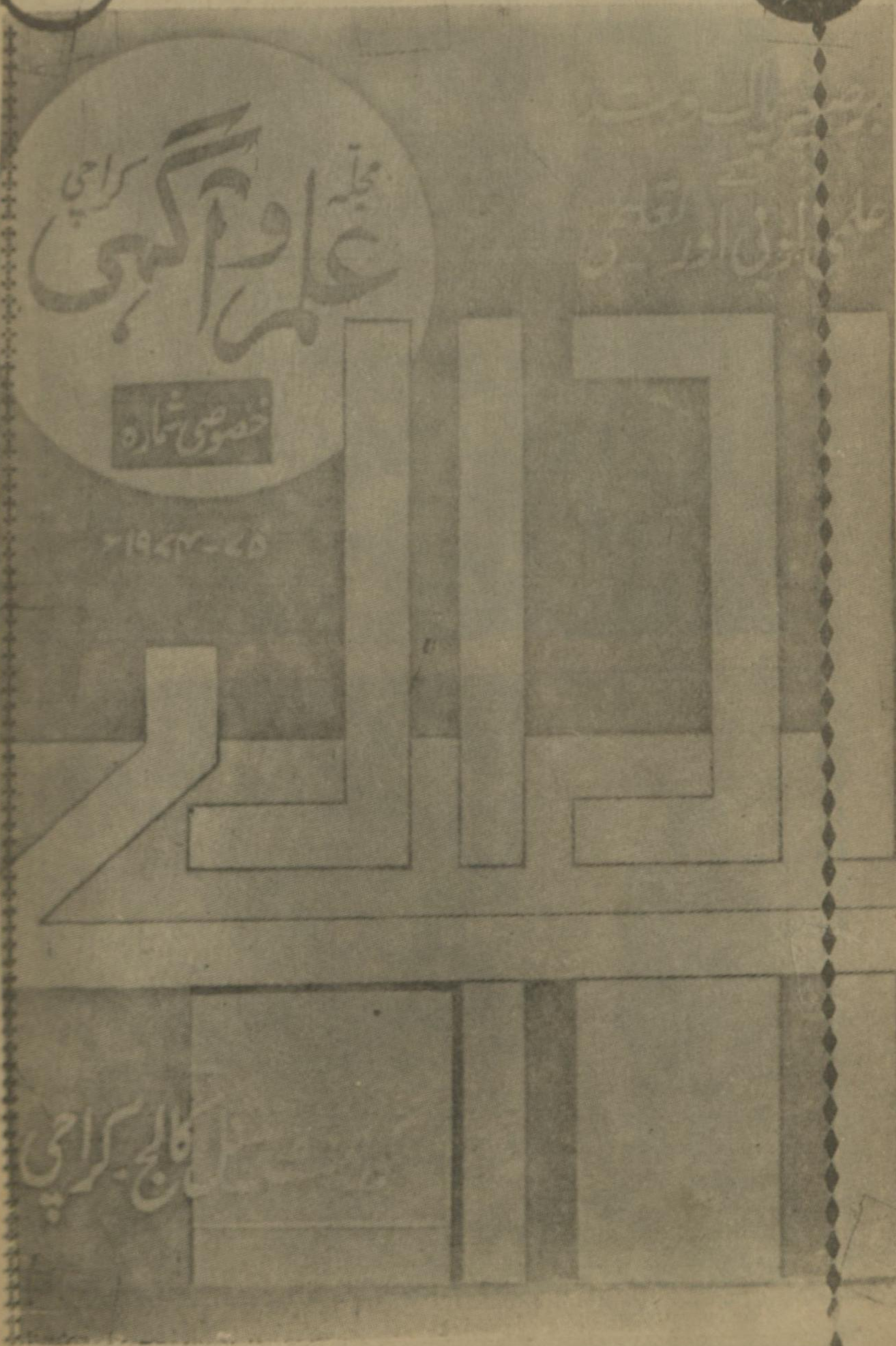
مشتے نمونہ از خروارے اطہر حسین صاحب ڈپٹی مینجنگ ڈائریکٹر نیشنل بنک آف پاکستان کا مکتوب گرامی درج ذیل ہے۔ جس سے اس تبلیغی مہم کے موثر ہونے کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔



منشی عبدالرحمٰن خان قائد اعظم کے ڈرائیور محمد حنیف آزاد کو اپنی کتاب "کردار قائد اعظم" پیش کر رہے ہیں۔



منشی عبدالرحمٰن خاں اپنے مقالہ سے اس کانفرنس کا افتتاح کر رہے ہیں۔ وزیر مملکت جناب محمود علی صاحب کانفرنس کی صدر تصنیف "بہار رفتہ" دیکھ رہے ہیں۔


مجلہ
علم و آگہی
کراچی
خصوصی شمارہ
۱۹۷۴-۷۵ء
کالج کراچی

"آپ کا سالِ نو کا پیغام ملا۔ میرے سب دوستوں نے اسے
بے حد پسند کیا ہے
اللہ کرے جوشِ جنوں اور زیادہ
اس خط کے ہمراہ ادارہ کے لئے تین سو روپے کا ڈرافٹ روانہ کر رہا ہوں
۲۰۰/- روپے میری طرف سے اور ۱۰۰/- میرے عزیز میجر ابن الحسن
ایڈیٹر "پاکستان اکانومسٹ" کی جانب سے قبول فرمائیں۔"

سروے رپورٹ

پاک و ہند کے علمی، ادبی اور تعلیمی اداروں کی ایک سروے رپورٹ گورنمنٹ نیشنل کالج کے مجلّہ "علم و آگہی" نے اپنے ایک خصوصی شمارہ میں شائع کی "علم و آگہی" ۱۹۷۴ء کے صد ۵۶ پر "عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ملتان" کے متعلق جو رپورٹ شائع ہوئی اس کا عکس ذیل ہے۔

عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ۔ ملتان

اس اشاعتی تبلیغی ادارے کا قیام مارچ ۱۹۶۵ء میں عمل میں آیا۔ اس کے سرپرست علامہ علاء الدین صدیقی اور ناظم اعلیٰ منشی عبدالرحمان خاں ہیں۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ عصری تقاضوں کے مطابق اسلام کی اشاعت اور دینی شعور و بصیرت پیدا کرنے کے لیے اردو اور انگریزی میں ایسا لٹریچر فراہم کرنا جو آسان زبان اور دل نشین اسلوب میں ہو۔ چنانچہ گزشتہ تقریباً دس سال کی مدت میں تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب چھوٹے چھوٹے رسائل ادارے کی جانب سے شائع ہو چکے ہیں جو اسلام کے مختلف پہلوؤں پر حالات و وقت کے مسائل و مشکلات اور ان کے اسلامی حل اور اسلامی سیرت کی تعمیر، تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کی غرض کو بحسن و خوبی پورا کرتے ہیں۔ میری نظر سے اس کے تین مفید رسائل قیصر قرآن کی روشنی میں، قائد اعظم کی کامیابی کا راز اور معراج کا پس منظر پیش نظر گزرے ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اس ادارے کے لٹریچر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ طلبا کی ذہنی ارتداد کو دور کرنے اور تعلیم یافتہ طبقے سے نزدیکی اخذ کس کرنے اور اسے ذہناً اسلام کے قریب لانے میں یہ لٹریچر بہت مفید ہے۔

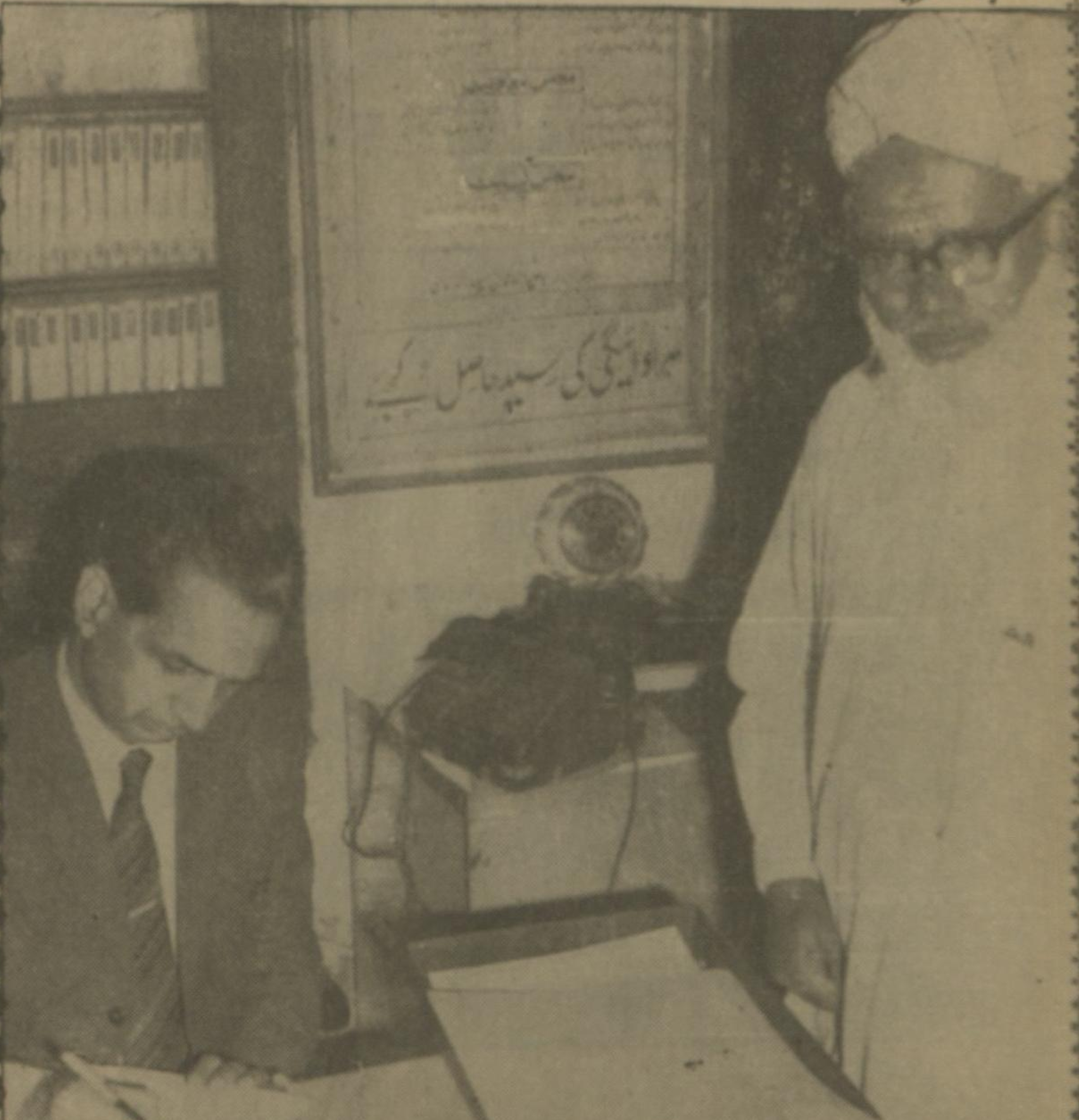


عالمی ادارہ اشاعتِ علومِ اسلامیہ ملتان کی مجلسِ مشاورت کے رکن ——
مسٹر جسٹس ایس۔ اے رحمان چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان
ادارہ کے دفتر میں —— ان کے دائیں جانب ادارہ کے مہتمم منشی عبدالرحمن خان
اور عقب میں ان کے پسر جاوید احمد خان شہید کھڑے ہیں۔

اعترافِ افادیّت

بے پناہ کام

"مجلہ" کی روز افزوں شہرت و مقبولیت کی بنا پر ایک روز اپنی آمدِ ملتان کے دوران مسٹر جسٹس ذکی الدین پال جج ہائیکورٹ پنجاب ادارہ میں بھی تشریف لائے۔



آپ ادارہ کی وزیٹر بک میں اپنی رائے لکھ رہے ہیں اور پاس منشی عبدالرحمان خان کھڑے ہیں۔

ادارہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے بعد ادارہ کی وزیٹرز بک میں تحریر فرمایا کہ :-

" ادارہ تبلیغ عالم اسلام کے منشی عبدالرحمٰن خان صاحب سے آج ملاقات ہوئی ۔ وہ ہمہ صفت موصوف ہیں ۔ صاحب دل ہیں اور تبلیغی سلسلہ میں بے پناہ کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں اپنے اس نیک مقصد میں کامیاب کرے ۔"



جناب قدرت اللہ شہاب ادارہ کے دفتر میں دائیں سے بائیں پہلی قطار میں، عبدالمجید خان، منشی عبدالرحمٰن خان قدرت اللہ شہاب، پروفیسر اشفاق علی خان، شیخ محمد مقبول، مرزا مسرت بیگ (پچھلی لائن میں) علامہ شبیر احمد بخاری، عبدالمجید نیازی ایڈیشنل کمشنر وغیرہ ۔

جناب قدرت اللہ شہاب صاحب

سفیر متعینہ ہالینڈ

انتہائی مفید اور ضروری اقدام

"آپ نے جس جذبہ کیساتھ خدمتِ دین کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اس میں یہ ایک قابل صد تحسین اور گراں قدر اضافہ ہے۔ اور جس انداز کی تبلیغی تحریک شروع کی ہے۔ اس کی



قدرت اللہ شہاب ادارہ کے "دارالمطالعہ" میں۔

انتہائی ضرورت ہے۔ اس نیک کام میں قلمی شراکت کے لئے جی چاہتا ہے۔ لیکن دینی امور میں اپنے علم کی کمزوری اور صلاحیت کی کمی محل نظر ہے۔ اس لئے جب انگریزی میں یہ سلسلہ شروع ہوگا تو حتی المقدور ہاتھ بٹاؤں گا۔

جناب مختار مسعود صاحب
ممبر بورڈ آف واپڈا۔ پاکستان

بزرگوں کی صحبت کا بدل

"آپ کی تبلیغی تحریک میرے خوابوں کی تعبیر ہے۔ آپکی تحریک جائزہ حسن قرأت نے عوام و خواص کو قرآن سے مانوس کیا یہ انہیں قرآن کے پیغام اور اسلام کی روایات سے آگاہ کریگی۔ تکنیکی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بدلتے ہوتے معاشرہ میں انداز تبلیغ کا بدلنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ ہماری نسل نوجو اپنے دل اور ماحول کے مسائل کو حل کرنے کی بجائے راہ فرار اختیار کر کے مائل پرواز ہے اور بے حس و بے روح مشینوں کی صحبت اختیار کر رہی ہے۔ اسے دینی لٹریچر کے ذریعہ بزرگوں کی صحبت کا بدل مِل سکے۔"

علامہ علاؤالدین صدیقی
وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

چراغ راہ

اسلامی فکر و نظر پیدا کرنے کے لئے یہ ادارہ مثالی خدمات سر انجام دے رہا ہے

اس کا دینی لٹریچر نسلِ نو کے لئے چراغِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

جناب پروفیسر حمید احمد خانصاحب

وائس چانسلر۔ پنجاب یونیورسٹی

عزم و ہمّت کی برکت

"آپ کے رسالے اور ارادے دیکھکر دلی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے عزائم کو ہمت و برکت کی دوگونہ رحمتوں سے بہرہ یاب کرے، اگرچہ میں کثیر التعداد منصبی ذمہ داریوں کے باعث آپ کی مجلس مشاورت کی ذمہ داریاں قبول کرنے کی سکت نہیں پاتا۔ مگر میری دلی دعائیں بہرحال آپ کے ساتھ ہیں"۔

جناب ڈاکٹر سیّد محمد عبداللہ صاحب

سابق پرنسپل اورینٹل کالج۔ لاہور

ذہنی ارتداد کا سدّباب

"طلبار کے ذہنی ارتداد کو دُور کرنے کے لئے آپ جو کچھ کر رہے ہیں۔ مستحق تبریک ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ ذہناً اسلام سے بے بہرہ بلکہ مخالف ہے۔ اِلاماشاءاللہ۔ قوم میں فرنگی ذہن کو فروغ دیا جارہا ہے۔ اس لئے اس وقت ایسے مفید لٹریچر کی اشد ضرورت ہے۔

جناب پروفیسر اصغر سودائی صاحب
پرنسپل جناح اسلامیہ کالج - سیالکوٹ

اسلام کی صحیح ترجمانی

آپ کے پمفلٹ ملے۔ اس دور میں اسلام کی صحیح ترجمانی اور نشر و اشاعت کا کام جس خوبصورتی سے آپ کر رہے ہیں۔ پاکستان میں شاید ہی کسی اور ادارہ یا فرد کو یہ توفیق نصیب ہوئی ہو۔ خاص طور پر نئے ذہنوں کو جو مغربی اقدار سے پراگندہ ہو رہے ہیں۔ ایک نئے ڈھب پر لانے کے لیے اس قسم کے لٹریچر کی متواتر اور اشد ضرورت ہے۔ میں نے تمام رسالے خود پڑھے اساتذہ اور طلباء میں تقسیم کئے اور محاذ پر لڑنے والے پاکستانی نوجوانوں کو بھی بھیجے ہر حلقے نے پسند کئے اور کوئی مواد ہو تو مرحمت فرمایئے ہم سب شکر گزار ہوں گے۔

پرنسپل صاحب
اسلامیہ کالج - پشاور

صحیح دینی رہنمائی

"آپ کے رسالے ملے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور طلباء کے لئے ایسے آسان اور مفید دینی لٹریچر کی اشد ضرورت ہے۔ جو موجودہ مذہبی انحراف اور بے دینی کے رجحانات کو جوانوں میں ختم کر کے انہیں ایک اچھے معاشرے کا با اخلاق و دیندار فرد بنا سکے۔ اور جو طلباء اور تعلیم یافتہ حضرات کی صحیح دینی رہنمائی کر سکے۔"

جناب پروفیسر محمد احمد صاحب
پرنسپل اسلامیہ کالج - سکھر

مقبول و مفید تحریک

"آپ کے مرسلہ رسالے پہنچے۔ طلبار نے بہت پسند کئے۔ یہ نہ صرف ان میں مقبول ہوئے بلکہ بہت مفید بھی ثابت ہوئے"

جناب شیخ عطار اللہ صاحب۔ ایم اے
سابق پروفیسر علیگوڑھ - یونیورسٹی

اہم اور دلکش مقاصد

"آپ کا یہ اقدام نہایت مبارک، مقاصد نہایت دلکش اور مفید ہیں۔ خدمت ملت کا انشاء اللہ ایک اہم ذریعہ ثابت ہوں گے۔ آپ کا ذہن رسا، افکار مفیدہ و عالیہ کا ایک بے پایاں خزانہ ہے۔ نسل نو کو جنسی انارکی، بے راہ روی، شراب نوشی اور قمار بازی سے بچانے کیلئے فوری توجہ دیجئے"

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی
مفتی اعظم پاکستان - کراچی

جدید اندازِ فکر

"اس ادارہ کا لٹریچر نو تعلیم یافتہ طبقہ اور زیر تعلیم نسل کو ذہناً اسلام کے قریب

لانے کا محرک ہے۔ اس کا مطالعہ دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبار کے لئے بھی مفید ہے کہ اس سے جدید معلومات، اندازِ فکر اور طرزِ تبلیغ کا پتہ چلتا ہے۔

مولانا محمد عبد الشکور دین پوری

مرکزی صدر مجلس تحفظ حقوق اہلسنت - پاکستان
مُلتان

قلمی دینی خدمت

ماشاء اللہ آپ قلمی دینی خدمات خوب فرما رہے ہیں۔ اس وقت صحیح تبلیغی لٹریچر کی ضرورت ہے۔ پھر ملک کے نامور دانش وروں کی شرکت باعثِ صد افتخار ہے، ہم دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ہو سکے تو آئندہ باطل کی طرف سے اسلام پر اعتراضات کے جوابات بھی دیا کریں۔ وقت کی اہم ضرورت ہے، صحابہ کرامؓ پر زیادہ سے زیادہ لٹریچر شائع کریں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت ہر لحاظ سے آپ سے متفق ہے۔

انعام اللہ خان

سیکرٹری جنرل مؤتمر عالمِ اسلامی

فکر انگیز اقدام

یہ چند سطور آپ کے ادارہ کے شائع کردہ لٹریچر کی وصولی کی رسید بھی ہے

اور ہدیۂ تبریک بھی۔

الحمد للہ ———— آپ کے ادارہ کی جانب سے ایک سے ایک عمدہ اور فکر انگیز کتابچے شائع ہوتے رہتے ہیں اور سب کے سب ایک بہرے کے مترادف ہے۔ صمیم قلب سے دلی مُبارک باد قبول فرمائیں۔ (۹ جنوری ۱۹۷۲ء)

بشیر احمد قریشی

افسر تعلقاتِ عامہ۔ صدارتی

سیکوبڑیٹ۔ مظفر آباد۔ آزاد کشمیر

مفید لٹریچر

آپ کے ادارہ کا لٹریچر ملتا رہتا ہے۔ جو مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان صاحب صدر آزاد کشمیر کی ہدایت کے مطابق سکولوں، کالجوں اور محکمہ امور دینیہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے بہت بہت شکریہ، اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے اور اس نیک کام کو کرنے کی مزید توفیق دے۔

جناب صدر کے خیال میں آپ کا لٹریچر بہت ہی مفید ہے۔ اور اس سے عوام کی ذہنی تربیت ہوتی ہے۔

(۱۶ر جنوری ۱۹۷۵ء)



مولانا احتشام الحق تھانوی ادارہ کے دارالمطالعہ کا معائنہ کر رہے ہیں

مولانا احتشام الحق تھانوی
مہتمم دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو اللہ یار

مؤثر تبلیغ

یہ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ میں نے جناب منشی عبدالرحمٰن خان کا قائم کردہ عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ میں حاضر ہو کر ان کی مساعی جمیلہ کو بچشم خود معائنہ کیا۔ تھوڑی مدت میں اس ادارہ نے جو غیر معمولی اور نمایاں ترقی کی ہے۔ اور جس طرح مؤثر انداز میں تبلیغ اسلام کا کام ہو رہا ہے وہ ہر لحاظ سے لائق تحسین ہے۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

(۲۰ — ۶۸)



مسٹر مختار مسعود سی۔ ایس۔ پی ادارہ کی وزیٹر بک میں اپنے تاثرات قلمبند کر رہے ہیں

مسٹر مختار مسعود (سی۔ ایس۔ پی)

اثر و اجر

میں، منشی عبدالرحمٰن خان صاحب کی ذات و صفات دونوں سے واقف ہوں۔ اس لئے صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو کام وہ کر رہے ہیں۔ اس کا اثر اس دنیا میں اور اجر دوسری دنیا میں ہوگا۔

(۱۷ ۱۱/۶۹)

محمد انور صاحب قریشی
جنرل مینجر واپڈا۔ پاکستان

دینی کام

ماشاء اللہ منشی عبدالرحمٰن خان صاحب خوب دینی کام کر رہے ہیں۔ مگر اپنی صلاحیتوں کا پورا استعمال کرنے کے لئے مزید اصلاحی پروگرام کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ہزاروں کی اصلاح کو لاکھوں کی اصلاح میں بدل دیں۔ اللہ تعالےٰ اجر خیر عطا فرمائے

(۵ر اپریل ۱۹۷۱ء)

قابلِ دید تخلیقات

اس وقت ہم جس دورِ الحاد و انتشار سے گزر رہے ہیں۔ دین کو جن فتنوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ سکولوں اور کالجوں سے نکلی ہوئی نسل نو، جس تیزی سے کفر و الحاد اور دہریت و مادیت کا شکار ہو رہی ہے۔ اس کی ماضی میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ جو تمام تر لادینی اور فحش لٹریچر کے سیلاب کا نتیجہ ہے۔ اگر لادینی لٹریچر کی طرح دینی لٹریچر بھی ملک میں عام کیا جاتا تو صورت حال یقیناً مختلف ہوتی۔

منشی عبدالرحمٰن خانصاحب کا دم لبا غنیمت ہے کہ انہوں نے وقت کے تقاضوں کا احساس کرتے ہوئے اس جدید طرز کے تبلیغی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ جس کی طرف سے ہر ماہ مختصر جامع، دلکش اور دلنشین لٹریچر ہزاروں کی تعداد میں شائع اور

مفت تقسیم ہوتا ہے۔ اس ادارہ کے روزِ اوّل سے لیکر آجتک اس کی رفتار
اور معیار میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور نہ ہی آجتک کسی مہینہ اس میں تاخیر یا ناغہ ہوا ہے۔
اس کے مقالے اتنی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں کہ ملک کے نامور روزنامے، ہفت روزے
اور ماہنامے انہیں اپنے جرائد میں نقل کر کے اپنے قارئین تک بھی پہنچاتے رہتے ہیں بلکہ
ان پر تبصرے بھی شائع کرتے رہتے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے پاک و ہند کے نامور نقاد
معروف فلسفی، مفسرِ قرآن اور صاحبِ طرز ادیب مولانا عبدالماجد دریا بادی، مدیر
"صدق جدید" لکھنؤ لکھتے ہیں:۔

"ادارہ کا ہر کتابچہ اپنے موضوع پر ایک قابل دید اور قابل داد
مقالہ ہے اور پاکستان و بیرون پاکستان کے کسی فاضل اہل
قلم کے قلم سے نکلا ہوا۔
دعوت تمام تر وہی ہے۔ جو "صدق" کی ہے۔"
(صدق جدید لکھنؤ۔ ۲ مئی ۱۹۶۶ء)

اس ادارہ کی تخلیقات اور کارکردگی سے متاثر ہو کر کراچی میں بھی ایک اشاعتی تبلیغی
ادارہ موسومہ "صدیقی ٹرسٹ" قائم ہوا ہے۔ جو اسی انداز سے دینی خدمات سر انجام دے رہا ہے
ذیل میں مجلّہ کے ہر شمارہ کے مقالہ اور مقالہ نگار کی فہرست درج ہے۔ جس سے
ان کی اہمیت، افادیت اور حسنِ تنوع کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:۔

نام مقالہ	مقالہ نگار
۱۔ مغرب میں مذہب	مولانا سید احمد اکبر آبادی
۲۔ خدا اور سائنس	منشی عبدالرحمٰن خان
۳۔ اسلامی عقائد اور سائنس	"
۴۔ کائنات میں انسان کا مقام	مولانا عبدالماجد دریا بادی

۲۷، دُعا کا فلسفہ و احکام	میر ولی الدین و مولانا مفتی محمد شفیع
۲۸، سگریٹ نوشی کی وبا	منشی عبدالرحمٰن خان
۲۹، یہودیوں کی ذلت و حکومت	" " "
۳۰، قرآن کے مطالبے	حکیم عبداللہ یٰسین حسنی
۳۱، اسلام میں توبہ کی حقیقت	مولانا محمد علی لطفی علیگ
۳۲، اسلام اور مساوات	پروفیسر عبدالمجید سندھی ایم اے
۳۳، دینی نظام کے قرآنی اصول	جسٹس ایس اے رحمان
۳۴، عقیدۂ آخرت اور سائنس	پروفیسر عبدالوحید خان ایم اے
۳۵، انسانیت کی سب سے اہم ضرورت	مولانا ابوالحسن علی ندوی
۳۶، عربی۔ قرآنِ مجید کی زبان	حافظ نذر احمد ایم اے
۳۷، ہمارے قومی کردار کے چند پہلو	شیخ منظور الٰہی، سی، ایس، پی
۳۸، اسلام اور آدابِ شہریت	پروفیسر لبیب السعید المصری
۳۹، سیرتِ نبویؐ کے تمدنی اثرات	مولانا رشید احمد ارشد ایم اے
۴۰، اسلامی معاشرہ میں زندگی کا تصور	مسٹر مختار مسعود، سی ایس پی
۴۱، رحمٰن۔ شیطان اور انسان	ڈاکٹر نور محمد
۴۲، نماز کا جمالیاتی اور اجتماعی تصور	مولانا عبدالوہاب ظہوری
۴۳، تائیدِ غیبی اور نصرتِ الٰہی	حاجی محمد احمد
۴۴، علم قرأت کی اہمیت	منشی عبدالرحمٰن خان
۴۵، اسلام امن و ترقی کا مذہب	چوہدری محمد حسین ایم اے
۴۶، اسلامی تہذیب کے عناصر ترکیبی	خواجہ محمد اسلم۔ ایم اے
۴۷، اسلام کا اخلاقی اور سماجی نظام	مولانا رشید احمد ارشد، ایم اے
۴۸ اسلامی ثقافت کے عناصرِ ترکیبی	منشی عبدالرحمٰن خان

۴۹، اسلام اور دولت	مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان
۵۰، تقسیم دولت کا اسلامی نظام	" "
۵۱، اسلام میں معاشرتی فلاح وبہبود کی اہمیت	منشی عبدالرحمٰن خان
۵۲، دورِ جدید کے تازہ خدا	سید محمد قطب المصری
۵۲، اسلام کی مثالی علمی تحریک	ڈاکٹر معروف دوالیبی (پیرس یونیورسٹی)
۵۴، کیا اب اسلام کی ضرورت نہیں رہی؟	سید محمد قطب المصری
۵۵، اسلام اور سائنس	ایم منظور احمد قادری ایم اے
۵۶، روزے کی حقیقت اور تاریخ	مولانا عبداللہ فاروقی
۵۷، اشاعتِ اسلام اور تلوار	صوفی عبدالواحد ایم اے
۵۸، اسلام کا معاشرتی نظام	منشی عبدالرحمٰن خان
۵۹، سائنس کی عملی اہمیت	ڈاکٹر افضال حسین قادری
۶۰، واقعہ کربلا - ایک مطالعہ ایک تحریک	سید ابوبکر غزنوی - ایم اے
۶۱، تسخیر قمر قرآن کی روشنی میں	منشی عبدالرحمٰن خان
۶۲، اسلام کا قانون عدل وسزا	مولانا محمد اشرف خان ایم اے
۶۳ شرعی سزاؤں کی اہمیت	" " "
۶۴، عالم برزخ کے احوال ومقامات	مولانا عبدالماجد دریابادی
۶۵، موت ومابعد الموت	" " "
۶۶، خدا اور اس سے ہمارا تعلق	وحید الدین خان
۶۷، تسخیرِ خلا وہفت سمٰواتِ قرآنی	مولانا محمد موسیٰ خان
۶۸، میں نے خدا کو دیکھا	منظور احمد قادری ایم اے
۶۹، نظریۂ پاکستان کا پس منظر	منشی عبدالرحمٰن خان
۷۰، اسلامی معاشرہ میں سنت کی اہمیت	علامہ محمد اسد لیوپولڈ

۱۱۵۔ دنیا میں خدا کا پہلا گھر	اے۔ آر۔ شبلی
۱۱۶۔ ذکر کی اہمیت وفضیلت	حافظ فیوض الرحمٰن
۱۱۷۔ عقیدۂ آخرت کی اہمیت	مس شہناز اختر۔ ایم اے
۱۱۸۔ ناقابلِ تردید صداقت	حکیم عبداللہ یٰسین حسنی
۱۱۹۔ قیامِ قیامت کے قرآنی دلائل	مس شہناز اختر ایم اے
۱۲۰۔ فاروقِ اعظمؓ کا نظامِ حکومت	مولانا رشید احمد ارشد۔ ایم اے
۱۲۱۔ اسلام میں حکمرانوں کے خدوخال	سید اسعد گیلانی
۱۲۲۔ موت کے بعد کی زندگی	وحید الدین خان
۱۲۳۔ اسلام میں سزا کا تصور	مولانا محمد عبیر الدین مفتاحی
۱۲۴۔ نماز کی اہمیت وفضیلت	مولانا قاری محمد طیب
۱۲۵۔ قرآن۔ سائنس اور قیامت	محمد شہاب الدین ندوی
۱۲۶۔ اسلامی زندگی کا سرچشمہ	سید قطب شہید المصری
۱۲۷۔ شہادت کی حقیقت واہمیت	ڈاکٹر اسرار احمد
۱۲۸۔ اسلام میں تفریح کا تصور	محمد اکرم۔ برمنگھم یونیورسٹی
۱۲۹۔ اسلام اور دورِ جدید کے تقاضے	سید محمد قطب المصری
۱۳۰۔ ذہنی ارتداد کے اسباب	سید صدیق حسن آئی۔ بی۔ ایس
۱۳۱۔ علم وایمان کی رسائیاں	شیخ محمد یوسف القرضاوی
۱۳۲۔ زائد از ضرورت سرمایہ کا مصرف	مولانا امین احسن اصلاحی
۱۳۳۔ وقت کا تقاضا	محمد منصور الزمان صدیقی
۱۳۴۔ اسلام کا ضابطہ شہادت	ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن
۱۳۵۔ قرآن اور عصری تحقیقات	ریاض الحسن نوری
۱۳۶۔ سائنس اور مذہب کی حقیقت	مولانا قاری محمد طیب

۱۳۷۔ شریعت اسلامیہ اور مغربی علوم	مولانا حسین احمد مدنی
۱۳۸ا مسئلہ جنس، اسلام اور مذہب	سید قطب شہید المصری
۱۳۹ا قرآن کریم کا نظام نظم و ربط	مولانا امین احسن اصلاحی
۱۴۰ا فاروق اعظم کے کارنامے	مولانا رشید احمد ارشد
۱۴۱ا جھوٹ کی گرم بازاری	ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی
۱۴۲ا اسلام اور عصری ایجادات	احمد بن محمد بن الصدیق الغمازی
۱۴۳ا اسلام اور مساوات زن و مرد	ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی
۱۴۴ا انسان کا اصل سرمایہ	ڈاکٹر اسرار احمد
۱۴۵ا شراب کی حقیقت و مضرت	ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی
۱۴۶ا تعطیل اتوار و جمعہ کی اہمیت	عبدالقدوس
۱۴۷ا اسلام میں عورتوں کے حقوق و فرائض	مولانا امین احسن اصلاحی
۱۴۸ا کمپیوٹر کا جائزہ قرآن	ڈاکٹر راشد المصری
۱۴۹ا ووٹ کی شرعی اہمیت	سید اکبر علی
۱۵۰ا اسلام اور ترقی	مولانا اشرف علی تھانوی
۱۵۱ا عالمگیر یہودی منصوبہ	منشی عبدالرحمٰن خان
۱۵۲ا معاشرے کا سرطان	مولانا محمد تقی عثمانی
۱۵۳ا میں نے خدا کو کہاں دیکھا	ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی
۱۵۴ا اسلام میں سزا کا تصور	محمد سعود انصاری
۱۵۵ا اسلامی حدود و تعزیرات	شاہ ولی اللہ رح
۱۵۶ا قرآن کے محیر العقل تجربات	ڈاکٹر راشد المصری
۱۵۷ا اسلامی ضابطۂ حکمرانی	طاہر بن الحسین
۱۵۸ا آخرت کا آنکھوں دیکھا حال	سید قطب شہید المصری

۱۵۹۔ خدا نہیں ہے تو پھر یہ کون کر سکتا ہے	ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی
۱۶۰ر اسلام اور ارتقائے سائنس	محمد سعود الانصاری ایم۔اے
۱۶۱ر اسلام میں گردش دولت	سید ابوبکر غزنوی
۱۶۲ر اسوۂ رسولؐ کے سترہ نکات	پروفیسر نصیر احمد ناصر، ایم اے
۱۶۳ر آدمیت سے بغاوت	مولانا ابوالحسن علی ندوی
۱۶۴ر خدا کہاں ہے اور اسے کس نے پیدا کیا؟	مولانا عبد الرحمٰن السنجری
۱۶۵ر متشککین و متذبذبین کیلئے ایک لمحہ فکریہ	ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی
۱۶۶ر اولاد کی تعلیم و تربیت	ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی
۱۶۷ر جسٹس ایس اے رحمٰن	منشی عبد الرحمٰن خان
۱۶۸ر اسلامی تعلیم کی اہمیت اور ہماری تعلیمی حالت	شہناز انصار۔ ایم اے
۱۶۹ر شریعت اور دورِ جدید کے تقاضے	عبد القادر عودہ شہید المصری
۱۷۰ر عقل اور اس کی حدود	ڈاکٹر محمد عبد الحمید بیگ
۱۷۱ر کیا خدا سب سے بڑا خالق نہیں ہے۔	ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی
۱۷۲ر عقلی اشکال اور واقعاتی جواب	ڈاکٹر محمد عبد الحمید بیگ
۱۷۳ر ازواج مطہرات و مستشرقین	ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی
۱۷۴ر اسلام دشمن تحریکیں	ڈاکٹر عفیفی ابراہیم حسن
۱۷۵ر جذبات و خواہشات کی قربانی	مولانا محمد تقی امینی
۱۷۶ر قرآن اور امن عالم	ڈاکٹر اسرار احمد
۱۷۷ر انسان کا مقام اور قدرتی نظام	مولانا محمد تقی امینی
۱۷۸ر قرآن مجید کے صوری و معنوی محاسن	ڈاکٹر سید ابوبکر غزنوی
۱۷۹ر پندرہویں صدی کے تقاضے	ڈاکٹر عبید اللہ خان درانی

حلقۂ اشاعت بیرون پاکستان

ہمارا شائع کردہ انگریزی لٹریچر بیرون پاکستان مندرجہ ذیل شہروں تک پہنچتا رہا۔

۱۔ کویت (متحدہ عرب امارات) ۲۔ کابل (افغانستان)
۳۔ رنگون (برما) ۴۔ برداٹس (گھنی)
۵۔ امتالی (رہوڈیشیا) ۶۔ سیہول (جنوبی کوریا)
۷۔ ٹوکیو (جاپان) ۸۔ منیلا (فلپائن)
۹۔ ٹرینی داد (ویسٹ انڈیز) ۱۰۔ ٹورنٹو (کینیڈا)
۱۱۔ پیرس (فرانس) ۱۲۔ جنیوا (سوئٹزرلینڈ)
۱۳۔ پورٹ لوئس (ماریشش) ۱۴۔ سورابیا۔ سماٹرا (انڈونیشیا)
۱۵۔ الورین، ادیو (نائیجیریا) ۱۶۔ سنڈا، چیپاٹا (زمبیا)
۱۷۔ کوئنز لینڈ، کنگسٹن (آسٹریلیا) ۱۸۔ ڈیمرارڈ، گیانا (جنوبی امریکہ)
۱۹۔ اوٹاوا۔ واشنگٹن، کیلی فورنیا (شمالی امریکہ)
۲۰۔ مدینہ منورہ، جدہ، ہرلہ (سعودی عرب)
۲۱۔ اکرہ، نیادسو۔ تامالی (گھانا)
۲۲۔ دارالعلوم، ٹانگا، ٹریگا (تنزانیہ)
۲۳۔ جوہانسبرگ، ٹرانسول، ڈربن، کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ)
۲۴۔ کوونٹری۔ والسال۔ لندن۔ ایسیکس، یارک شائر۔ نیوکیسل (انگلینڈ)

انگریزی لٹریچر کا تقاضا

اردو لٹریچر کی اہمیت کا چرچا سن کر انگریزی خواں طبقہ نے ——— ہم سے انگریزی لٹریچر کا تقاضا شروع کر دیا۔ تیسری دُنیا کے ممالک سے بھی ایسے مطالبات آنے شروع ہو گئے۔ ڈربن (جنوبی افریقہ) سے عمرجی برادرز کے ڈائریکٹر عبد الحق اسماعیل عمرجی نے اپنے مطالبہ کی اہمیت جتاتے ہوئے لکھا کہ :-

"آپ کے رسالوں کی انگریزی میں بھی اشاعت ضروری ہے۔ انگریزوں کی حکومت کا رقبہ محدود سے محدود تر ہو رہا ہے۔ مگر ان کی زبان پھیلتی جا رہی ہے۔ افریقہ کے وہ ممالک جہاں فرانسیسی اقتدار رہا تھا اور وہاں کی زبان فرانسیسی بن چکی تھی۔ وہ بھی آج انگریزی کو سرکاری زبان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے یہاں کے لئے انگریزی لٹریچر اور اپنے رسالوں کا انگریزی ترجمہ بھجوائیں۔"

جس کی بنا پر ادارہ کی طرف سے انگریزی لٹریچر شائع کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا۔ جو ادارہ ہزاروں کی تعداد میں مختلف ممالک میں بغرض تقسیم بھیجتا رہا۔ مگر چند قانونی دشواریوں کی وجہ سے کثیر تعداد میں ان کی بیرون ملک ترسیل ممکن نہ رہی۔ جس پر نے مطالبہ کنندگان کو لکھا کہ وہ جس جس موضوع پر انگریزی لٹریچر چاہتے ہیں۔ اس کی فہرست ہمیں بھیجدیں ہم انگریزی میں مقالے لکھوا کر آپ کو بھیجدیا کریں۔ اور آپ انہیں اپنے طور پر حسب ضرورت اپنے ملک میں چھپوالیا کریں۔ ہمارا یہ سلسلہ نہایت کامیاب رہا۔ مگر مترجم اور مقالہ نگار اتنی اُجرت طلب کرتے تھے جو ہمارے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اس لئے یہ سلسلہ محدود کر دیا گیا۔ لیکن اردو رسالے ابتک افریقی ممالک اور برما وغیرہ میں ——— بدستور جا رہے ہیں۔

لیکن جب مولانا عبدالماجد دریا بادی مدیر "صدق جدید" لکھنؤ کو یہ تفصیل معلوم ہوئی، تو انہوں نے ازراہِ تقاضا اپنے موقر جریدہ میں یہ حسرت بھرا نوٹ شائع فرمایا۔

ایک تبلیغی منصوبہ

صدق جدید لکھنؤ ۲ر مارچ ۱۹۶۰ء۔ صدق کے قدیم کرم فرما منشی عبدالرحمن خاں کا

رانگریزی کا جو مجلہ ۶ صفحہ کا ماہ نامہ بہ طور نمونہ م

،،ر ب۔ ود منشی صاحب کے دیگر مطبوعات کی طرح اچھا اور مفید ہے۔ اور تقسیم کے لئے مجلہ ماہانہ کی قیمت تین روپیہ سیکڑہ ہے جو اصل لاگت ہی کے برابر ہے۔ ادارہ کا پورا انگریزی نام یونیورسل پبلیکیشن فورم آف اسلامک لٹریچر ہے۔ پتا: دہی ملتان۔ علمی سفیروں انتظامی ممبروں۔ اشاعت گاہوں وغیرہ کی جو فہرستیں فولڈر میں دی ہیں۔ ان میں جہاں پاکستان کے علاوہ سعودی عرب، کناڈا۔ برطانیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ برما اور افریقہ کے متعدد ملکوں کے نام اور پتے درج ہیں۔ یہ دیکھ کر حسرت ہوئی کہ ہندستان کا نام

ان میں کہیں بھی نہیں۔ افغانستان۔ ایران۔ عراق وغیرہ کئی مسلم ملکوں کے نام بھی نظر نہ آئے۔

جس کی بنا پر بعدازاں بھارت کے مندرجہ ذیل شہروں میں بھی ادارہ کے لٹریچر کی ترسیل شروع کر دی گئی۔ لکھنؤ، دیوبند، علی گڑھ، کلکتہ، دھولیہ، پٹنہ (بھارت)

نیا اندازِ تبلیغ

عید کارڈوں کی مسرفانہ رسم سے مفید کام لینے کے لئے منشی صاحب نے تبلیغی عید کارڈ شائع کرنے کی مہم چلائی اور پہلا عید کارڈ بہ مضمون ذیل کثیر تعداد میں شائع کر کے ۱۹۶۲ء میں ملک بھر میں تقسیم کیا۔

ارشادِ ربّانی

نزول قرآن کریم کی اس سالگرہ پر ناچیز کی طرف سے دلی مبارک باد قبول فرمائیں یہ سالگرہ آج بھی زندگی کی ان راہوں کو اختیار کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔ جن کی اس حدیثِ قدسی میں نشان دہی کی گئی ہے کہ:۔ ـــــــ

میں نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں رکھ دیا ہے لوگ ان کو ان کے علاوہ اور چیزوں میں تلاش کرتے ہیں ـــــ بھلا وہ کیسے پائیں گے؟

- میں نے اپنی رضا کو مخالفتِ نفس میں رکھدیا ہے، لوگ اسے موافقتِ نفس میں تلاش کرتے ہیں ـــــــ بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
- میں نے آرام کو جنت میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے دُنیا میں تلاش کرتے ہیں ـــــــ بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
- میں نے علم و حکمت کو بھوک میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے سیری میں تلاش کرتے ہیں ـــــــ بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
- میں نے تونگری کو قناعت میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے مال میں تلاش کرتے ہیں۔ ـــــ بھلا وہ کیسے پائیں گے۔
- میں نے عزت کو اپنی اطاعت میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے بادشاہوں کے دروازوں پر تلاش کرتے ہیں ـــ بھلا وہ کیسے پائیں گے۔

خدا ہمیں ان راہوں پر چلنے کی توفیق دے

اس سہ رنگے عید کارڈ کو جس نے بھی پڑھا، پھڑک اٹھا......

منشی صاحب کو اس جدت اور جہاد پر اتنے مبارک بادی کے خطوط موصول ہوئے کہ انبار لگ گیا۔ جن کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔ صرف مفسرِ قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی، مدیر "صدق جدید" لکھنؤ نے اپنے اس عالمی جریدہ میں اس پر جو مقالہ افتتاحیہ لکھا وہ درج ذیل ہے:۔

"عید کارڈ ہمیشہ کی طرح اب کے بھی موصول ہوئے۔ اور اس تکلیف دہ مسرفانہ بدعت کو انقباض و کراہت کیساتھ انگیز کرنا ہی پڑا۔ دوسرے کارڈوں پر حیرت نہ ہوتی۔ لیکن ایک کارڈ بھیجنے والے کا نام دیکھ کر حیرت سی ہوئی۔ یہ نام ملتان کے منشی عبدالرحمٰن خان کا تھا۔ منشی صاحب صدق و مدیر صدق ہی کے مخلص نہیں۔ بلکہ حضرت تھانویؒ کے بھی خصوصی ارادت مندوں میں سے ہیں۔ لیکن کارڈ کا مضمون جونہی پڑھا۔ حیرت کی ناگواری، خوشگواری میں بدل گئی، کارڈ میں مختصر سی اور قابل قدر تمہید کے بعد ذیل کی حدیثِ قدسی یعنی وہ حدیث، جس میں کوئی قول، باری تعالیٰ سے نقل ہوا ہے، درج ہے (آگے پوری مندرجہ بالا حدیثِ قدسی درج کر دی)

سچے موتی اس قدر آب دار اور پھر دیدہ زیب و خوشنما، جدید ذہنوں کو متاثر کرنے والی چھپائی، تحفہ کتنا گراں قدر ہو گیا ہے۔

عید کارڈ کی مسرفانہ بدعت کو اگر جاری ہی رکھنا ہے۔ تو کم از کم یہی مفہوم مثال اور یہی نمونہ پیشِ نظر رہے۔ بدعتِ حسنہ کا اگر کوئی مفہوم ہے تو اسی کے اطلاق کا یہی موقعہ ہے فی ذالک فلیتنافس المتنافسون

تالیفات و تصنیفات و تخلیقات منشی عبد الرحمن خان

فدائی سردار کا شاہی دربار	تعارفِ قرآنی	بصائرِ قرآنی	احکامِ قرآنی	داستانِ عمل
آداب و اخلاق	مشاہدات و واردات	حقائق و معارف	خضر و مسیحا	اقبال اور مسٹر
تعمیرِ پاکستان و علمائے ربانی	فتنۂ پرویز و حقیقتِ حدیث	عورت انسانیت کے آئینہ میں	انسانیت حیوانیت کی راہ پر	اندازِ سخن
سیرتِ اشرف	کردارِ قائد اعظم	معمارانِ پاکستان	حقیقتوں کے چراغ	سوزِ دروں
صحابہ کبار حضرت علی کی نظر میں	بازارِ رشوت	کچہری کی دنیا	آئینۂ ملتان	بہارِ رفتہ
حدیثِ دل	حجاج کیلئے عربی بول چال	عظیم سازشی منصوبہ	زندگی کے موڑ	جامِ جاوید

مواعظ انسائیکلوپیڈیا مشتمل بر خطبات مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترتیب و تہذیب منشی عبد الرحمن خان

دنیا و آخرت	علم و عمل	دین و دنیا	حقوق و فرائض	میلاد النبیؐ
نظامِ شریعت	حقیقتِ عبادات	حقیقتِ مال و جاہ	فضائلِ صبر و شکر	فضائلِ صوم و صلوٰۃ
حقیقت تصوف و تقویٰ	تسلیم و رضا	اصلاحِ احوال	برکاتِ نماز	محاسنِ اسلام
حدود و قیود	اصلاحِ باطن	موت و حیات	جرم و سزا	آدابِ ا[illegible]
سنتِ ابراہیم	ذکر و فکر	آدابِ دین	فضائلِ علم	تدبیر[illegible]
مواعظ کی ہر جلد	مفاسدِ گناہ	راہِ نجات	حقوق الزوجین	قربا[illegible]

دار التصنیف و تالیف۔ گوشۂ عافیت، چھلیک، ملتان

ایک حیرت آموز نقشِ حیات

زبانِ خلق